كيف ترفع درجتك في الجنة

میں اپنے درجات کیسے بلند کر سکتے ہیں؟

تالیف

د. محمد بن ابراہیم النعیم حفظہ اللہ

ترجمہ وترتیب

حافظ عبدالماجد حفظہ اللہ بن حافظ محمد ابراہیم سلفی رحمہ اللہ

طبع

۱۴۳۰ھ ـــــــــــ ۲۰۰۹ء

مکتبہ بیت السلام

ص۔ب 16737

فون نمبر 4460129 فیکس 4462919 موبائل نمبر 0505440147 - 0542666646 الریاض 11474 سعودی عرب

فہرست مضامین

فصل دوم: اہمیت کے حامل اعمال جو جنت میں مؤمن کے درجہ کی بلندی کا باعث بنتے ہیں

تیسری فصل

آپ جنت میں اپنے درجات کی کیسے حفاظت کر سکتے ہیں؟

❀❀❀❀

مُقَدّمَة

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں مسلمان قوم کی اولاد میں سے پیدا فرمایا، ہمیں اپنی اطاعت کا راستہ دکھایا اور اس کا بے حد شکر ہے کہ اس نے ہمیں کافروں میں پیدا نہ فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے علاوہ کوئی معبودِ حقیقی نہیں، جس نے جنت کو متقی لوگوں کا گھر بنایا اور فرمانبرداروں کا مسکن بنایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے، اس کے رسول اور تمام مخلوق میں سے اس کے برگزیدہ ہیں۔ جنہوں نے جنت کے درجات کی طرف اپنی اُمت کی رہنمائی فرمائی۔ آپ پر، آپ کے پاکیزہ اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین پر، آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین پر اور قیامت تک نیکی کے کاموں میں ان کی پیروی کرنے والوں پر دُرود و سلام ہو۔ اما بعد!

جنت اور اس کے راستے کے متعلق گفتگو کرنا ایک ایسا طویل موضوع ہے کہ اس سے نہ تو انسان اُکتاتا ہے اور نہ ہی تھکتا ہے۔ بلکہ پاکیزہ نفوس اس سے مانوس ہوتے ہیں اور ذہین دماغ اس سے خوب سیراب ہوتے ہیں۔ تو ہم میں سے کون ہے جو جنت کی اُمید نہ رکھتا ہو؟ اور ہم میں سے کون ہے جو اس کے خواب نہ دیکھتا ہو؟

جنت! اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ جنت کیا ہے؟ ایک چمکتا ہوا نور ہے، لہلہاتا ہوا گلدستہ ہے، عالیشان محل ہے، مسلسل بہنے والی نہریں ہیں، پکے ہوئے پھل ہیں، خوبصورت حسین بیویاں ہیں، کثیر تعداد میں پوشاکیں اور زیورات ہیں، ہمیشہ ہمیشہ کی صحبت ہے اور دائمی زندگی ہے۔ بلاشک و شبہ جنت ہمارا مطلوبہ ہدف اور پختہ اُمید اور خواہش ہے۔ یہی وہ عظیم جزاء اور بہت بڑا ثواب ہے جسے اللہ نے اپنے اولیاء اور اطاعت گزاروں کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ یہی وہ کامل نعمتیں ہیں جنہیں بیان نہیں کیا جا سکتا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس جنت کی جو تعریف کی اور اس کے جو اوصاف بیان کیے ان سے عقلیں حیران رہ جاتی ہیں۔ اس لیے کہ ہم اس کی خوبصورتی، عظمت اور درجات کا تصور کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے۔ جنت میں ایسی نعمتیں ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا تک نہیں اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں ان کا کھٹکا تک ہوا ہے۔

جو اس میں داخل ہو گیا وہ انعام پا گیا، وہ کبھی محتاج نہ ہوگا۔ اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے، نہ اس کی جوانی ختم ہوگی اور نہ ہی وہ اپنے مسکن سے کبھی اُکتائے گا۔

اس جنت کی عظمت ہمارے سامنے اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب ہمیں دنیا میں اس کی نعمتوں میں سے کوئی ایک نعمت ملتی ہے، تاکہ ہمیں جنت کے سامنے دنیا کی حقارت کا علم ہو سکے۔ جیسا کہ سیّدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((موضع سوط أحدكم في الجنة خير من الدنيا وما عليها .)) ❶

''جنت میں کسی کو ایک کوڑے جتنی جگہ مل جانا دنیا اور جو کچھ دنیا پر ہے اس سے بہتر ہے۔''

جنت کی طرف شوق اور رغبت رکھتے ہوئے جنت کے اوصاف کو یاد رکھنا ہمارے لیے بہت ضروری ہے اور اس کی طلب میں اعمالِ صالحہ کے ساتھ پختہ عزم کرنا اور اس دنیا کے فانی سامان سے بے رغبتی کرنا بہت ضروری ہے تاکہ ہم محرمات سے بچ سکیں۔ تو جب کبھی مسلمان کسی نافرمانی کا ارادہ کرے تو وہ یاد رکھے کہ اگر اس نے اس نافرمانی کو چھوڑ دیا تو اس کے بدلے میں آخرت میں اسے اس سے بہتر بدلہ دیا جائے گا۔ جو فحش کام کرنے کا ارادہ کرے اسے جنت کی وہ حور عین یاد ہونی چاہئیں جو اس کا انتظار کر رہی ہیں، اور جو شراب پینے کا ارادہ کرے اسے آخرت میں تیار کردہ شراب یاد ہونی چاہیے۔ اسی طرح برائی کے جتنے کام ہیں ان سب کو ترک کرنے کے بدلہ میں ملنے والے اجر وثواب کو یاد کر کے انسان تمام برائیوں کو ترک کر دے۔ آج مسلمانوں کے دل جنت کے ساتھ معلق ہو جائیں تو کیا ہی بہتر ہو؟ لیکن آج ہمارے دل دنیا کے ساتھ معلق ہیں اور ہم نے آخرت کو پس پشت ڈال دیا ہے جس کے متعلق ہم بہت کم غور وفکر کرتے ہیں اور آج ہمارے سر ذلت سے جھک گئے ہیں اور ہم اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرنے لگے ہیں۔

قارئین کرام! کیا آپ آج جنت کے اُمیدوار ہیں؟ کیا جنت کے شوق میں آپ کے آنسو بہتے ہیں، اور آپ اپنے دل سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ آپ کو اس سے محروم نہ کرے؟ کیا آپ اس دن کا خیال کرتے ہیں جب جنت آپ کے قریب کر دی جائے گی اور آپ ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں داخل ہو جائیں گے اور پھر آپ اس کے تختوں، روشنیوں، محلات اور حور عین جو اس میں ہیں ان سب کے ساتھ خوش ہو جائیں گے؟ جب آپ ان تمام نعمتوں کو اور جنت کے ہر دروازے پر کھڑے فرشتوں کو جو آپ کا استقبال کریں گے، دیکھیں گے

❶ رواه البخاري (٢٨٩٢).

تو آپ کے جذبات اور احساسات کا کیا عالم ہوگا اور اس موقعہ پر آپ اکیلے نہیں بلکہ آپ کے ساتھ لاکھوں مؤمن ہوں گے جو اپنے اعمال کے مطابق جنتوں کے درجات میں ابدی نعمتوں کی طرف چڑھنے کے لیے جنت میں داخلہ کے انتظار میں ہجوم کیے ہوں گے۔ تو غور کریں کہ آپ نے اس دن کے لیے کون سے اعمال تیار کر رکھے ہیں؟

قارئین کرام! زیر نظر کتاب میں بعض ایسے اعمال کا ذکر کیا گیا ہے جو جنت میں ہمارے درجات کی بلندی کا ذریعہ ہیں اور اس کے لیے صحیح دلائل کو پیش کیا گیا ہے۔ شاید کہ ہم محنت کریں، ان کی طرف دوڑ لگائیں، ایک دوسرے سے سبقت کریں اور اس فانی دنیا کے پیچھے بھاگنے، اس کی خاطر مشقت اُٹھانے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی بجائے اس میدان میں اپنی توانائیاں صرف کریں۔ ہمیں یقین ہے کہ اللہ عزوجل ہمارے اعمال کو ضائع نہیں کرے گا اور جب تک ہم اس سے دعا کرتے، اُمید باندھتے اور اس کے احکام پر عمل کرتے رہیں گے وہ ہماری اُمیدوں پر پانی بھی نہیں پھیرے گا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾

(العنکبوت: ٦٩)

''جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھائیں گے۔ یقیناً اللہ نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔''

اس کتاب کو تین فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

- فصل اوّل میں جنت کے درجات اور امتیازات کے متعلق بات کی گئی ہے تاکہ ہم ان کا تصور کر کے ان کی طرف دوڑنے اور انہیں حاصل کرنے کی حتی المقدور کوشش کریں۔
- فصل ثانی میں ان اہم اعمال کا تذکرہ کیا گیا ہے جو جنت میں انسان کے لیے بلندیٔ درجات کا ذریعہ ہیں اور یہ ساٹھ سے زائد اعمال ہیں۔
- تیسری فصل میں ان درجات کی حفاظت کے طریقوں کو بیان کیا گیا ہے۔

میں نے اپنی اس تمام بحث میں آیات قرآنیہ، احادیث صحیحہ وحسنہ جنہیں ثقہ راویان حدیث، جیسے ابن حجر عسقلانی، سیوطی، مناوی، ساعاتی، البانی اور ارناؤوط رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے، ان پر اعتماد کیا ہے۔ میں اللہ اعلیٰ وقادر سے دعا گو ہوں کہ وہ اس عمل کو اپنی رضا کے لیے خالص کرلے اور اسے اپنے

بندوں کے لیے مفید بنا دے اور ہر قاری عامل کو اجر سے محروم نہ کرے۔ اس کی نشر و اشاعت اور تعلیم پر قارئین کی مدد فرمائے تا کہ وہ اللہ کی رحمت، فرشتوں، چیونٹیوں اور مچھلیوں کے استغفار کے حق دار بن سکیں۔

سیّدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فضل العالم على العابد كفضلي على أدناكم' ان الله عزوجل وملائكته وأهل السماوات والأرض حتى النملة في جحرها وحتى الحوت ليصلون على معلم الناس الخير.)) ❶

''عالم کی فضیلت عبادت گزار پر ایسے ہی ہے جیسا کہ میری فضیلت تمہارے کسی ادنیٰ شخص پر ہے۔ بلاشبہ اللہ اپنی رحمت کرتا ہے اور اس کے فرشتے، اسی طرح اہل زمین، اہل آسمان حتیٰ کہ چیونٹی اپنی بل میں اور مچھلی بھی اس شخص کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے۔''

تو جس کے لیے تمام مخلوقات اللہ سے استغفار اور دعا کریں، اس سے بڑھ کر کس کا رُتبہ اور مقام افضل اور اعلیٰ ہو سکتا ہے؟

محمد بن ابراہیم النعیم

❶ رواه الترمذي (٢٦٨٥)' وصححه الألباني في صحيح الجامع (٤٢١٣)

فصل اوّل

درجاتِ جنت

تعدادِ جنت:

لوگوں کی اکثریت میں یہ بات مشہور ہے کہ جنت تو صرف ایک وسیع و عریض باغ ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جنت ایک نہیں بلکہ متعدد جنتیں ہیں اور جناب سیوطی نے جناب قرطبی اور جنابِ حلیمی رحمہم اللہ سے نقل کیا ہے کہ ہر جنت کے درجات، منازل اور دروازے ہیں۔ [1]

جنتوں کی تعداد کے بارے میں علماء رحمہم اللہ تعالیٰ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے ہے کہ سات جنتیں ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱۔ دار الجلال	۲۔ دار السلام
۳۔ جنت عدن	۴۔ جنت المأوٰی
۵۔ جنت خلد	۶۔ جنت الفردوس اور
۷۔ جنت نعیم [2]	

جب کہ جناب قرطبی رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ یہ نام جو سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر فرمائے ہیں یہ جنتوں میں فرق اور امتیاز کے لیے نہیں بلکہ جنت کے اوصاف بیان کرنے کی غرض سے ہیں [3] اور سیّدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردہ حدیث کے مطابق جنتوں کی تعداد صرف چار ہے۔ جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے:

((جنتان من ذهب آنيتهما وحليتهما وما فيهما ، وجنتان من فضة آنيتهما وحليتهما وما فيهما ، وما بين القوم وبين أن ينظروا إلى ربهم إلا رداء الكبرياء على وجهه في جنة عدن .)) [4]

---

[1] البدور السافرة في امور الآخرة للسيوطی، ص: ٤٨٥.

[2]، [3] التذكرة في أحوال الموتى وأمور الآخرة للإمام القرطبي' تحقيق مجدي السيد' دار الصحابة بطنطا (٢/٣٤٩).

[4] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الربانی۔ (١٩١/٢٤)، والبخاري (٤٨٧٨)، ومسلم (١٨٠)، والترمذي (٢٥٢٨)، وابن ماجه (١٨٦).

''دو جنتیں ایسی ہیں جو خود بھی سونے کی ہیں اور جن کے برتن، زیورات اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب کا سب سونے کا ہے، اور دو جنتیں ایسی ہیں جو خود بھی چاندی کی ہیں اور ان کے برتن، زیورات اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب کا سب چاندی کا ہے، اور جنت عدن میں جنتیوں اور اللہ تعالیٰ کے دیدار کے درمیان صرف کبریائی کی چادر رکاوٹ ہوگی جو اللہ عزوجل کے چہرہ مبارک پر پڑی ہوگی۔''

امام ابن قیم رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ سابقہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جنت کی دو قسمیں ہیں: دو جنتیں سونے کی اور دو جنتیں چاندی کی ہیں اور یہ جنتیں ہر اس شخص کے لیے ہیں جو اللہ عزوجل کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ. ﴾ (الرحمن: ٤٦)

''اور جو کوئی اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔''

جب کہ اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرنے والے لوگوں کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک مقرب اور دوسرے داہنے ہاتھ والے۔ اللہ نے ان کے لیے یہ چار جنتیں تیار کی ہیں۔ [1] امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرنے والے لوگ ان چار جنتوں میں ایک دوسرے کے شریک نہیں ہوں گے بلکہ ہر ایک کے لیے دو جنتیں ہوں گی۔ اسی بنا پر امام ابن قیم رحمہ اللہ نے سیّدہ ام حارثہ رضی اللہ عنہا والی مندرجہ ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہوئے یہ رائے پیش کی ہے کہ یہ جنتیں چار جنتوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ جیسا کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ:

((أم حارثة بن سراقة رضي الله عنهما حيث جاءت إلى رسول الله ﷺ تسأله عن مصير ابنها الشاب الذي استشهد في غزوة بدر فقالت: يا رسول الله قد عرفت منزلة حارثة مني ، فإن يك في الجنة أصبر وأحتسب ، وإن تكن الأخرى ترى ما أصنع؟ فقال: ((ويحك - أو هبلت- أَوَجنة واحدة؟ إنها جنان كثيرة ، وإنه لفي جنة الفردوس))

---

[1] حادي الأرواح إلى بلاد الأفراح لابن قيم الجوزية ، (صفحة : ١٥٠)

وفي رواية ((وإنه لفي الفردوس الأعلى .)) ❶

''جب سیّدہ اُم حارثہ رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئی اور آپ سے اپنے اس نوجوان بیٹے کے انجام کے متعلق سوال کرنے لگی جو غزوۂ بدر میں شہید ہو چکا تھا۔ کہنے لگی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! آپ کو معلوم ہے کہ مجھے حارثہ سے کتنا پیار ہے؟ اگر وہ اب جنت میں ہے تو میں اس پر صبر کروں گی اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی اُمید رکھوں گی اور اگر وہ کہیں دوسری جگہ ہے تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں کس حال میں ہوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے، کیا تو دیوانی ہو رہی ہے؟ کیا وہاں ایک جنت ہے؟ وہاں تو بہت سی جنتیں ہیں اور وہ (تمہارا بیٹا حارثہ) تو جنت الفردوس میں ہے۔'' اور ایک روایت کے الفاظ ہیں ''وہ تو فردوسِ اعلیٰ میں ہے۔''

مذکورہ حدیث سے اس بات کی وضاحت ہو رہی ہے کہ جنت بہت ساری مختلف قسم کی جنتوں سے عبارت ہے جو کہ اس کے اندر ہیں جیسا کہ اللہ عزوجل کے اس فرمان میں بھی وضاحت ہے کہ:

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴾ (القمر: ٥٤)

یقیناً متقی لوگ جنتوں اور نہروں میں ہوں گے۔''

درجاتِ جنت کی تعداد:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((في الجنة مائة درجة ما بين كل درجتين مائة عام .)) ❷

''جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان سو سال کی مسافت ہے۔''

سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((يقال لصاحب القرآن إذا دخل الجنة: اقرأ واصعد فيقرأ ويصعد بكل آية درجة حتى يقرأ آخر شيء معه .)) ❸

---

❶ رواه البخاري (٦٥٥٠)

❷ رواه الترمذي (٢٥٢٩)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٤٢٤٥).

❸ رواه الإمام احمد۔ الفتح الرباني۔ (٧/١٨)، وأبو داود (١٤٦٤)، والترمذي (٢٩١٤)، وابن ماجه (٣٧٨٠)، وابن حبان، والبيهقي، والحاكم (١/٥٥٣) وصححه وأقره الذهبي، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٨١٢١).

''صاحب قرآن جب جنت میں داخل ہو جائے گا تو اسے کہا جائے گا: پڑھتا جا اور (بلندیٔ درجات کی طرف) چڑھتا جا۔ تو وہ پڑھتا جائے گا اور ہر آیت کے بدلے ایک درجہ چڑھتا جائے گا یہاں تک کہ جس قدر قرآن اس کو یاد ہو گا وہ سب پڑھ لے گا۔''

اس سے ثابت ہوا کہ جنت کے درجات کی تعداد قرآن مجید کی آیات کی تعداد کے برابر ہے۔ اسی لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں مذکور ہے کہ انہوں نے فرمایا:

((إن عدد درج الجنة بعدد آي القرآن فمن دخل الجنة ممن قرأ القرآن فليس فوقه أحد .)) ❶

''یقیناً جنت کے درجات کی تعداد قرآن کریم کی آیات کی تعداد کے برابر ہے۔ قرآن پڑھنے والوں میں سے جو کوئی جنت میں داخل ہو جائے گا تو اس سے اوپر کوئی نہیں ہو گا۔''

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے رسول کریم ﷺ کے فرمان ''سو درجات'' کے متعلق فرمایا:

''اس فرمان کے سیاق میں اس بات کی صراحت موجود نہیں ہے کہ مذکورہ تعداد بغیر کسی زیادتی اور اضافہ کے جنت کے تمام درجات کی تعداد ہے جب کہ اس فرمان نبوی میں اس کی نفی بھی موجود نہیں ہے۔'' ❷

جناب مناوی رحمہ اللہ نے رسول اکرم ﷺ کے فرمان ''جنت میں سو درجات ہیں'' کی وضاحت یوں فرمائی ہے:

''مذکورہ فرمان نبوی اور جنت کے سو سے زائد درجات پر دلالت کرنے والے دلائل میں کوئی تعارض اور اختلاف نہیں ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ قاری قرآن ہر آیت کے بدلے ایک درجہ چڑھتا جائے گا حتی کہ جتنا قرآن اس کو یاد ہو گا وہ سب پڑھ لے گا کیونکہ یہ سو درجات بڑے بڑے ہیں اور ان میں سے ہر درجہ بہت سے چھوٹے چھوٹے درجات پر مشتمل ہے جن میں ہر دو درجوں کے درمیان سو سال کی مسافت ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس (مسافت) کو زیادہ

---

❶ رواه الإمام أحمد۔ المسند۔ (٣٥٦/١)، والبيهقي في شعب الإيمان (١٩٩٨) وقال: قال الحاكم هذا إسناد صحيح اهـ، ورواه ابن أبي شيبة في مصنفه (١٥٥/٧)، والبغوي في شرح السنة (٤٣٥/٤)، وقال محقق كتاب التذكرة في احوال الموتى والآخرة: حسن موقوف (٢٧٩/٢).

❷ فتح الباري بشرح صحيح البخاري لابن حجر العسقلاني (٤٢٤/١٣) (ح ٧٤٢٣).

اور کم کر دیا جائے گا، اور اس بات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ کیونکہ لوگوں کی چال میں اختلاف ہوتا ہے، کوئی تیز چلتا ہے اور کوئی آہستہ چلتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس بات کو سمجھ داروں کے اندازے پر چھوڑ دیا ہے اور ہر مؤمن کو اس کے مقام کے مطابق خطاب فرمایا ہے۔'' [1]

اسی طرح سیّدنا ابو ہریرہ اور سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کی حدیثوں میں تطبیق بھی ممکن ہے وہ اس طرح کہ پہلی حدیث شاید کہ صرف مجاہدین کے درجات کے ساتھ خاص ہے جس کی وضاحت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ ایک دوسری حدیث کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إن في الجنة مائة درجة أعدها الله للمجاهدين في سبيل الله بين كل درجتين كما بين السماء والأرض، فإذا سألتم الله فاسألوه الفردوس فإنه وسط الجنة وأعلى الجنة وفوقه عرش الرحمن ومنه تفجر أنهار الجنة .)) [2]

''یقیناً جنت میں سو درجات ہیں جو اللہ عزوجل نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی کہ آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ تم جب بھی اللہ عزوجل سے مانگو تو (جنت) فردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا وسط اور جنت کا بلند ترین مقام ہے، اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔''

''جنت کے وسط'' سے مراد اس کی بہترین اور افضل ترین جگہ ہے اور ایک قول کے مطابق وسیع ترین جگہ ہے۔ اسی طرح جنت کے درجات کی تعداد قرآن کریم کی آیات کی تعداد کے مطابق ہے یعنی چھ ہزار دوسو درجات سے زیادہ۔ جیسا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے۔

درجہ سے کیا مراد ہے؟

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کے قول کے مطابق جنت کے درجات، جن کا ذکر احادیث کی روشنی میں آئندہ صفحات میں آرہا ہے، میں سے بعض درجات تو ''حسی'' ہیں اور اس سے مراد جنت کے وہ درجات ہیں کہ جن میں ہر درجہ سے دوسرے درجے تک سو سال کی مسافت ہے یا اتنی مسافت ہے کہ جتنی آسمان اور زمین کے درمیان ہے، اور ان درجاتِ جنت میں سے بعض درجات ''معنوی'' ہیں جن سے مراد اللہ تعالیٰ کے ہاں

---

[1] فيض القدير للمناوي (٤/٤٤٧).

[2] رواه الإمام أحمد ـ الفتح الرباني ـ (٢٤/١٩٠)، والبخاري (٢٧٩٠)، والترمذي (٢٥٢٩).

قدر ومنزلت اور مرتبہ کی بلندی ہے۔ ❶

درجاتِ جنت کی بلندی:

جنت بہت بلند و بالا درجات کی حامل ہے، اور اس کے متعلق بہت سی احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں جو اس بات کو بیان کرتی ہیں کہ ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا زمین اور اُفق میں صبح کے وقت اکیلے رہ جانے والے ستارے کا درمیانی فاصلہ ہے۔ جیسا کہ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إن أهل الدرجات العلى يراهم من هو أسفل منهم كما ترون الكوكب الطالع في أفق السماء وإن أبا بكر وعمر منهم وأنعما .)) ❷

''(جنت میں) بلند درجات والوں کو ان سے نیچے کے درجات والے اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے اُفق پر طلوع ہونے والے ستارے کو دیکھتے ہو اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بلاشبہ ان (بلند درجات والوں) میں سے ہیں اور (انعام واکرام کے لحاظ سے) خوب تر ہیں۔''

سیّدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إن أهل الجنة ليتراءون أهل الغرف من فوقهم كما تتراءون الكوكب الدري الغابر في الأفق من المشرق أو المغرب لتفاضل ما بينهم، قالوا: يا رسول الله، تلك منازل الأنبياء لا يبلغها غيرهم؟ قال: بلى والذى نفسي بيده رجال آمنوا بالله وصدقوا المرسلين)) ❸

''جنتی لوگ اپنے سے اوپر کے بالا خانوں والے (جنتیوں) کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم مشرق یا مغرب کے اُفق میں صبح کے وقت اکیلے رہ جانے والے چمکتے ستارے کو دیکھتے ہو، کیونکہ وہ ایک دوسرے سے افضل ہوں گے۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو انبیاء کے محل ہوں گے جنہیں ان کے سوا کوئی اور حاصل نہ کر سکے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ فتح الباري بشرح صحيح البخاري لابن حجر العسقلاني (٢/٣٨١) (ح ٨٤٤).

❷ رواه الإمام احمد۔ الفتح الرباني۔ (٢٤/١٩٣)، والترمذي (٣٦٥٨)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٢٠٣٠)

❸ رواه الإمام احمد۔ الفتح الرباني ۔ (٢٤/١٩٢) ، والبخاري (٦٥٥٥) ، ومسلم (٢٨٣١) واللفظ له ، والترمذي (٢٥٥٦)، وابن حبان ، والطبراني في الكبير

کیوں نہیں؟ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ یہ ان لوگوں کے لیے ہوں گے جو اللہ عزوجل پر ایمان لائے اور انبیاء کی تصدیق کی۔''

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الفتح'' میں ذکر فرمایا ہے کہ ''حدیث میں مشرق اور مغرب کو ذکر کرنے کا فائدہ رفعت کو اور دُوری کی شدت کو بیان کرنا ہے۔ جیسا کہ دوسری احادیث اس بات کو بیان کرتی ہیں کہ مجاہدین کے درجات میں سے ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا کہ آسمان اور زمین کا درمیانی فاصلہ ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إن في الجنة مائة درجة أعدها الله للمجاهدين في سبيل الله بين كل درجتين كما بين السماء والأرض، فإذا سألتم الله فاسألوه الفردوس فإنه أوسط الجنة وأعلى الجنة وفوقه عرش الرحمن ومنه تفجر أنهار الجنة .)) [1]

''بلاشبہ جنت میں سو درجات ہیں جو اللہ عزوجل نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی آسمان و زمین کے درمیان ہے، تم جب بھی اللہ عزوجل سے مانگو تو (جنت) فردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا وسط اور جنت کا بلند ترین مقام ہے، اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔''

ایک دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ مجاہدین کے درجات میں سے ایک سے دوسرے درجہ تک کا درمیانی فاصلہ ایک سو سال کی مسافت کے برابر ہے جیسا کہ سیّدنا کعب بن مرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ارموا أهل صنع، من بلغ العدو بسهم رفعه الله به درجة .)) قال: فقال عبد الرحمن بن أبي النحام: يا رسول الله وما الدرجة؟ قال: فقال رسول الله ﷺ : ((أما إنها ليست بعتبة أمك ولكنها بين الدرجتين مائة عام)) [2]

---

[1] رواه الإمام احمد۔ الفتح الرباني ۔ (١٩٠/٢٤)، والبخاري (٢٧٩٠)، والترمذي (٢٥٢٩).

[2] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني۔ (١٣/١٤)وقال الساعاتي سنده جيدا هـ، ورواه النسائي (٣١٤٤)، وابن حبان، وصححه الألباني في صحيح النسائي (٢٩٤٧).

''اے اہل صناعت (یعنی اے تلوار اور تیر تیار کرنے والو!) ! تیر اندازی کرو، جس کا تیر دشمن تک پہنچے گا اللہ تعالیٰ اس (تیر) کے ساتھ اس (تیر پھینکنے والے) کا ایک درجہ بلند کر دے گا۔

راوی حدیث کہتے ہیں: تو عبدالرحمٰن بن ابی نحام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! درجہ کیا ہے؟ راوی حدیث نے بیان کیا کہ، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ (درجہ) تمہاری والدہ کی چوکھٹ نہیں ہے بلکہ وہ (تو ایسی چیز ہے کہ) دو درجوں کے درمیان سو برس کی مسافت ہے۔''

ایک اور حدیث میں وضاحت موجود ہے کہ ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک کا درمیانی فاصلہ پانچ سو برس کی مسافت کا ہے، جیسا کہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((في الجنة مائة درجة ، ما بين كل درجتين مسيرة خمسمائة عام)) [1]

''جنت میں سو درجات ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان پانچ سو برس کی مسافت ہے۔''

علامہ ابن قیم [2] اور علامہ ابن حجر [3] رحمہما اللہ تعالیٰ کی وضاحت کے مطابق ممکن ہے کہ ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک کے درمیانی فاصلہ میں مذکورہ اختلاف، تیز اور ہلکی چال کے اختلاف کی وجہ سے ہو، یا اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ان درجات کے درمیان بلندی کا اختلاف ہو۔ جیسا کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ: ''جنت کے سو درجات'' والی روایت کبھی لفظ ''في'' کے ساتھ آئی ہے اور کبھی اس کے بغیر روایت کی گئی ہے، اگر تو یہ روایت لفظ ''في'' کے ساتھ محفوظ ہے تو اس سے مراد اس کے تمام درجات ہیں، اور اگر لفظ ''في'' کے بغیر محفوظ ہے تو یہ اس کے بڑے بڑے درجات ہیں جو چھوٹے چھوٹے درجات پر مشتمل ہیں۔ [4]

اہل درجات کے درمیان نعمتوں کا فرق:

بلا شبہ اہل درجات جنت میں ایک نعمت میں نہیں ہوں گے، بلکہ ہر درجہ کا مخصوص سامانِ لطف ہو گا اور ایسی نعمتیں ہوں گی جو اس کے علاوہ کسی دوسرے درجہ میں موجود نہیں ہوں گی، جیسے جیسے درجات بلند

---

[1] رواه الطبراني في الأوسط وقال الألباني في صحيح الترغيب والترهيب : صحيح لغيره (٣٧١٠).
[2] حادي الأرواح إلى بلاد الأفراح (صفحة ١١٨)
[3] فتح الباري بشرح صحيح البخاري لابن حجر العسقلاني (١٣/ ٤٢٤) (ح ٧٤٢٣).
[4] حادي الأرواح إلى بلاد الأفراح (صفحة ١١٨).

ہوتے جائیں گے ویسے ویسے وہ درجات اور ان کے ساتھ ان کی نعمتیں بھی وسیع ہوتی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ۝ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ۝ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ۝ خِتَامُهُ مِسْكٌ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ۝ وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ ۝ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ۝ ﴾

(المطففين: ۲۲تا۲۸)

''یقیناً نیک لوگ بڑی نعمتوں میں ہوں گے۔ تختوں پر (بیٹھے ہوئے) دیکھ رہے ہوں گے۔ تو ان کے چہروں سے ہی نعمتوں کی تروتازگی پہچان لے گا۔ انہیں سربمہر خالص شراب پلائی جائے گی۔ اس کی مہر مشک کی ہوگی، رغبت کرنے والوں کو اسی (کے حصول) میں رغبت کرنی چاہیے، اور اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی جو (جنت کا) ایک چشمہ ہے جس سے مقرب لوگ ہی پئیں گے۔''

مذکورہ بالا آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر میں بعض مفسرین نے وضاحت فرمائی ہے کہ:

''سربمہر خالص شراب بہترین اور عمدہ ترین شراب ہے اور تسنیم جنت کا عمدہ ترین پانی ہے جو صرف مقربین کے لیے ہوگا اور اہل جنت کو یہ (دونوں چیزیں) ملا کر دی جائیں گی۔'' [1]

اسی طرح حدیث میں موجود ہے کہ شہید کا نکاح حورعین میں سے بہتر (۷۲) بیویوں کے ساتھ کیا جائے گا۔ جیسا کہ سیدنا مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((للشهيد عند الله سبع خصال: يغفر له في أول دفعة من دمه، ويرى مقعده من الجنة، ويحلى حلة الإيمان، ويزوج اثنين وسبعين زوجة من الحور العين، ويجار من عذاب القبر، ويأمن من الفزع الأكبر، ويوضع على رأسه تاج الوقار الياقوتة منه خير من الدنيا وما فيها ويشفع في سبعين إنسانا من أهل بيته .)) [2]

[1] التفسير الكبير لفخر الدين الرازي (۹۱/۳۲)، التفسير المنير للزحيلي (۱۲۷/۳۰)، تهذيب مدارج السالكين لابن قيم الجوزية (۲۳۸).

[2] رواه الإمام احمد۔ الفتح الرباني ۔ (۳۰/۱٤)، والترمذي (۱٦٦۳)، والبيهقي، وصححه الألباني في صحيح جامع (۵۱۸۲).

''اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کے لیے سات انعامات ہیں: اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس (کے گناہوں) کو بخش دیا جاتا ہے، جنت میں اس کا مقام اسے دکھا دیا جاتا ہے، اسے ایمان کی عمدہ اور صاف پوشاک پہنائی جاتی ہے، بہتّر (۷۲) حورعین سے اس کا نکاح کر دیا جاتا ہے، اسے عذابِ قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے، وہ (قیامت کے دن کی) سب سے بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا، اس کے سر پر عزت و وقار کا تاج رکھا جائے گا، اس (تاج) کا ایک موتی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اس کے گھر والوں (اعزہ و اقرباء) میں سے ستّر (۷۰) انسانوں کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔''

اسی طرح حدیث رسول ﷺ میں یہ بات بھی موجود ہے کہ اہل جنت میں سے جو سب سے کم درجہ والا شخص ہوگا اسے حورعین میں سے دو بیویاں ملیں گی۔ جیسا کہ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ بلا شبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إن أدنى أهل الجنة منزلة رجل صرف الله وجهه عن النار قبل الجنة ومثل له شجرة ذات ظل فقال أي رب قدمني إلى هذه الشجرة أكون في ظلها ـ وساق الحديث ـ وفيه:

((ويذكره الله: سل كذا وكذا فإذا انقطعت به الأماني قال الله هو لك وعشرة أمثاله قال: ثم يدخل بيته، فتدخل عليه زوجتاه من الحور العين فتقولان: الحمد لله الذي أحياك لنا وأحيانا لك ـ قال فيقول: ما أعطي أحد مثل ما أعطيت)) [1]

''اہل جنت میں سب سے کم درجے والا (جنتی) شخص وہ ہوگا جس کا چہرہ اللہ تعالیٰ جہنم سے پھیر کر جنت کی طرف کر دے گا اور اسے ایک سایہ دار درخت دکھا دے گا۔ تو وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے اس درخت کے پاس لے چل تاکہ میں اس کے سائے میں رہوں اور (ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے) حدیث کو (آخر تک مکمل) بیان کیا۔ اور اس میں (یہ الفاظ بھی) ہیں: اللہ عزوجل اس کو یاد دلائے گا: اس اس طرح فلاں فلاں چیز مانگ۔ تو جب اس کی تمام

[1] رواه الإمام مسلم (۱۸۸).

آرزوئیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیرے لیے یہ سب کچھ اور اس جیسے دس حصے مزید بھی ہیں۔ پھر آپ (نبی کریم ﷺ) نے فرمایا: پھر وہ اپنے (جنت والے) گھر میں داخل ہوگا، تو حور عین میں سے اس کی دو بیویاں اس کے پاس آئیں گی اور وہ دونوں کہیں گی: تمام تعریفیں اس اللہ کی ہیں جس نے آپ کو ہمارے لیے اور ہمیں آپ کے لیے زندہ کیا۔ آپ (نبی کریم ﷺ) نے فرمایا: پھر وہ کہے گا: جتنا کچھ مجھے دیا گیا ہے اتنا کچھ کسی کو نہیں دیا گیا۔"

اسی طرح اہل جنت، جنت میں اپنے درجات اور مراتب کے اختلاف کے ساتھ ساتھ حسن و جمال میں بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے، جیسا کہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أول زمرة تدخل الجنة على صورة القمر ليلة البدر، والذين على إثرهم كأشد كوكب إضاءة، قلوبهم على قلب رجل واحد، لااختلاف بينهم ولا تباغض، لكل امرئ منهم زوجتان كل واحدة منهما يُرى مخ ساقها من وراء لحمها من الحسن، يسبحون الله بكرة وعشيا، لا يسقمون ولايمتخطون ولا يصقون، آنيتهم الذهب والفضة، وأمشاطهم الذهب ووقود مجامرهم الأَلُوَّة.)) [1]

"جنت میں داخل ہونے والے سب سے پہلے گروہ اور جماعت کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے۔ جو جماعت ان کے بعد داخل ہوگی ان کے چہرے سب سے زیادہ چمک دار ستارے کی طرح (روشن) ہوں گے۔ ان کے دل ایک آدمی کے دل کی طرح (ایک دل) ہوں گے کہ ان کے درمیان نہ تو کوئی اختلاف ہوگا اور نہ آپس میں ایک دوسرے سے بغض ہوگا۔ ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی، وہ دونوں اتنی خوبصورت ہوں گی کہ حسن اور خوبصورتی کی وجہ سے ان کی پنڈلیوں کا گودا ان کے گوشت کے پیچھے سے نظر

[1] رواه البخاري (٣٢٤٦)، ومسلم (٢٨٣٤)، وقال ابن حجر في الفتح في قوله ﷺ ((ولكل واحد منهم زوجتان.)) أي من نساء الدنيا (٣٤٧/٦)، وقال النووي مثل ذلك في شرحه على صحيح مسلم (١٧٨/١٧) (ح ٢٨٣٤).

آئے گا۔ وہ (جنتی لوگ) صبح شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں گے، نہ تو وہ کبھی بیمار ہوں گے، نہ ان کی ناک میں کوئی الائش آئے گی اور نہ انہیں تھوک آئے گا، ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے، ان کے کنگھے سونے کے ہوں گے اور ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن الوہ کا ہوگا۔''

''الوہ'' سے مراد ''عود ہندی'' ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أول زمرة تدخل الجنة على صورة القمر ليلة البدر ثم الذين يلونهم على أشد نجم في السماء إضاءة ثم هم بعد ذلك منازل...... الحديث .))

''جنت میں داخل ہونے والی پہلی جماعت کے چہرے (چمک دمک میں) چودھویں رات کے چاند کی شکل جیسے ہوں گے پھر وہ (جنتی) جوان کے بعد (جنت میں داخل) ہوں گے (ان کے چہرے چمک دمک میں) آسمان پر سب سے زیادہ چمکنے اور روشن ہونے والے ستارے کی طرح ہوں گے پھر اس کے بعد بھی ان جنتیوں کے لیے کئی درجات ہوں گے...... الخ'' (باقی حدیث کا ترجمہ وہی ہے جو اوپر گزر چکا ہے۔)

علامہ عراقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ ''ان (اہل جنت) کے درجات کی بلندی اور ان کی فضیلت مختلف ہونے کی حیثیت سے رنگ کی چمک دمک میں بھی ان کے درجات مختلف ہوں گے۔'' [1]

بلاشبہ یہ حسن و جمال کسی معین ومقرر حد پر ٹھہرے گا نہیں بلکہ ہمیشہ بڑھتا جائے گا اور اس میں جدت آتی جائے گی جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إن في الجنة لسوقا فيها كثبان المسك يأتونها كل جمعة ، فتهب ريح الشمال فتحثو في وجوههم وثيابهم، فيزدادون حسنا وجمالا فيرجعون إلى أهليهم قد ازدادوا حسنا وجمالا ، فيقول لهم أهلوهم: والله لقد ازددتم بعدنا حسنا وجمالا ، فيقولون: وأنتم، والله لقد ازددتم حسنا وجمالا .)) [2]

---

[1] طرح التثريب في شرح التقريب للعراقي (٧/٢٣٢٤).

[2] رواه الإمام مسلم (٢٨٣٣).

"بلاشبہ جنت میں ایک بازار ہے جس میں مشک کے ڈھیر ہیں اس (بازار) میں وہ (اہل جنت) ہر جمعہ کو آیا کریں گے، پھر شمالی ہوا چلے گی تو وہاں کا گرد وغبار ان کے چہروں اور کپڑوں پر پڑے گا تو ان کا حسن و جمال زیادہ ہو جائے گا، پھر وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس پلٹ آئیں گے تو ان (گھر والوں) کا حسن و جمال بھی زیادہ ہو چکا ہوگا، ان سے ان کے گھر والے کہیں گے: اللہ کی قسم! ہمارے بعد تو تمہارا حسن و جمال زیادہ ہو چکا ہے، تو وہ کہیں گے: اللہ کی قسم! ہمارے بعد تمہارا حسن و جمال بھی زیادہ ہو چکا ہے۔"

اسی طرح بعض ضعیف اسناد کے ساتھ روایت بیان کی جاتی ہے کہ بلاشبہ اللہ عزوجل کا دیدار کرنے کے لحاظ سے بھی اہل جنت کے درجے ہیں، ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جو صبح و شام اللہ کا دیدار کریں گے اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو ہر جمعہ کو اللہ جل وعلا کا دیدار کریں گے۔

تو (اے محترم قاری!) آپ کے لیے یہ بہت مناسب ہے کہ آپ دنیوی مراتب کے ساتھ اپنے آپ کو راضی نہ کریں بلکہ اپنے رسول محمد ﷺ کی بات کو قبول کرتے ہوئے جنت کے بلند ترین درجات کے حصول کی کوشش کریں تاکہ آپ کو ملنے والی نعمتیں اپنی تمام تر شکلوں کے ساتھ زیادہ ہوتی جائیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فإذا سألتم الله فاسألوه الفردوس فإنه وسط الجنة وأعلى الجنة وفوقه عرش الرحمن ومنه تفجر أنهار الجنة.)) [1]

"تم جب بھی اللہ عزوجل سے سوال کرو تو (جنت) فردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ جنت کا وسط ہے اور جنت کا بلند ترین مقام ہے، اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔"

جنت میں ادنیٰ درجہ:

کیا آپ کو معلوم ہے کہ جنت میں ادنیٰ درجہ اس ساری دنیا اور اس جیسی مزید دس دنیاؤں کی بادشاہت کے برابر ہے؟ تو اس جنت کے اعلیٰ ترین درجات کیسے ہوں گے؟

چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ "رسول اللہ ﷺ نے

---

[1] رواه الإمام أحمد ـ الفتح الرباني ـ (٢٤/ ١٩٠)، والبخاري (٢٧٩٠)، والترمذي (٢٥٢٩).

ارشاد فرمایا:

((إني لأعلم آخر أهل النار خروجا منها، وآخر أهل الجنة دخولا الجنة: رجل يخرج من النار حبوا، فيقول الله له: اذهب فادخل الجنة، فيأتيها، فيخيل إليه أنها ملأى، فيرجع فيقول: يا رب وجدتها ملأى، فيقول الله عزوجل: اذهب فادخل الجنة، قال: فيأتيها، فيخيل إليه أنها ملأى، فيرجع فيقول: ، يا رب وجدتها ملأى، فيقول الله عزوجل له: اذهب فادخل الجنة، فإن لك مثل الدنيا وعشرة أمثالها، أو إن لك مثل عشرة أمثال الدنيا، فيقول: أتسخربي- أو أتضحك بي- وأنت الملك؟ فلقد رأيت رسول الله ﷺ ضحك حتى بدت نواجذه، فكان يقول: ذلك أدنى أهل الجنة منزلة.)) [1]

''بلاشبہ میں اہل جہنم میں سے سب سے آخر میں اس (جہنم) سے نکلنے والے اور اہل جنت میں سے سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والے شخص کو جانتا ہوں۔ ایک شخص جہنم کی آگ سے گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے نکلے گا، تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: جا اور جنت میں داخل ہو جا، تو وہ اس (جنت) میں آئے گا، اسے محسوس ہو گا کہ وہ (جنت) تو بھری ہوئی ہے، تو وہ واپس پلٹ جائے گا اور کہے گا: اے میرے رب! میں نے تو اسے بھری ہوئی پایا ہے۔ اللہ عزوجل فرمائے گا: جا اور جنت میں داخل ہو جا، آپ (ﷺ) نے فرمایا: تو وہ اس (جنت) کے پاس آئے گا، اسے محسوس ہو گا کہ وہ (جنت) تو بھری ہوئی ہے۔ تو وہ پھر واپس پلٹ آئے گا اور کہے گا: اے میرے رب! میں نے تو اسے بھری ہوئی پایا ہے۔ تو اللہ عزوجل اس سے فرمائے گا: جا اور جنت میں داخل ہو جا۔ تجھے دنیا کے برابر اور اس سے دس گنا (یعنی گیارہ دنیاؤں کے برابر) یا دنیا کے دس گنا کے برابر دیا جاتا ہے۔ تو وہ شخص کہے گا: کیا تو میرے ساتھ مذاق کرتا ہے ـــ یا میرے ساتھ تو ہنسی کرتا ہے ـــ حالانکہ تو شہنشاہ ہے؟ (راوی حدیث سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا) میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسکراتے ہوئے

[1] رواه البخاري (٦٥٧١)، ومسلم (١٨٦)، والترمذي (٢٥٩٥).

دیکھا حتی کہ آپ (ﷺ) کی داڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں۔ آپ (ﷺ) فرما رہے تھے: یہ اہل جنت میں سے سب سے کم درجے والا شخص ہو گا۔''

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إن أدنى مقعد أحدكم من الجنة أن يقول له تمن فيتمنى ويتمنى فيقول له: هل تمنيت؟ فيقول: نعم، فيقول له: فإن لك ما تمنيت ومثله معه.)) ❶

''بلاشبہ جنت میں تم میں سے جو سب سے کم درجے کا شخص ہو گا، وہ (اللہ تعالیٰ) اسے فرمائے گا: (تو جس چیز کی چاہے) آرزو اور تمنا کر، تو وہ آرزو کرے گا اور پھر مزید آرزو کرے گا، تو وہ (اللہ تعالیٰ) اس سے فرمائے گا: جو کچھ تو نے آرزو اور تمنا کی وہ اور اس کے ساتھ اتنا ہی مزید تیرے لیے ہے۔''

انہی (سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) کی (روایت کردہ) ایک طویل حدیث جو کہ اہل جنت میں سے سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والے شخص سے متعلق ہے، اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

((حتى إذا انقطعت به الأماني قال الله عزوجل: ذلك لك ومثله معه.)) قال أبو سعيد: وعشرة أمثاله معه يا أبا هريرة، قال أبوهريرة رضي الله عنه ما حفظت إلا قوله ((ذلك لك ومثله معه)) قال أبو سعيد رضي الله عنه أشهد أني حفظت من رسول الله ﷺ قوله: ((ذلك وعشرة أمثاله.)) ❷

''یہاں تک کہ جب اس کی تمام آرزوئیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ عزوجل فرمائے گا: یہ سب کچھ اور اس کے ساتھ اتنا ہی مزید تیرے لیے ہے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! بلکہ اس کے ساتھ اس جیسا دس گنا (مزید دیا جائے گا)، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے! مجھے تو صرف آپ (ﷺ) کا یہ فرمان یاد ہے کہ: یہ اور اس کے ساتھ اتنا ہی مزید تیرے لیے ہے۔ تو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ کا فرمان اس طرح یاد کیا ہے کہ: یہ اور اس جیسا دس گنا (مزید تجھے دیا جاتا

❶ رواه الإمام مسلم (١٨٢).

❷ رواه الإمام مسلم (١٨٢).

ہے۔"

امام نووی رحمہ اللہ نے سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور الفاظ "اور اس کے ساتھ اس کے برابر" اور سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور الفاظ "اور اس کے برابر دس گنا" کے درمیان مطابقت کی وجہ کو بیان کرتے ہوئے ذکر فرمایا کہ:

"ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی روایت کردہ حدیث میں آنے والے الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ارشاد فرمائے، پھر اللہ تعالیٰ نے عزت افزائی فرماتے ہوئے اس انعام کو بڑھا دیا جس کا ذکر ابو سعید (رضی اللہ عنہ) کی روایت کردہ حدیث میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کی خبر دی تو اس وقت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس فرمان کو نہ سن سکے۔" ❶

سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((سأل موسى ربه: ما أدنى أهل الجنة منزلة؟ قال: هو رجل يجيء بعد ما أُدخل أهل الجنة الجنة فيقال له أدخل الجنة فيقول: أي رب وكيف وقد نزل الناس منازلهم وأخذوا أخذاتهم؟ فيقال له: أترضى أن يكون لك مثل ملك ملك من ملوك الدنيا؟ فيقول رضيت رب، فيقول: لك ذلك ومثله ومثله ومثله ومثله. فقال في الخامسة رضيت رب. فيقول لك هذا وعشرة أمثاله ولك ما اشتهت نفسك ولذت عينك. فيقول رضيت رب. قال (أي موسى يسأل ربه): رب فأعلاهم منزلة؟ قال: أولئك الذين أردت، غرست كرامتهم بيدي وختمت عليها، فلم ترعين ولم تسمع أذن ولم يخطر على قلب بشر. قال: ومصداقه في كتاب الله ﴿فلا تعلم نفس ما أخفي لهم من قرة أعين﴾)) ❷

"سیدنا موسیٰ (على نبيا وعليه الصلاة والسلام) نے اپنے رب سے سوال کیا: اہل جنت میں سے سب سے کم درجے والا شخص کون ہوگا؟ تو (اللہ تعالیٰ نے جواب میں) فرمایا: وہ ایسا

---

❶ شرح صحيح مسلم للنووي (٣/٢٨).

❷ رواه الإمام مسلم (١٨٩)، والترمذي (٣١٩٨).

شخص ہوگا جو اہل جنت کو جنت میں داخل کیے جانے کے بعد آئے گا تو اسے کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جا، وہ کہے گا: اے میرے رب! کیسے (داخل ہو جاؤں)؟ (وہاں تو) سب لوگ اپنی اپنی منازل اور مقامات پر اُتر چکے ہیں اورانہوں نے (جو کچھ) حاصل کرنا تھا کر چکے؟ اسے کہا جائے گا: کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ تیرے لیے دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کے ملک کے برابر (ملک) ہو؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! میں راضی ہوں، تو وہ (اللہ عزوجل) فرمائے گا: یہ (سب) تیرے لیے ہے، اور اتنا ہی اور، اور اس کے مثل اور، اور اس جیسا اور، اور اتنا ہی اور اور اسکے مثل اور۔ پانچویں مرتبہ (جب اس سے کہا جائے گا تو) وہ کہے گا: اے میرے رب! میں راضی ہو گیا۔ تو اللہ عزوجل فرمائے گا: یہ اور اس سے دس گنا تیرے لیے اور ہے، (مزید) تیرے لیے وہ کچھ ہے جسے تیرا دل چاہے اور جس سے تیری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ تو وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں راضی ہو گیا۔ (موسیٰ علیہ السلام نے) کہا (یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا: یہ تو سب سے کم درجے والے جنتی کا مرتبہ ہے تو) پھر ان (جنتیوں) میں سے سب سے اعلیٰ درجے والا شخص کون ہوگا؟ (اللہ عزوجل نے) فرمایا: وہ تو وہ لوگ ہیں جن کو میں نے خود منتخب کر لیا ہے۔ میں نے ان کی عزت و بزرگی کو اپنے ہاتھ سے پروان چڑھایا اور اس پر مہر لگا دی ہے، (جو کچھ میں نے ان کے لیے تیار کیا ہے وہ) نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے (اس کا ذکر) سنا اور نہ ہی کسی بشر کے دل میں اس کا خیال گزرا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی کتاب (قرآن مجید) میں اس (بات) کا مصداق (یہ آیت مبارک ہے) تو کسی کو معلوم نہیں ان کے (اچھے) کاموں کے بدلے جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لیے چھپا کر رکھی گئی ہے۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ ''گیارہ مرتبہ'' اور سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ ''ساٹھ مرتبہ'' کے درمیان علامہ عراقی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اس طرح مطابقت قائم کی گئی ہے کہ ''امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا کے کسی بادشاہ کی سلطنت ساری زمین پر تو نہیں ہوتی بلکہ وہ تو اس زمین کے بعض حصے کا مالک ہوتا ہے، بعض بادشاہ ایسے ہوتے ہیں جو زیادہ بادشاہت اور سلطنت کے مالک ہوتے ہیں اور بعض کم سلطنت کے مالک ہوتے ہیں۔ تو اس (ادنیٰ درجہ کے جنتی) شخص کو

دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی ایک بادشاہ کی پانچ سلطنتوں کے برابر (انعام) عطا کیا جائے گا، اور یہ سارے کا سارا (انعام) ساری دنیا کے برابر ہو گا، پھر اس سے کہا جائے گا: تیرے لیے اس کے برابر مزید دس گنا انعام ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: الحمد للہ اس روایت کا معنی و مفہوم سابقہ تمام روایات کے موافق ہے۔ واللہ اعلم۔ ❶

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

((إن أسفل أهل الجنة أجمعين درجة لمن يقوم على رأسه عشرة آلاف خادم بيد كل واحد منهم صحفتان واحدة من ذهب والأخرى من فضة في كل واحدة لون ليس في الأخرى مثله يأكل من آخرها مثل ما يأكل من أولها يجد من آخرها من الطيب .)) ❷

''بلاشبہ تمام اہل جنت میں سے سب سے کم درجے والا جنتی وہ ہو گا جس کے سرہانے دس ہزار خادم کھڑے ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں دو پلیٹیں ہوں گی، ایک سونے کی اور دوسری چاندی کی۔ ہر ایک پلیٹ میں انواع و اقسام کے (ایسے کھانے اور) رنگ ہوں گے کہ ان جیسے دوسری پلیٹ میں نہ ہوں گے۔ وہ جنتی شخص جو کچھ پہلی پلیٹ میں سے کھائے گا وہی کچھ پلیٹ میں سے بھی کھائے گا لیکن دوسری پلیٹ میں (بہت عمدہ اور اعلیٰ قسم کی) حلاوت اور خوشبو محسوس کرے گا۔''

اسی طرح سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہے کہ:

''اہل جنت میں سے سب سے کم درجے والا جنتی شخص اتنی دولت اور نعمتوں سے مالا مال ہو گا کہ اللہ عزوجل نے دنیا کو پیدا کرنے سے لے کر اس کو فنا کرنے تک جتنی نعمتیں پیدا کی ہیں بلکہ اس سے بھی دس گنا زیادہ (نعمتیں اس جنتی شخص کو) عطا کی جائیں گی۔ یہ ملک اور سلطنت ایک سو سال کی مسافت پر پھیلا ہو گا۔''

---

❶ طرح التثريب في شرح التقريب للعراقي (٧/٢٣٢١).

❷ رواه الطبراني في الأوسط وابن المبارك وابن أبي الدنيا، وقال ابن حجر في فتح الباري: أخرجه الطبراني بإسناد قوي (٣٧٣/٦)، وقال السيوطي في البدور السافرة في أمور الآخرة: سند رجاله ثقات، وقال أبو محمد المصري محقق كتاب البدور السافرة في أمور الآخرة للسيوطي إسناده صحيح (ح ١٩٠٠).

تو اے قارئین کرام! آپ میرے ساتھ مل کر اس طویل حدیث کا مطالعہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے کرم اور اس کی قدرت کاملہ کی اُمید رکھتے ہوئے اس حدیث میں مذکور ادنیٰ درجے کے جنتی کے لیے تیار کردہ نعمتوں کے بیان سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں اور تصور کیجیے کہ اعلیٰ درجات کی نعمتوں کا کیا عالم ہوگا؟

((يجمع الله الأولين والآخرين لميقات يوم معلوم قياما أربعين سنة، شاخصة أبصارهم ينتظرون فصل القضاء......فذكر الحديث إلى أن قال:

ثم يقول - يعني الرب تبارك وتعالى- ارفعوا رؤوسكم، فيرفعون رؤوسهم، فيعطيهم نورهم على قدر أعمالهم، فمنهم من يعطى نوره مثل الجبل العظيم يسعى بين يديه، ومنهم من يعطى نوره أصغر من ذلك، ومنهم من يعطى مثل النخلة بيمينه، ومنهم من يعطى نوراً أصغر من ذلك حتى يكون آخرهم رجلًا يعطى نوره على إبهام قدمه يضيء مرة ويطفأ مرة، فإذا أضاء قدم قدمه فمشى، وإذا طفىء قام، قال: والرب أمامهم حتى يمر في النار فيبقى أثره كحد السيف؛ دحض مزلة، قال ويقول: مروا فيمرون على قدر نورهم. ومنهم من يمر كانقضاض الكواكب، ومنهم من يمر كالريح، منهم من يمر كطرفة العين، ومنهم من يمر كالبرق، ومنهم من يمر كالسحاب، ومنهم من يمر كشد الفرس، ومنهم من يمركشد الرجل، حتى يمر الذي يعطى نوره على إبهام قدمه يحبوا على وجهه ويديه ورجليه، تخريد وتعلق يد، وتخر رجل وتعلق رجل، وتصيب جوانبه النار، فلا يزال كذلك حتى يخلص، فإذا خلص وقف عليها فقال: الحمد للّٰه لقد أعطاني ما لم يعط احدًا ؛ إذ نجاني منها بعد إذ رأيتها۔

قال: فينطلق به إلى غدير عند باب الجنة فيغتسل، فيعود إليه ريح أهل الجنة وألوانهم، فيرى ما في الجنة من خلال الباب، فيقول: رب

أدخلني الجنة فيقول الله له: أتسأل الجنة وقد نجيتك من النار؟ فيقول: رب اجعل بيني وبينها حجاب لا أسمع حسيسها. قال! فيدخل الجنة قال: ويرى أو يرفع له منزل أمام ذلك كأن ما هو فيه إليه حلم فيقول: رب أعطني ذلك المنزل، فيقول له: لعلك إن أعطيتكه تسأل غيره؟ فيقول: لا وعزتك لا أسألك غيره وأنى منزل أحسن منه؟ فيعطاه فينزله، ويرى أمام ذلك منزلا كأن ما هو فيه بالنسبة إليه حلم، قال: رب أعطني ذلك المنزل، فيقول الله تبارك وتعالى له: لعلك إن أعطيتكه تسأل غيره؟ فيقول: لا وعزتك لا أسألك غيره وأنى منزل أحسن منه؟ فيعطاه فينزله، قال: ويرى أو يرفع له أمام ذلك منزل آخر كأنما هو فيه إليه حلم، فيقول: أعطني ذلك المنزل، فيقول الله جل جلاله: فلعلك إن أعطيتكه تسأل غيره، قال: لا وعزتك لا أسأل غيره وأي منزل يكون أحسن منه؟ قال: فيعطاه فينزله، قال ثم يسكت، فيقول الله جل ذكره: مالك لا تسأل؟ فيقول: رب قد سألتك حتى قد استحييتك، وأقسمت لك حتى استحييتك، فيقول الله جل ذكره: ألم ترض إن أعطيتك مثل الدنيا منذ خلقتها إلى يوم أفنيتها وعشرة أضعافه؟ فيقول: أتستهزأ بي وأنت رب العزة؟ فيضحك الرب تعالى من قوله. قال: فرأيت عبد الله بن مسعود إذا بلغ هذا المكان من هذا ضحك، فقال له رجل: يا أبا عبد الرحمن قد سمعتك تحدث هذا الحديث مراراً كلما بلغت هذا المكان ضحكت؟ فقال: إني سمعت رسول الله ﷺ يحدث هذا الحديث مراراً كلما بلغ هذا المكان من هذا الحديث ضحك حتى تبدو أضراسه.

قال: فيقول الرب جل ذكره: لا ولكني على ذلك قادر، سل، فيقول: ألحقني، بالناس، فيقول: الحق بالناس. فينطلق يرمل في الجنة،

حتى إذا دنا من الناس رفع له قصر من درة، فيخر ساجداً، فيقال له: ارفع رأسك ما لك؟ فيقول: رأيت ربي- أو تراء ى لي ربي- فيقال له إنما هو منزل من منازلك، قال: ثم يلقى رجلًا فيتهيأ للسجود له فيقال له: مه ما لك؟ فيقول: رأيت أنك ملكٌ من الملائكة! فيقول إنما أنا خازن من خزَّانك وعبد من عبيدك، تحت يدي ألف قهرمان على مثل ما أنا عليه۔

قال: فينطلق أمامه حتى يفتح له القصر، قال: وهو من درة مجوفة سقائفها وأبوابها وأغلاقها ومفاتيحها منها، تستقبله جوهرة خضراء مبطنة بحمراء، فيها سبعون بابا، كل باب يفضي إلى جوهرة خضراء مبطنة، كل جوهرة تفضي إلى جوهرة على غير لون الأخرى، في كل جوهرة سرر وأزواج ووصائف، أدناهن حوراء عيناء، عليها سبعون حلة، يرى مخ ساقها من وراء حللها، كبدها مرآته، وكبده مرآتها، إذا أعرض عنها إعراضة ازدادت في عينه سبعين ضعفًا عما كانت قبل ذلك، وإذا أعرضت عنه إعراضة ازداد في عينيها سبعين ضعفًا عما كان قبل ذلك، فيقول لها: والله لقد ازددت في عيني سبعين ضعفًا وتقول له وأنت والله لقد ازددت في عيني سبعين ضعفًا، فيقال له اشرف فيشرف، فيقال له: ملكك مسيرة مئة عام ينفذه بصرك.

فقال عمر رضي الله عنه: ألا تسمع إلى ما يحدثنا ابن أم عبد يا كعب عن أدنى أهل الجنة منزلاً فكيف أعلاهم؟ قال: يا أمير المؤمنين! ما لا عين رأت ولا أذن سمعت، إن الله جل ذكره خلق داراً جعل فيها ما شاء من الأزواج والثمرات والأشربة، ثم أطبقها فلم يرها أحد من خلقه لا جبريل ولا غيره من الملائكة، ثم قرأ كعب ﴿فلا تعلم نفس ما أُخفي لهم من قرة أعين جزاء بما كانوا يعملون﴾

قال: وخلق دون ذلك جنتين وزينهما بما شاء، وأراهما من شاء من خلقه، ثم قال فمن كان كتابه في عليين نزل في تلك الدار التي لم يرها أحد حتى إن الرجل من أهل عليين ليخرج فيسير في ملكه فلا تبقى خيمة من خيم الجنة إلا دخلها من ضوء وجهه، فيستبشرون بريحه، فيقولون واها لهذا الريح! هذا ريح رجلٍ من أهل عليين قد خرج يسير في ملكه.

قال: ويحك يا كعب! إن هذه القلوب قد استرسلت فأقبضها، فقال كعب: والذي نفس بيده إن لجهنم يوم القيامة لزفرة ما من ملك مقرب، ولا نبي مرسل إلا خر لركبتيه، حتى إن إبراهيم خليل الله ليقول: رب نفسي نفسي، حتى لو كان لك عمل سبعين نبيًا إلى عملك لظننت أنك لا تنجو)) [1]

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ عزوجل ایک معلوم دن کے وقت پر اگلے اور پچھلے (تمام لوگوں) کو اکٹھا فرمالے گا۔ چنانچہ چالیس سال تک لوگ کھڑے رہیں گے، ان کی آنکھیں کھلی اور اُٹھی ہوں گی اور وہ فیصلے کا انتظار کر رہے ہوں گے.......... (سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے) اس فرمان تک حدیث کو بیان فرمایا:

پھر وہ ــ یعنی رب تبارک وتعالیٰ ــ ارشاد فرمائے گا: اپنے سروں کو اُٹھاؤ، وہ اپنے سروں کو اُٹھائیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے اعمال کے مطابق ان کو ان کے حصے کا نور عطا فرمائے گا۔ ان میں سے بعض لوگ ایسے ہوں گے جنہیں ایک بہت بڑے پہاڑ کی طرح کا نور دیا جائے گا جو ان کے آگے چلے گا، ان میں سے بعض لوگ ایسے ہوں گے جنہیں اس سے کم نور اور روشنی دی جائے گی، ان میں سے بعض ایسے ہوں گے جنہیں ان کے دائیں جانب کھجور کے

---

[1] رواه ابن أبي الدنيا ، والطبراني، والحاكم، وقال صحيح الإسناد (٤/٥٩٠) ووافقه الذهبي، وقال المنذري في الترغيب والترهيب: وأحد طرق الطبراني صحيح واللفظ له ٥١ (٤/٥٠٦)، وصححه الألباني في صحيح الترغيب والترهيب (٣٧٠٤)۔

درخت کی طرح روشنی اور نور دیا جائے گا اور بعض لوگ ایسے ہوں گے جنہیں اس سے بھی کم اور چھوٹا نور دیا جائے گا، یہاں تک کہ ان سب کے آخر میں ایک آدمی ہوگا جسے اس کے حصے کا نور اس کے قدم کے انگوٹھے پر دیا جائے گا جو ایک مرتبہ چمکے گا اور ایک مرتبہ بجھ جائے گا، جب وہ نور چمکے گا تو وہ شخص اپنا قدم آگے بڑھا کر چلنا شروع کر دے گا، اور جب وہ نور بجھ جائے گا تو وہ شخص کھڑا ہو جائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: تار (کی مانند پل) ان سب کے سامنے ہوگا جو کہ آگ میں سے گزر رہا ہوگا جس کے اثرات تلوار کی دھار کی طرح تیز ہوں گے اور انتہائی پھسلتی جگہ ہوگی، آپ (ﷺ) نے فرمایا: پھر (اللہ تعالیٰ کا) فرمان جاری ہوگا: (اس پل پر سے) گزرو، تو وہ اپنے نور کے مطابق گزریں گے۔ ان لوگوں میں سے بعض ایسے ہوں گے جو (اس پل پر سے اس تیزی سے) گزر جائیں گے جس طرح ستارہ ٹوٹ کر گرتا ہے، ان میں سے بعض ہوا کی (سی تیزی کی) طرح گزر جائیں گے، بعض پلک جھپکنے (کی سی تیزی) کی طرح گزر جائیں گے، بعض بجلی کی طرح اور بعض بادل کی طرح، بعض گھوڑے کے چلنے کی طرح اور بعض آدمی کے دوڑنے اور چلنے کی طرح گزر جائیں گے، حتیٰ کہ وہ شخص گزرے گا جسے اس کے حصے کا نور اس کے قدم کے انگوٹھے پر دیا گیا تھا، وہ اپنے چہرے، ہاتھوں اور اپنے قدموں کے بل گھسٹ کر چلے گا، ایک ہاتھ (پھسل کر) گرے گا اور دوسرا لٹکا رہے گا، ایک پاؤں (پھسل کر) گرے گا تو دوسرا لٹکا رہے گا اور (جہنم کی) آگ اس کے پہلوؤں تک پہنچ کر (جلا رہی ہوگی) حتیٰ کہ وہ اسی طرح (گرتے پڑتے جہنم کی آگ سے) نجات پا جائے گا۔ جب وہ نجات پائے گا تو اس (جہنم کی آگ کے کنارے) پر کھڑا ہو کر کہے گا: ''تمام تعریفیں اس اللہ کی ہیں جس نے مجھے وہ کچھ عطا کیا جو اس نے کسی دوسرے کو عطا نہیں کیا، کہ اس نے مجھے (جہنم کی) اس (آگ) سے نجات دی جس کو میں دیکھ چکا تھا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: تو اسے جنت کے دروازے کے قریب واقع ایک چھوٹی نہر یا تالاب کی طرف چلایا جائے گا، وہ (اس میں) غسل کرے گا، پھر اہل جنت کی (طرف سے) ایک ہوا اس کی طرف چلے گی اور (وہ ان کو ملنے والی) انواع و اقسام کی (نعمتوں کو محسوس کرے گا)، تو وہ (جنت کے) دروازے کی درزوں سے جنت میں پائی جانے والی نعمتوں کا نظارہ کرے گا،

پھر وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے جنت میں داخل کر دے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا تو جنت کا سوال کرتا ہے حالانکہ میں نے تو تجھے جہنم کی آگ سے بچا لیا ہے؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! پھر میرے اور اس (جنت) کے درمیان پردہ حائل کر دے تاکہ میں اس کا کھٹکا بھی نہ سن سکوں۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا: پھر وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اس کے بعد آپ (ﷺ) نے فرمایا: تو وہ (اندر داخل ہو کر) دیکھے گا یا اس (جنت کے دروازے) کے سامنے اس کے لیے ایک مکان اور منزل کو بلند کیا جائے گا (وہ اس منزل میں ایسی چیزیں دیکھے گا) گویا کہ جو کچھ اس میں ہے، وہ سارے کا سارا اس کا ایک خواب ہے۔ تو وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے یہ مکان اور منزل عطا فرما دے، تو رب تعالیٰ اسے فرمائے گا: ممکن ہے کہ اگر میں تجھے یہ عطا کر دوں تو تو (مجھ سے) اس کے علاوہ بھی (کچھ اور) مانگے؟ تو وہ شخص کہے گا: نہیں، مجھے تیری عزت کی قسم! میں اس کے علاوہ تجھ سے کچھ نہیں مانگوں گا اور اس سے عمدہ اور اچھی منزل کہاں ہو سکتی ہے؟ تو اسے وہ (منزل) عطا کر دی جائے گی۔ اور وہ اس میں اُتر (کر قیام پذیر ہو) جائے گا، پھر وہ اس منزل کے سامنے ایک اور منزل دیکھے گا اس میں جو کچھ ہو گا وہ اس (پہلی منزل میں موجود انعام و اکرام) کی نسبت اس کے لیے گویا کہ ایک خواب ہو گا، وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے یہ منزل عطا کر دے۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے فرمائے گا: اگر میں تجھے یہ (منزل) عطا کر دوں تو عین ممکن ہے کہ تو پھر اس کے علاوہ کوئی (اور منزل) مانگنی شروع کر دے؟ وہ کہے گا: نہیں، تیری عزت کی قسم! میں تجھے اس کے علاوہ (کسی منزل کے بارے میں) نہیں کہوں گا، بھلا اس سے عمدہ منزل بھی کوئی ہو سکتی ہے؟ تو اسے وہ (منزل) عطا کر دی جائے گی۔ چنانچہ وہ اس میں اُتر (کر قیام پذیر ہو) جائے گا۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا: وہ دیکھے گا یا اس کے سامنے اس منزل کے بالمقابل ایک اور منزل پیش کی جائے گی جس کے اندر موجود نعمتیں گویا کہ اس کا ایک خواب ہیں۔ وہ کہے گا: مجھے یہ منزل عطا کر دے۔ اللہ جل جلالہ فرمائے گا: اگر میں تجھے یہ عطا کر دوں ممکن ہے تو اس کے علاوہ کچھ اور مانگنے لگ جائے، وہ کہے گا: نہیں، تیری عزت کی قسم! میں اس کے علاوہ کچھ نہ مانگوں گا، بھلا اس سے اچھی منزل کون سی ہو سکتی ہے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: اسے وہ (منزل) عطا کر دی جائے

گی تو وہ اس پر اُتر جائے گا۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا: پھر وہ خاموش ہو جائے گا، تو اللہ جل ذکرہ فرمائے گا: تجھے کیا ہو گیا ہے (مزید) سوال (کیوں) نہیں کرتا؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے تجھ سے اتنا سوال کیا اور اتنی تیرے سامنے قسمیں کھائیں کہ اب مجھے تجھ سے شرم محسوس ہوتی ہے۔ تو اللہ جل ذکرہ فرمائے گا: کیا تو (اس بات پر) راضی نہیں کہ میں تجھے اتنی (نعمتیں) عطا کروں جتنی میں نے دنیا کو پیدا کرنے سے لے کر اسے فنا کرنے تک پیدا کیں، بلکہ اس سے بھی دس گنا زیادہ (عطا کروں؟) وہ کہے گا: (اے اللہ!) کیا تو میرے ساتھ مذاق کرتا ہے حالانکہ تو تو رب العزت ہے؟ تو اللہ تعالیٰ اس کی (اس) بات سے مسکرا دے گا۔ (راوی حدیث) نے بیان کیا: میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اس (حدیث کے بیان کے وقت اس) مقام پر پہنچ کر مسکرا دیے۔ ان سے ایک شخص نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! میں نے آپ سے اس حدیث کو کئی مرتبہ سنا ہے۔ آپ جب بھی اس مقام پر پہنچتے ہیں آپ مسکرا دیتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس حدیث کو کئی مرتبہ سنا ،آپ (ﷺ) جب بھی اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچتے تو آپ مسکرا دیتے حتیٰ کہ آپ (ﷺ) کی داڑھیں مبارک ظاہر ہو جاتیں۔''

آپ (ﷺ) نے فرمایا: رب تعالیٰ جل ذکرہ فرمائے گا: نہیں، بلکہ میں تو اس پر قادر ہوں، تو سوال تو کر، وہ کہے گا: مجھے لوگوں کے ساتھ ملا دے، (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: جا لوگوں کے ساتھ مل جا۔ تو وہ جنت میں تیز تیز چلنا شروع کر دے گا، حتیٰ کہ جب وہ لوگوں کے قریب پہنچے گا تو اس کو اپنے سامنے شاندار اور بڑے موتیوں کا ایک محل نظر آئے گا، چنانچہ وہ سجدے میں گر پڑے گا، اسے کہا جائے گا: تجھے کیا ہو گیا ہے اپنا سر تو اُٹھا؟ وہ کہے گا: میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے ـــ یا مجھے میرا رب نظر آیا ہے ـــ اسے کہا جائے گا: وہ تو تیری منزلوں میں سے ایک منزل ہے، آپ (ﷺ) نے فرمایا: پھر اس کی ملاقات ایک آدمی سے ہو گی جسے وہ سجدہ کرنے کے لیے تیار ہو جائے گا۔ اس سے کہا جائے گا: رُک جا تجھے کیا ہو گیا ہے؟ وہ کہے گا: مجھے لگتا ہے کہ تو تو فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے! وہ (آگے سے جواب میں) کہے گا: میں تو تیرے دربانوں میں سے ایک دربان اور تیرے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں اور میرے

ماتحت میرے ہی جیسے ایک ہزار دربان اور خزانچی مزید ہیں۔

آپ (ﷺ) نے فرمایا: وہ آگے کی طرف چلنا شروع کرے گا حتی کہ اس کے لیے محل کو کھول دیا جائے گا، فرمایا: وہ محل شان دار، خول دار اور بڑے موتیوں سے بنا ہوا ہوگا کہ اس کی چھتیں، دروازے، تالے اور ان کی چابیاں انہی موتیوں کی ہوں گی، (جب وہ اس محل میں داخل ہو گا تو) اس کے بالکل سامنے سبز رنگ کے نگینوں والے قیمتی پتھر ہوں گے جو اندر سے سرخ رنگ کے ہوں گے، ان میں ستر دروازے ہوں گے، ہر دروازہ ایک سبز رنگ کے مخفی اور نگینوں والے قیمتی پتھر کی طرف کھلتا ہوگا، ہر نگینوں والا قیمتی پتھر اپنے سے مختلف رنگ اور مختلف قسم کے قیمتی نگینوں والے پتھر تک پہنچ رہا ہوگا، ہر خول دار نگینوں والے قیمتی پتھر میں بہت سے تخت، بیویاں اور نوعمر لڑکیاں ہوں گی، ان میں سے ادنیٰ ترین ''حور عیناء'' ہوگی، جس پر ستر عمدہ پوشاکیں ہوں گی، اس کی پنڈلی کا گودا اس کی پوشاکوں کے پیچھے سے دکھائی دے گا۔ اس (حور) کا جگر اس (جنتی) کا آئینہ ہوگا اور اس (جنتی) کا جگر اس (حور) کا آئینہ ہوگا۔ جب وہ جنتی ایک مرتبہ اس سے رُخ پھیر کر اسے دیکھے گا تو اس کی نگاہ میں پہلے سے ستر گنا زیادہ عمدہ اور خوبصورت ہو چکی ہو گی، اسی طرح جب وہ حور اس سے رُخ پھیر کر اسے دوبارہ دیکھے گی تو وہ اس کی نگاہوں میں پہلے سے ستر گنا زیادہ عمدہ اور خوبصورت ہو چکا ہوگا۔ وہ جنتی اس سے کہے گا: اللہ کی قسم! تو تو میری نگاہوں میں ستر گنا زیادہ عمدہ اور خوبصورت ہو چکی ہے تو وہ حور بھی اسے کہے گی: اللہ کی قسم! آپ بھی میری نگاہ میں ستر گنا زیادہ عمدہ اور خوبصورت ہو چکے ہیں۔ اس سے کہا جائے گا: دیکھ، تو وہ دیکھے گا، پھر اس سے کہا جائے گا: تیری مملکت اور سلطنت ایک سو سال کی مسافت تک اس طرح پھیلی ہوئی ہے کہ تیری نظر با آسانی ایک حد سے دوسری حد تک پہنچ سکتی ہے۔''

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (یہ حدیث سن کر) فرمایا: اے کعب رضی اللہ عنہ! اہل جنت میں سے ادنیٰ درجے کے جنتی کے متعلق جو حدیث ہم سے ابن ام عبد نے بیان کی ہے، کیا آپ نے اس کو نہیں سنا (اگر یہ مقام ادنیٰ جنتی کا ہے) تو اعلیٰ درجے کا جنتی کیسا ہوگا؟ انہوں (کعب رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! (اعلیٰ درجہ کے جنتی کے لیے وہ کچھ ہوگا) جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے، اللہ جل ذکرہ نے ایک گھر بنایا، اس میں اپنی مرضی سے ازواج (مطہرات)، پھل اور پینے کی چیزیں رکھیں، پھر اس کے مختلف پورشن بنائے (وہ

ایسا گھر ہے کہ اس کے اندر موجود چیزیں تو کجا) اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے تو کسی نے، حتیٰ کہ نہ تو جبریل علیہ السلام نے اور نہ ہی ان کے علاوہ دوسرے فرشتوں میں سے کسی فرشتے نے اس گھر کو دیکھا تک نہیں ہے، پھر سیّدنا کعب رضی اللہ عنہ نے (قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ) تلاوت فرمائی: ''کسی جان کو معلوم تک نہیں کہ ان (جنتیوں) کے لیے ان کے اعمال کی جزا کے طور پر آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے؟

آپ (سیّدنا کعب رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے دو جنتیں تیار کی ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق ان کو مزین کیا ہے، اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہا وہ دونوں جنتیں دکھا دی ہیں، پھر آپ نے فرمایا: جس شخص کا نامۂ عمل علیین (اعلیٰ درجہ کے جنتی لوگ) میں ہوگا وہ اس گھر میں جسے کسی نے نہیں دیکھا اُترے گا۔ حتیٰ کہ علیین والوں میں سے ایک شخص نکل کر اپنی مملکت میں چلنا شروع کرے گا تو وہ جنت کے ہر خیمہ میں اپنے چہرے کی چمک دمک سے داخل ہوگا۔ سب جنتی لوگ اس کی مہک پا کر خوش ہو کر کہیں گے: اس مہک اور خوشبو کے کیا کہنے! یہ مہک اور خوشبو علیین والوں میں سے صرف اس شخص کی ہوگی جو اپنی مملکت کی سیر کرنے کے لیے نکلا ہوگا۔

(سیّدنا عمر بن خطاب امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے) فرمایا: اے کعب! کیا بات ہے (ہمارے) یہ دل تو بہت مانوس ہو چکے ہیں ان کو کنٹرول کر، تو کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، بلاشبہ جہنم قیامت کے دن اس طرح سے بھڑک رہی ہوگی کہ (اس کو دیکھ کر) مقرب فرشتے اور نبی رسول اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے، حتیٰ کہ اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام فرمائیں گے: اے میرے رب! میری جان، میری جان (کو بچا لے) حتیٰ کہ اگر آپ کے اعمال (صالحہ) کے ساتھ ستر نبیوں کے اعمال (صالحہ) بھی مل جائیں میرا گمان ہے کہ (اس لمحہ سے) تب بھی آپ نجات نہ پا سکیں گے۔

جنت میں اعلیٰ درجہ:

جہاں تک جنت میں اعلیٰ درجہ کا تعلق ہے تو وہ درجہ ''وسیلہ'' ہے، جو صرف ایک شخص کے لیے ہے اور وہ شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((سلوا الله لي الوسيلة أعلى درجة في الجنة لا ينالها إلا رجل واحد وأرجو أن أكون أنا هو.)) [1]

---

[1] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني (٣٠٧/١٤)، والترمذي (٣٦١٢)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٣٦٣٦).

''تم میرے لیے جنت میں اعلیٰ درجے وسیلہ کا اللہ سے سوال کیا کرو۔ وہ درجہ صرف ایک شخص کو ملے گا اور مجھے اُمید ہے کہ وہ شخص میں ہوں گا۔''

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إن الوسيلة درجة عند الله ليس فوقها درجة فسلوا الله أن يوتينيها على الخلق يوم القيامة .)) [1]

''وسیلہ اللہ کے ہاں ایک درجہ ہے جس سے اوپر کوئی درجہ نہیں ہے، تم اللہ سے سوال کیا کرو کہ اللہ قیامت کے دن تمام مخلوق میں سے مجھے وہ درجہ عطا فرمائے۔''

جنت میں درجات کیوں ہیں؟

جس طرح لوگ دنیا میں مرتبوں اور منصبوں کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں، اسی طرح آخرت میں بھی ان میں سے ہر ایک اپنے نیک اعمال کے مطابق بہت سے درجات میں دوسروں پر فوقیت اور برتری پا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴾ (الاسراء: ۲۱)

''آپ دیکھیے کہ ان میں سے بعض کو بعض پر ہم نے کس طرح فضیلت دے رکھی ہے اور آخرت تو درجات میں اور فضیلت کے اعتبار سے بہت بڑی اور بہت بڑھ کر ہے۔''

بہت سے لوگوں نے اُمید و رجا والی احادیث کو پڑھ لینے کے بعد غلطی کی، ان پر توکل کیا، ان کو سمجھنے میں غلطی کی اور جنت کے درجات میں رفعت اور بلندی پانے کے لیے نیک اعمال میں سبقت نہ کی۔ بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان:

((من شهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله حرم الله عليه النار)) [2]

''جس شخص نے گواہی دی کہ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اس پر اللہ نے جہنم کی آگ کو حرام کر دیا ہے۔''

---

[1] رواه الإمام احمد۔ الفتح الرباني ۔ (۳/ ۳۰) ، وابن مردويه ، وحسنه الألباني في صحيح الجامع (۱۹۸۸).

[2] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني۔ (۱/ ٤۷)، ومسلم (۲۹)، والترمذي (۲٦۳۸) عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه.

سے یہ مفہوم اخذ کیا ہے کہ ان کے لیے اسلام میں صرف یہ دو گواہیاں دینا یا اسلام کے پانچ ارکان کی ادائیگی ہی کافی ہے۔ اسکے نتیجہ میں انہوں نے جنت میں ان کے درجات کو بلند کرنے والے تمام اچھے اور قابل تعریف اعمال کو ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

((من صام رمضان وصلى الصلاة وحج البيت، قال الراوي: لا أدري أذكر الزكاة أم لا، إلا كان حقًا على الله أن يغفرله إن هاجر في سبيل الله أو مكث بأرضه التي ولد بها، قال معاذ: ألا أخبر بها الناس، فقال رسول الله ﷺ: ذر الناس يعملون، فإن في الجنة مائة درجة ما بين كل درجتين كما بين السماء والأرض.)) [1]

''جو شخص رمضان کے روزے رکھے، نماز ادا کرے اور بیت اللہ کا حج کرے، راوی حدیث نے کہا: مجھے یاد نہیں کہ آپ نے زکاۃ کا ذکر کیا ہے کہ نہیں؟ تو اللہ پر حق ہو جاتا ہے کہ اللہ اس کو معاف کر دیتا ہے اگرچہ اس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی ہو یا وہ اپنی اس جگہ پر ٹھہرا رہے جس میں وہ پیدا ہوا۔ معاذ (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی: کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دے دوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو عمل کرنے دے۔ یقیناً جنت میں سو درجات ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔''

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((أعدها الله للمجاهدين في سبيل الله.)) [2]

''اللہ نے وہ درجے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کیے ہیں۔'' آپ ﷺ کے فرمان ''لوگوں کو عمل کرنے دے'' کا معنی ہے کہ انہیں چھوڑ دے کہ وہ نیک عمل کریں تاکہ وہ جنت میں اعلیٰ درجات کو حاصل کر سکیں۔ یہ بہت اہم معاملہ ہے لیکن اکثر لوگ اس سے غافل ہیں، انہوں نے اپنے آپ کو اُمید و رجاء کی احادیث کے ساتھ معلق کر رکھا ہے اور نیکی کے کاموں میں سبقت کرنے کی ہمت ہی نہیں کرتے۔ نتیجتاً ان کی

[1] رواه الترمذي (٢٥٣٠) وصححه الألباني في صحيح الترمذي (٢٠٥٥).

[2] رواه البخاري (٢٧٩٠).

نیکیاں کم رہ جاتی ہیں اور وہ جنت کے اعلیٰ درجات کے مستحق ہی نہیں ٹھہر پاتے۔

بعض لوگوں میں بہت ہی عجیب بات (دیکھنے کو ملتی) ہے وہ یہ کہ اگر کسی کے دوست واحباب میں سے کوئی ایک بھی ایک درہم زیادہ کمانے لگ جائے یا کسی بلند منصب پر فائز ہو جائے تو اس کا سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور اس پر اس کی زندگی تنگ پڑ جاتی اور مکدّر ہو جاتی ہے پھر وہ اپنے دوست سے آگے بڑھنے اور اس کا مقابلہ کرنے کی سر توڑ کوشش کرتا ہے، جب کہ اسی شخص میں یہ احساس اور مقابلے کا یہ جذبہ اطاعت وفرماں برداری اور نیک اعمال کے میدان میں ہمیں نظر نہیں آتا۔ کیا ہم دنیا کے فانی درجات کے حصول کے لیے تو باہم مقابلہ کریں اور جنت کے باقی درجات کو چھوڑ بیٹھیں؟

ہم میں سے ملازم پیشہ شخص سخت تگ و دو کرتا ہے تا کہ وہ معاشرے میں بلند مقام پا کر خوش حال زندگی بسر کر سکے پھر آپ اسے دیکھتے ہیں کہ وہ ملازمت سے متعلقہ مقابلوں میں شریک ہوتا ہے یا اعلیٰ ڈگری کے حصول کے لیے اپنے اہل سے دُور چلا جاتا ہے اور اپنی ملازمت کے زینہ میں اپنی ترقی کو تلاش کرتا ہے تا کہ اس حلقہ میں اس کا مقام و مرتبہ بلند ہو سکے اس کے نتیجہ میں اس کی سوسائٹی اور معاشرہ میں اس کا مقام و مرتبہ بلند ہو جاتا ہے باوجود اس کے کہ یہ ملازمت، یہ مقام اور یہ کرسی جس پر وہ اتنا حریص ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے اتنی کوشش کرتا ہے، یہ اس پر ہمیشہ ہرگز نہ رہے گا اور کبھی تو اس مقام پر پہنچنے سے پہلے ہی مر جاتا ہے لیکن دنیا کے معاملے میں انسان کی بلند پروازی اسی طرح رہتی ہے۔ جب کہ مؤمن، عقل مند اور سمجھ دار آدمی کو چاہیے کہ وہ جنت میں اپنے درجات کی بلندی کے لیے پوری طرح متوجہ ہو اور اس کا شوق رکھے جس میں وہ (داخل ہو کر) ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا تا کہ ان میں اس کی نعمتیں، اس کی بادشاہت، لذت اور سعادت بڑھتی چلی جائے۔

ہم ان درجات کو کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟

جنت کے بلند و بالا درجات اور بالا خانے مال، جاہ وجلال اور اولاد کی کثرت کے ذریعے حاصل نہیں کیے جا سکتے بلکہ یہ تو ایمان اور عمل صالح کی بدولت انسان کا مقدر بنتے ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَآ أَمْوَالُكُمْ وَ لَآ أَوْلَادُكُم بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى إِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَأُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَ هُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴾

(سبا: ۳۷)

''تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تمہیں ہماری نزدیکی کا درجہ نہیں دلوا سکتیں البتہ جو کوئی ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو ایسے لوگوں کو ان کے اعمال کا دوہرا ثواب ملے گا اور وہ بالا خانوں میں امن سے رہیں گے۔''

اللہ جل جلالہ نے ہمیں آگاہ فرمایا ہے کہ تمام مؤمنین جو نیک اعمال کریں گے ان کے لیے جنت میں بلند درجے ہوں گے۔ چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّأْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝ ﴾

(طه : ۷۵)

''اور جو کوئی ایمان والا ہو کر نیک عمل کر کے اس (اللہ جل جلالہ) کے پاس حاضر ہوگا تو ایسے ہی لوگوں کو بلند درجات ملیں گے۔''

اسی طرح ہمارے رسول ﷺ نے ہمارے سامنے بیان فرمایا ہے کہ ہر نیک عمل ہماری نیکیوں کو زیادہ کرتا اور ہمارے درجات کو بلند کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے (اپنے صحابی) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ان کی بیماری کے دوران ارشاد فرمایا:

((إنك لن تخلف فتعمل عملا تبتغي به وجه الله إلا ازددت درجة ورفعة .)) [1]

''بلاشبہ آپ کو پیچھے چھوڑا گیا ہے، آپ (پیچھے رہ کر) جو عمل بھی کریں گے اس کے بدلہ میں آپ کے درجہ اور رفعت میں اضافہ ہی ہوگا۔''

اس کتاب میں بعض ان اعمال کا بیان ہے جنہیں نبی کریم ﷺ نے خاص طور پر ذکر فرمایا ہے کہ یہ اعمال جنت میں اور اللہ عزوجل کے ہاں مؤمن کے درجات کو بلند کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ ہم پر ضروری ہے کہ ہم نعمتوں والی جنتوں میں، سچی صحبت میں قدرت والے بڑے بادشاہ کے ہاں اپنے درجات کی بلندی کے لیے کوشش کریں۔

اے میرے محترم قاری بھائی! آپ اپنے اوپر اس بات کو لازم کرلیں کہ آپ بھی ان اعمال کی بے انتہا

[1] رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني- (۱۸۳/۱۵)، والبخاري واللفظ له (۶۳۷۳)، ومسلم (۱۶۲۸)، وأبوداود (۲۸۶٤)، والترمذي (۲۱۱٦).

کوشش کریں گے کہ جن اعمال کو اپنانے میں سلف صالحین نے سبقت کی۔ ان کو اپنا کر اعلیٰ جنتوں میں بلند مقام حاصل کیا اور ان اعمال کے ساتھ رحمٰن کی رضا کو حاصل کیا۔

اُمید بہار رکھ! نا اُمید نہ ہو:

بعض لوگ اپنی کم ہمتی کی وجہ سے سلف صالحین کی نیکیوں میں سبقت اور ان کے نقش قدم پر چلنے کے معاملے میں بے بسی اور کوتاہی کا شکار ہو جاتے ہیں، خصوصاً جب وہ بہت سے ماہر سلف صالحین کی سیرتوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان کی جدو جہد، عمل، کمال درجات کے حصول میں ان کی تگ و دو، اپنے نفسوں کا سخت محاسبہ کرنا، اس دین کے لیے بہت کچھ قربان کرنا اور اس ثواب کی مقدار کا مشاہدہ کرتے ہیں جو ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی منتظر ہے، تو وہ سمجھتے ہیں کہ ان لوگوں سے آگے بڑھنے یا ان کی ہمسری کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اور شاید کہ زبان حال سے کہتے ہوں کہ سلف صالحین نے ہمارے لیے کچھ بھی تو نہیں چھوڑا کہ جو ہم کر سکیں بلکہ ان کو یہ خیال آتا ہے کہ یہ سلف صالحین جنت میں تمام درجات تو حاصل کر چکے ہیں اور جو کچھ سلف صالحین حاصل کر چکے ہیں اسے وہ حاصل نہیں کر سکتے اور پھر وہ نا اُمید ہو جاتے ہیں دوسری طرف شیطان ان کے اعمال کی عدم قبولیت کا وسوسہ پیدا کرتا ہے یا (اس طرح وسوسہ ڈالتا ہے) کہ ان کے اعمال کا تقدیم و تاخیر سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ جنت کا داخلہ عمل کے ساتھ نہیں بلکہ اللہ کی رحمت کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔

لیکن میرے محترم قاری بھائی! خوب جان لیجیے کہ اللہ کا فضل آپ کے تصور سے بھی زیادہ وسیع ہے اور اس کی رحمت ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ بلاشبہ جنت، صرف ایک جنت نہیں بلکہ بہت سی جنتیں ہیں اور ہر جنت میں درجات اور منازل ہیں اور اللہ عزوجل ان جنتوں کی فراخی اور وسعت کے مطابق جلد ہی نئی مخلوق پیدا کر کے ان کو جنت کے گردونواح میں آباد کر دے گا۔ چنانچہ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لا تزال جهنم يلقى فيها وتقول هل من مزيد حتى يضع رب العزة قدمه فينزوي بعضها على بعض وتقول قط قط بعزتك وكرمك، ولا يزال في الجنة فضل حتى ينشئ الله لها خلقا فيسكنهم فضل

الجنة .)) ❶

''جہنم میں (جہنمیوں کو) ڈالا جاتا رہے گا اور وہ کہتی رہے گی کیا کچھ اور بھی ہے؟ حتی کہ رب العزت اپنا قدم (اس پر) رکھے گا تو اس (جہنم) کا بعض حصہ بعض حصے پر چڑھ جائے گا پھر وہ کہے گی: تیری عزت اور تیرے کرم کی قسم! بس بس۔ اور جنت میں اضافہ اور زیادتی ہوتی رہے گی حتی کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک مخلوق پیدا کرے گا، جنہیں وہ جنت کے اضافی اور زائد حصہ میں آباد فرمائے گا۔''

لہٰذا آپ ان بلند و بالا درجات کے حصول کی تیاری کریں اور بلند ہمت بنیں۔

ہے جذبہ جنوں تو ہمت نہ ہار:

سمجھ دار مؤمن کو چاہیے کہ وہ جنت میں اپنے درجہ کو بلند کرنے کی حرص رکھے کہ جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ جیسا کہ بہت سے لوگوں کے اپنے دنیوی اُمور میں بہت بلند و بالا ارادے اور خواہشات ہوتی ہیں۔ آخرت کے معاملے میں تو اس سے کہیں زیادہ شدید اور بلند و بالا آرزوئیں اور ارادے ہونے چاہئیں۔ جب کہ ہمارے رسول ﷺ نے ہمیں جنت کا سوال کرنے کے وقت حکم دیا ہے کہ ہم اللہ سے فردوسِ اعلیٰ کا سوال کیا کریں، نہ کہ اسطرح کہا کریں جس طرح بعض کم ہمت اور پیچھے رہنے والے کہتے ہیں کہ ''اے اللہ! مجھے جنت (میں جگہ) عطا کر دے اگر چہ اس کے دروازے کے پاس ہی ہو۔'' بلکہ ہم اللہ سے بلند درجات کا سوال کریں۔

آپ کا نفس تو ہمیشہ بہت زیادہ بلندیوں کی خواہش اور شوق رکھنے والا ہونا چاہیے جیسا کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا (نفس) تھا کہ پہلے امارت ان کی خواہش تھی، پھر جب وہ مدینہ کے امیر بن گئے تو ان کا نفس خلافت کی خواہش کرنے لگا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اُمت اسلامیہ پر خلافت کی ذمہ داری عطا فرمائی تو ان کا نفس اس سے بھی اعلیٰ درجے کی، پرانی نہ ہونے والی بادشاہت اور نہ ختم ہونے والی آنکھوں کی ٹھنڈک، جنت کا بے حد شوق رکھنے لگا۔ پھر وہ باقی رہنے والے درجات کی حرص میں خلافت بلکہ ساری دنیا کو حقارت اور بے رغبتی کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے چھوڑ کر الگ ہو گئے۔ آپ کا نفس تو اس قسم کے بے حد شوقین نفس جیسا ہونا چاہیے جسے آپ پہچان چکے ہیں کہ اس نے کس چیز کو اختیار کیا اور کس چیز کو ترجیح دی ہے۔

---

❶ رواه البخاري (٦٦٦١)، ومسلم (٢٨٤٨).

آپ کو علم ہونا چاہیے کہ اللہ کا سامان بہت قیمتی ہے، اور یہ کہ اعلیٰ درجات کا حصول خواہشات اور آرزوؤں کے ساتھ ممکن نہیں بلکہ اللہ رب العالمین کے لیے تسلیم و رضا، عمل، محنت و مشقت اور جدو جہد کے ساتھ ممکن ہے۔ پس آپ اس کتاب میں مدون و مذکور نیک اعمال پر انتہائی توجہ دیتے ہوئے ان درجات میں ترقی پانے کا بھرپور عزم کرلیں۔

فصل دوم

اہمیت کے حامل اعمال جو جنت میں مؤمن کے درجہ کی بلندی کا باعث بنتے ہیں

پہلا عمل

اللہ اوراس کے رسولوں پر پختہ ایمان

بلاشبہ ان کثیر اعمال میں سے جو ان (اعمال) کے اختیار کرنے والے کو جنت کے بلند درجات پر بلکہ انبیاء کی منازل پر فائز کرتے ہیں (بعض اعمال یہ ہیں): اللہ عزوجل پر اوراس کے وعدے پر سچا ایمان اور پختہ یقین اور بغیر پس و پیش کیے اس (اللہ عزوجل) کے احکام و اوامر کی اطاعت و فرماں برداری کرنا ، عام مسلمانوں کے لیے اس کا حصول ناممکن ہے اور خاص مؤمنین ، صدیقین کے لیے (اس کا حصول ممکن ہے) یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے دلوں پر غیب (یقین راسخ کی وجہ سے) اس طرح تجلی ڈالتا اور ظاہر ہوتا ہے گویا کہ وہ سامنے حاضر چیز کی مانند ہے، اس کی عمدہ مثال ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا ایمان ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إن أهل الجنة ليترائون في الغرفة كما يترائون الكوكب الشرقي أو الكوكب الغربي الغارب في الأفق أو الطالع في تفاضل الدرجات فقالوا: يا رسول الله أولئك النبيون؟ قال: بلى والذي نفسي بيده، وأقوام آمنوا بالله ورسوله وصدقوا المرسلين .)) ❶

”جنتی لوگ درجات میں ایک دوسرے سے فضیلت اور فوقیت حاصل ہونے کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے کو بالا خانے میں اس طرح دیکھیں گے جس طرح لوگ اُفق پر اکیلے رہ جانے والے یا طلوع ہونے والے مشرقی یا مغربی ستارے کو دیکھتے ہیں۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا یہ انبیاء ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں اور قسم ہے اس ذات

❶ رواه الإمام احمد۔ الفتح الرباني۔ (۲۴/۱۹۲)، والبخاري (۶۵۵۵)، ومسلم (۲۸۳۱)، واللفظ له، والترمذي (۲۵۵۶)، وابن حبان، والطبراني في الكبير

کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اور ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔''

یعنی اہل جنت فضیلت اور مرتبہ میں اپنے درجات کے حساب سے اپنے مراتب اور منازل میں ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے حتی کہ بلند درجات والے جنتی اپنے سے نچلے درجات والے جنتیوں کو ستاروں کی طرح دیکھیں گے۔ ان بلند و بالا درجات کا ذکر سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حیرت میں اضافہ ہو گیا۔ وہ سمجھے کہ یہ درجات تو انبیاء کے لیے مخصوص ہوں گے، تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا یہ درجات (انبیاء کے لیے بھی ہوں گے اور) اسی طرح ان غیر انبیاء کے لیے بھی جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔

اُمید ہے کہ یہ بلند و بالا درجات اُمت محمد ﷺ میں سے بہت سے ایسے لوگوں کا مقدر ہوں گے جن کا ایمان احسان کے مرتبہ تک پہنچ چکا ہو، اس بات کی تائید علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کی ذکر کردہ بات کرتی ہے کہ بلا شبہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا اور تمام رسولوں کی تصدیق کرنا صرف اُمت محمد ﷺ کے لیے ہی ممکن ہے نہ کہ ان سے پہلی اُمتوں کے لیے کیونکہ یہ آخری اُمت ہے، سابقہ اُمتوں میں سے اگر کوئی شخص بعد میں آنے والے رسولوں میں سے کسی رسول کی تصدیق کرتا تھا تو وہ بطریق واقع نہیں بلکہ بطریق توقع تصدیق کرتا تھا۔ [1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرتوں میں غور وفکر کرنے والا شخص ہی اس بات کا مشاہدہ کر سکتا ہے کہ جب سے ایمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں پیوست ہوا اس وقت سے لے کر ان کی ہجرت، جہاد، حق پر ثابت قدمی، اپنے سرچشمہ کے ساتھ پختگی، اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کو قبول کرنا اور آپ کی طرف رجوع کرنا ان تمام باتوں میں وہ کس قدر پختہ اور مضبوط تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر قریش کے ساتھ صلح کا معاہدہ کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ اس میں تو مسلمانوں پر ظلم اور ان کے ساتھ ناانصافی ہے جس پر انہوں نے بہت غصہ کیا، پھر وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے: اے ابو بکر! کیا آپ (محمد ﷺ) اللہ کے رسول (ﷺ) نہیں؟ تو آپ (ابو بکر رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: کیوں نہیں۔ عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: کیا ہم مسلمان نہیں؟ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر العسقلاني (٦/٣٧٨) (ح ٣٢٥٦).

فرمایا: کیوں نہیں ۔عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا وہ (کفارِ قریش) مشرک نہیں؟ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: کیوں نہیں؟ عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: پھر ہم اپنے دین کے مقابلے میں ذلیل چیز کیوں لیں؟ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمر! آپ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے راستے پر پختہ رہ، بلا شبہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ ❶

آپ اس یقین اور کامل تصدیق پر غور وفکر کیجیے جس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ کا دل مشتمل تھا۔ اسی طرح کا مؤقف اسراء ومعراج کے موقعہ پر بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا تھا۔ جب مشرکین ان کے پاس آئے اور ان کو بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہے کہ وہ ایک رات میں ہی بیت المقدس سے ہوکر واپس پلٹ آئے ہیں، جب کہ مکہ سے شام تک جانے اور پھر وہاں سے واپس آنے کے لیے قافلوں کو دو ماہ درکار ہوتے ہیں تو کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک ہی رات میں وہاں سے ہو کر مکہ واپس آ سکتے ہیں؟ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حالانکہ یہ قصہ انہوں نے نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور نہ ہی کسی مسلمان سے ـــ اللہ کی قسم! اگر آپ نے یہ بات کہی ہے تو آپ نے بالکل سچ فرمایا ہے، تمہیں اس سے کس بات کا تعجب ہے؟ اللہ کی قسم! وہ مجھے بتاتے ہیں کہ ان کے پاس دن یا رات کی کسی بھی گھڑی میں آسمان سے زمین کی طرف خبر آتی ہے لہٰذا میں تو ان کی تصدیق کرتا ہوں یہ تو تمہاری اس تعجب والی بات سے بھی بعید بات ہے، اس کے نتیجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن سے ان کا نام صدیق رکھ دیا۔ ❷

اسی لیے ابو بکر عیاش رحمہ اللہ نے فرمایا: ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تم سے کثرت صوم وکثرت صلاۃ کی وجہ سے سبقت نہیں پائی بلکہ اس چیز کی وجہ سے سبقت پائی ہے جو ان کے دل میں بیٹھ گئی۔ ❸ اس بات میں کوئی ابہام نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما ہر دو کو اللہ عزوجل پر پختہ ایمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی (تعلیمات) پر مکمل ایمان کی وجہ سے جنت میں ان بلند درجات کی خوش خبری دی ہے۔ چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إن أهل الدرجات العلى يراهم من هو أسفل منهم، كما ترون الكوكب الطالع في أفق السماء، وإن أبا بكر وعمر منهم وأنعما .)) ❹

---

❶ رواه الإمام أحمد (٤/٣٢٥)، والبخاري (٣٠١١)، ومسلم (١٧٨٥)، وانظر السيرة النبوية في ضوء القرآن والسنة للدكتور محمد أبو شهبة (٢/٣٣٤).

❷ رواه الحاكم (٣/٦٥) و (٣/٨١)، والطبراني (١٠٥٧)، وانظر فقه السيرة النبوية لمنير محمد غضبان (صفحة ٢٨٨).

❸ مفتاح دار السعادة ومنشور ولاية العلم والإرادة لابن قيم الجوزية (١/٨٢)

❹ رواه الإمام احمد- الفتح الرباني- (٢٤/١٩٣) والترمذي (٣٦٥٨)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٢٠٣٠).

''بلاشبہ بلند درجات کے حامل (جنتیوں) کو ان سے نچلے (درجات والے جنتی) اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمانی اُفق پر طلوع ہونے والے ستارے کو دیکھتے ہو۔ بلاشبہ ابو بکر وعمر (رضی اللہ عنہما) ان (اعلیٰ درجات والے جنتیوں) میں سے ہیں اور دونوں خوب تر ہیں۔''

اے میرے مسلم بھائی! تجھ پر لازم ہے کہ تو ایمانی میدان کو سر کرنے کی کوشش کر اور ایمان کو تقویت دینے والے عوامل کا مطالعہ کر جن کو نبی کریم ﷺ نے اپنی سنت مبارکہ میں بیان فرمایا ہے تا کہ اللہ عزوجل تجھے ان لوگوں میں شامل فرما دے یا ان کے قریب کر دے اور اللہ پر یہ کام بالکل مشکل نہیں۔ پھر میں اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ یہ سوال بھی کرتا ہوں کہ وہ تیرے دل میں ایمان کی تجدید فرما دے کیونکہ ایمان دل میں ایک ہی حالت پر برقرار نہیں رہتا، بلکہ اس میں کمی آتی رہتی ہے اور یہ کپڑے کی طرح پرانا ہو جاتا ہے۔ جس کا تدارک صاحب ایمان نہیں کر سکتا۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إن الإيمان ليخلق في جوف أحدكم كما يخلق الثوب فاسألوا الله تعالى أن يجدد الإيمان في قلوبكم .)) [1]

''بلاشبہ ایمان تم میں سے کسی کے سینہ میں اسی طرح پرانا ہو جاتا ہے جس طرح کپڑا پرانا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کرو کہ وہ تمہارے دلوں میں ایمان کی تجدید فرما دے۔''

☆..................................☆

دوسرا عمل

اللہ عزوجل کا تقویٰ

جنت میں درجات کی بلندی کا باعث بننے والا دوسرا عمل اللہ عزوجل کا تقویٰ اور خوف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ لَكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيعَادَ ﴾ (الزمر : ٢٠)

''ہاں وہ لوگ جو اپنے رب کا تقویٰ اور خوف رکھتے ہیں ان کے لیے بالا خانے ہیں جن کے اوپر بھی بنے بنائے بالا خانے ہیں۔ ان کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں۔ یہ رب کا وعدہ ہے اور وہ

[1] رواه الطبراني، والحاكم (١/٤)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (١٥٩٠).

وعدہ خلافی نہیں کرتا۔"

بالا خانوں سے مراد بلند و بالا محلات ہیں۔ اللہ عزوجل نے اس آیت میں ثابت کیا ہے کہ یہ محلات وہمی یا مجازی نہیں بلکہ محسوس ہونے والے بنے بنائے محلات ہیں جنہیں فرشتوں نے بنایا ہے، یہ بات ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إذا مات ولد العبد قال الله تعالى لملائكته: قبضتم ولد عبدي؟ فيقولون: نعم، فيقول: قبضتم ثمرة فؤاده؟ فيقولون: نعم، فيقول: ماذا قال عبدي؟ فيقولون: حمدك واسترجع، فيقول الله تعالى: أبنوا لعبدي بيتا في الجنة وسموه بيت الحمد.)) [1]

"جب کسی انسان کا بچہ فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: تم میرے بندے کے بچے (کی روح) کو قبض کر کے لے آئے ہو؟ فرشتے کہتے ہیں: جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم اس کے دل کی محبت کو قبض کر لائے ہو؟ فرشتے کہتے ہیں: جی ہاں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، تو اس وقت میرے بندے نے کیا کہا: فرشتے کہتے ہیں: تیری تعریف بیان کی اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس گھر کا نام "بیت الحمد" رکھ دو۔"

مذکورہ حدیث میں اللہ عزوجل کا فرمان "میرے بندے کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دو" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ محل پہلے سے موجود نہ تھا بلکہ یہ تو اللہ عزوجل کے حکم سے مسلمان کے مثالی صبر کی مشقت اور اپنے بچے کی وفات پر ثواب کی اُمید کے صلہ میں بنایا گیا ہے اور اس محل کو بنانے والے مکرم فرشتے ہیں جن کی تعمیری کیفیت کو ہم نہیں جان سکتے۔

اللہ عزوجل کا تقویٰ ہر چیز کی اصل اور بنیاد ہے جیسا کہ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أوصيك بتقوى الله تعالى فإنه رأس كل شيء، وعليك بالجهاد فإنه رهبانية الإسلام، وعليك بذكر الله تعالى، وتلاوة القرآن، فإنه

[1] رواه الترمذي (١٠٢١)، وحسنه السيوطي في الجامع الصغير (٨٥٤)، ووافقه الألباني في صحيح الجامع (٧٩٥)

روحك في السماء وذكرك في الأرض .)) ❶

''میں تجھے اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ ہر چیز کی بنیاد ہے۔ جہاد کو لازم پکڑ کیونکہ یہ اسلام کی رہبانیت ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور تلاوت قرآن کو لازم پکڑ کیونکہ یہ آسمان میں تیری روح اور زمین میں تیرا ذکر ہے۔''

جو شخص اللہ عزوجل سے ڈر گیا تو اس نے اپنے اور اپنے رب کے درمیان تعلق کو درست کرلیا اور دینی خصلتوں کو جمع کرلیا۔ جس نے ایسا کیا اسے اللہ تعالیٰ بلند و بالا محل عطا کرے گا۔ یہی کافی نہیں، بلکہ ان کے اوپر مزید محلات ہوں گے تاکہ یہ محلات اعلیٰ درجات تک پہنچ سکیں۔

نبی مصطفیٰ ﷺ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ مؤمنوں میں سے بعض (خوش نصیب) ایسے بھی ہوں گے جن کے بعض محلات جنت کے کنارے پر، بعض محلات جنت کے درمیان اور بعض محلات جنت کے اعلیٰ مقام پر ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور اپنے اخلاق کو عمدہ کیا۔ اس کا ذکر ابھی ان شاء اللہ آئندہ سطور میں آئے گا۔

جیسا کہ نبی مصطفیٰ ﷺ سے یہ خبر بھی منقول ہے کہ بعض مؤمن ایک سے زیادہ درجات کے وارث ہوں گے۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((دخلت الجنة فرأيت لزيد بن عمرو بن نفيل درجتين .)) ❷

''میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے زید بن عمرو بن نفیل کے دو درجے دیکھے۔''

تقویٰ ایسا بہترین لباس ہے کہ اللہ نے ہمیں اس کے پہننے کا حکم دیا، بہترین زادِ راہ ہے اسے زادِ راہ بنانے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر یہ حق ہے کہ اس سے اس طرح ڈریں جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اسی کی وصیت اللہ تعالیٰ نے پہلے لوگوں کو اور بعد میں آنے والے لوگوں کو کی ہے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَ لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ إِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ﴾

(النساء : ١٣١)

❶ رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني۔ (١٩/٣٢)، وحسنه السيوطي في الجامع الصغير (٢٧٩١)، ووافقه الألباني في صحيح الجامع (٢٥٤٣).

❷ رواه ابن عساكر، وحسنه السيوطي في الجامع الصغير (٤١٧٦)، وقال المناوي في فيض القدير: قال الحافظ ابن كثير إسناده جيد ا ه (٣/٥١٨)، وحسنه الألباني في صحيح الجامع (٣٣٦٧)

''اور ہم نے ان لوگوں کو جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی اور تم کو بھی یہی حکم کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔''

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ ہر خطبہ میں اپنی اُمت کو اس کی وصیت فرمایا کرتے تھے اور جو لشکر بھی آپ روانہ فرماتے اس کے امیر کو خاص طور پر اللہ کے تقویٰ کی اور اس (امیر) کے ساتھ جتنے مسلمان ہوتے سب کو خیر کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح علماء کرام بھی عام لوگوں کو یہی نصیحت فرماتے ہیں۔

ایک شخص نے یونس رحمہ اللہ بن عبید سے کہا: مجھے کوئی نصیحت کیجیے۔ تو انہوں نے فرمایا: میں تجھے اللہ کے تقویٰ اور احسان کی نصیحت کرتا ہوں اور سورۃ النحل کی یہ آخری آیت پڑھی: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴾ ''بلاشبہ اللہ متقی اور احسان کرنے والے لوگوں کے ساتھ ہے۔''[1]

جناب عمر رحمہ اللہ بن عبدالعزیز نے ایک شخص کو لکھا: میں تجھے اللہ عزوجل کے تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں کہ اس کے بغیر وہ (اللہ کسی عمل کو) قبول نہیں کرتا۔ اہل تقویٰ پر ہی وہ رحم کرتا ہے اور اسی تقویٰ پر وہ انعام و ثواب دیتا ہے۔ تقویٰ کا وعظ کرنے والے بہت ہیں مگر اس کے عامل کم ہیں (وہ اللہ) ہمیں اور آپ کو متقین میں شامل فرمالے۔[2]

تقویٰ کی بنیاد یہ ہے کہ آپ اپنے اور جس چیز سے آپ خوف کھاتے اور ڈرتے ہیں اس کے درمیان ایسا بچاؤ اختیار کریں جو آپ کو اس سے بچا سکے۔ تو یہ آپ کے رب کا تقویٰ ہی ہے جو آپ کے اور اس اللہ کے غضب، اس کی ناراضگی اور سزا کہ جس سے آپ خوف کھاتے اور ڈرتے ہیں ان کے درمیان ایسا بچاؤ بن سکتا ہے جو آپ کو اس سے بچا سکے اور یہ احکامات پر عمل کرنے اور منہیات سے اجتناب کرنے کی صورت میں ہی ممکن ہے۔ کبھی کبھار تقویٰ کی نسبت اللہ عزوجل کے نام کی طرف ہوتی ہے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴾ (المائدة: ٩٦)

''ڈرو اس اللہ سے جس کے پاس تم سب اکٹھے کیے جاؤ گے۔''

یعنی اللہ کی ناراضگی سے بچو۔ کبھی اس کی نسبت اللہ کی سزا، جہنم کی آگ اور قیامت کے دن کی طرف ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[1] جامع العلوم والحكم لابن رجب (١/٤٠٦).

[2] المرجع السابق (١/٤٠٦).

﴿ فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴾

(البقرة: ٢٤)

''تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

اور اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ﴾ (البقرة: ٢٨١)

''اور اس دن سے ڈرو جس میں تم سب اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

اہل علم نے تقویٰ کی متعدد تعریفات کی ہیں جن میں سے اکثر فرائض کی ادائیگی اور محارم سے اجتناب کے مفہوم کے اردگرد گھومتی ہیں۔

جناب طلق رحمہ اللہ بن حبیب کے قول کے مطابق:

''تقویٰ یہ ہے کہ تو اللہ کی طرف سے نور کی بنیاد پر، اللہ سے ثواب کی اُمید رکھتے ہوئے، اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کا عمل کرے اور اللہ کی طرف سے نور کی بنیاد پر، اللہ کی طرف سے ملنے والی سزا سے خوف کھاتے ہوئے، اللہ کی نافرمانی کو چھوڑ دے۔'' [1]

جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا:

''تقویٰ صرف رات کے قیام اور دن کے روزے کا نام نہیں اور نہ ہی اس دوران پرہیز کرنے کا نام ہے بلکہ تقویٰ تو اللہ کے فرائض کی ادائیگی اور اللہ کے محرمات کو ترک کرنے کا نام ہے۔ پھر جب اس کے ساتھ عمل (صالح) بھی ہو تو وہ تو بہت ہی بہتر ہے۔'' [2]

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تقویٰ چار باتوں میں ہے: اللہ عظیم سے خوف رکھنا۔ قرآن حکیم پر عمل کرنا۔ تھوڑے پر صبر و اکتفا کرنا اور موت (قیامت) کے دن کی تیاری کرنا۔'' [3]

محارم سے اجتناب پر تقویٰ کا استعمال، فرماں برداری کے عمل پر استعمال کی نسبت زیادہ ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] المرجع السابق (١/ ٤٠٠).

[2] المرجع السابق (١/ ٢٥٤).

[3] التقوى لصلاح الدين ما رديني (صفحة ١٦).

((من يأخذ عني هؤلاء الكلمات يعمل بهن، أو يعلم من يعمل بهن؟ قال أبوهريرة رضي الله عنه: قلت: أنا يا رسول الله، فأخذ بيدي وعد خمسا فقال: اتق المحارم تكن أعبد الناس، وارض بما قسم الله لك تكن أغنى الناس، وأحسن إلى جارك تكن مؤمنا، وأحب للناس ما تحب لنفسك تكن مسلما، ولا تكثر الضحك فإن كثرة الضحك تميت القلب)) [1]

''کون ہے جو مجھ سے ان کلمات کو سیکھ کر ان پر عمل کرے یا ان کو معلوم کر کے ان پر عمل کرے؟ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں (ایسا کرنے کے لیے حاضر ہوں) تو آپ نے میرے ہاتھ کو پکڑ لیا اور پانچ باتیں شمار کرتے ہوئے فرمایا: محارم سے بچ، تو لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت کرنے والا بن جائے گا، اللہ نے تیری قسمت میں جو لکھا ہے اس پر راضی ہو جا، تو تمام لوگوں سے غنی ہو جائے گا، اپنے ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک کر، تو مؤمن بن جائے گا، جو اپنے لیے پسند کرتا ہے وہ لوگوں کے لیے بھی پسند کر، تو مسلمان ہو جائے گا اور زیادہ ہنسا نہ کر کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔''

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دن سیّدنا کعب احبار (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: تقویٰ کے متعلق مجھے بتائیے؟ تو انہوں (کعب رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: کیا کبھی کانٹوں والی راہ سے آپ کا گزر ہوا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ پوچھا: وہاں آپ نے کیا (طرزِ عمل اختیار) کیا؟ فرمایا: میں سکڑ کر اور چوکنا ہو کر گزر گیا۔ کعب (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: یہی تو تقویٰ ہے۔ [2]

چنانچہ زندگی کے فتنوں، اس کی شہوات، شبہات اور اس کے کانٹوں سے ہمیشہ چوکنے رہنے اور ڈرنے کا نام ہی تقویٰ ہے۔ اسی لیے ابن معتز نے کہا ہے:

خل الذنوب صغيرها ... وكبيرها ذاك التقى
واصنع كماش فوق أرض ... الشوك يحذر ما يرى
لا تحقرن صغيرة ... إن الجبال من الحصى

---

[1] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني۔ (۱۸/۹٤)، والترمذي (۲۳۰۵)، وابن ماجه (٤۲۱۷)، والبيهقي في شعب الإيمان، وحسنه الأرناؤط في تخريجه جامع الأصول لابن الأثير (۱۱/٦۸۷)، ووافقه الألباني في صحيح الجامع (۱۰۰).

[2] تفسير القرطبي (۱/۱۸۰)

''ہر چھوٹے اور بڑے گناہ کو چھوڑ دے یہی تقویٰ ہے۔ (دنیا میں) اس طرح (گناہوں سے بچ کر) رہ جس طرح کانٹوں والی زمین پر چلنے والا شخص کانٹوں سے بچتا ہے۔ چھوٹے گناہ کو بھی حقیر نہ جان کیونکہ پہاڑ کنکریوں سے ہی بنتے ہیں۔'' ❶

مسلمان کو اللہ تعالی سے یہ سوال کرتے رہنا چاہیے کہ وہ اسے تقویٰ عطا فرمائے۔ نبی کریم ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی ہوتی تھی حالانکہ آپ سب لوگوں سے زیادہ اللہ کا ڈر اور تقویٰ رکھنے والے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

((اللّٰهم إني أسألك الهدى والتقى والعفاف والغنى .)) ❷

''اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور غنا کا سوال کرتا ہوں۔''

اسی طرح سیّدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کلمات کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے:

((اللّٰهم آت نفسي تقواها وزكها أنت خير من زكاها، أنت وليها ومولاها، اللهم إني أعوذبك من علم لا ينفع، ومن قلب لا يخشع، ومن نفس لا تشبع، ومن دعوة لا يستجاب لها .)) ❸

''اے اللہ! میرے نفس کو اس (کے حصے) کا تقویٰ عطا فرما اس کا تزکیہ فرما تو اس کا بہترین تزکیہ کرنے والا ہے، تو ہی اس کا ولی اور مولی ہے، اے اللہ! میں بے فائدہ علم سے، بے خوف دل سے، نہ سیر ہونیوالے نفس سے اور نا مقبول ہونے والی دعا سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ:

فعليك بتقوى اللّٰه فالزمها تفز ... إن التقي هو البهي الأهيب
واعمل بطاعته تنل منه الرضا ... إن المطيع له لديه مقرب

''اللہ کے تقویٰ کو اپنے اوپر لازم کرلے تو کامیاب ہو جائے گا۔ بلاشبہ متقی ہی خوبصورت اور معزز و مکرم ہوتا ہے۔ اسی اللہ کی اطاعت و فرماں برداری میں عمل کر تجھے اس کی رضا حاصل ہوگی اس کا فرماں بردار ہی کیونکہ اس کے نزدیک مقرب ہے۔''

❶ جامع العلوم والحكم لابن رجب (١/٤٠٢).
❷ رواه مسلم (٢٧٢١)، والترمذي (٣٤٨٩)، والبيهقي عن عبد بن مسعود رضي الله عنه.
❸ رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني (١٤/٣٠١)، ومسلم (٢٧٢٢)، والنسائي (٥٤٧٣).

اعشیٰ نے کہا ہے کہ:

إذا أنت لم ترحل بزاد من التقى ولاقيت بعد الموت من قد تزودا

ندمت على أن لا تكن كمثله وأنك لم ترصد كما كان أرصدا

''جب تو تقویٰ کا زادِ راہ نہ لے کر اس دنیا سے جائے گا تو مرنے کے بعد تیری ملاقات جب ان لوگوں سے ہوگی جو یہ زادِ راہ لے کر گئے ہوں گے تو تو اس بات پر نادم ہوگا کہ تو ان جیسا کیوں نہ بنا اور جو کچھ انہوں نے تیاری کی وہ تیاری تو کیوں نہ کر سکا۔'' [1]

آپ محرمات سے اور ہر اس چیز سے جسے اللہ عزوجل نے ناپسند کیا ہے اجتناب پر مکمل توجہ دیں اور ہر وہ چیز جس کو وہ پسند کرتا اور اس سے راضی ہوتا ہے اس کے حصول کی کوشش کریں، تا کہ آپ اس اللہ کے ہاں متقی لوگوں میں سے ہوں اور نعمتوں والی جنتوں میں بالا خانوں پر بالا خانے حاصل کر کے کامیاب ہوں۔

☆..................................☆
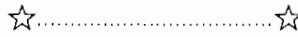
تیسرا عمل

اللہ عزوجل سے خوف رکھنا

جنت میں درجات کی بلندی کا باعث بننے والا تیسرا عمل اللہ عزوجل سے خوف رکھنا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ ﴾ (الانفال: ٢ـ٤)

''بس ایمان والے تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ آیات ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے ایمان والے ہیں۔ ان کے لیے

[1] التفسير الكبير أو مفاتيح الغيب لفخر الدين الرازي (١٤٤/٥)

ان کے رب کے پاس بڑے درجے ہیں اور مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔''

''وَجِلَتْ'' کا معنی ہے: سہم جانا اور ڈر جانا۔ یہ سچے مؤمن کی صفت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے یا اسے اللہ کی یاد دلائی جائے، تو اس کا دل ڈر جاتا ہے اور وہ احکامات پر عمل پیرا ہونے اور خطرناک افعال کو ترک کرنے میں جلدی کرتا ہے۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ ﴾ ''ایمان والے تو بس وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔'' کے متعلق سدی رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: اس سے مراد وہ شخص ہے جو ظلم کرنے کا ارادہ کرلے یا نافرمانی کا پروگرام بنالے تو اسے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو اس کا دل دہل جائے۔ [1]

خوف، اللہ کا ایسا کوڑا ہے کہ وہ اس کے ساتھ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے سیدھا کر دیتا ہے۔ اللہ کی سزا، اس کی ہیبت، عظمت اور اکرام کا خیال رکھنا اور خوف کھانا، یہی اللہ تعالیٰ سے خوف کھانا ہے۔ چنانچہ ابوسلمان نے فرمایا: جب کسی دل سے خوف ختم ہو جائے تو وہ دل خراب ہو جاتا ہے۔ [2] اللہ جل وعلا اور اس کی صفات کی معرفت کے بغیر اللہ سے خوف ناممکن ہے۔ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا فرمان ہے: بندہ جس قدر اللہ کو جانے لگا اسی قدر اللہ سے ڈرے گا اور بندے کو جس قدر جنت کا شوق ہوگا اسی قدر وہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کرے گا۔ [3]

اللہ تعالیٰ سے خوف ایسی شان دار عبادت ہے جس کی خواہش ہر کوئی کرتا ہے۔ مگر یہ بندے کے اپنے رب عزوجل کے حکم کو صدق دل سے قبول کرنے اور اللہ جل وعلا کے خوف اور احترام کی وجہ سے اللہ کے حکم کے مقابلے میں خواہش نفس کو پس پشت ڈال دینے کی صورت میں ہی ممکن ہے۔ وہ شخص خوف کھانے والا نہیں ہے جو آنسو بہائے اور پھر آنسو پونچھ ڈالے بلکہ خوف کھانے والا شخص تو وہ ہے جو ہر اس کام کو چھوڑ دے جس کے کرنے پر اسے پکڑے جانے اور سزا کا خوف ہو۔ چنانچہ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا: جب تجھ سے کہا جائے: کیا تو اللہ سے خوف کھاتا ہے؟ تو تو خاموش رہ، اگر تو کہے: نہیں، تو تو نے کفر کیا، اور اگر تو کہے: ہاں، تو تو

---

[1] تفسير القرآن العظيم لابن كثير (١٠/٣)

[2] تهذيب مدارج السالكين لابن قيم الجوزية (صفحة ٢٧٠).

[3] شعب الإيمان (٥١٢/١).

نے جھوٹ بولا۔ ❶

جیسا کہ بہت سے لوگوں کا حال ہے کہ ان کی زندگی میں اُمید، خوف پر غالب آ جاتی ہے پھر وہ اللہ کی رحمت کو یاد رکھتے ہیں اور سزا کو بھول جاتے ہیں اور اپنی جنت کا تو خیال رکھتے ہیں لیکن اپنی جہنم کو بھول جانے کی کوشش کرتے ہیں، جب کہ مطلوب و مقصود اس کے برعکس ہے۔ جب آپ اللہ سے اپنے خوف کی صداقت کو پرکھنا چاہیں تو آپ غور کریں کہ جب آپ علیحدگی میں ہوتے ہیں تو اللہ کی محارم (حرام کردہ افعال واقوال) کے ساتھ کیسا معاملہ کرتے ہیں۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جب وہ علیحدگی میں ہوتے ہیں تو اللہ کی محارم کو پامال کرتے ہیں اس لیے کہ وہ اللہ کو صحیح طور پر ملحوظ نہیں رکھتے اور نہ ہی اس کی سزا سے ڈرتے ہیں بلکہ وہ تو ان لوگوں سے ڈرتے اور حیا کرتے ہیں جو اسے جانتے ہیں اور جن کو وہ جانتا ہے، اور جن کے ساتھ اس کا تعلق ہے اور جو اس کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے دن ایسے لوگوں کی نیکیوں کی بے ثباتی کو بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ لوگوں کے سامنے اللہ سے خوف اور اپنی نیکی کو ظاہر کرتے ہیں، ایسے لوگوں کی نیکیاں پراگندہ ذروں کی طرح ہو جائیں گی۔ چنانچہ سیّدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لأعلمن أقواما من أمتي يأتون يوم القيامة بحسنات أمثال جبال تهامة بيضاء، فيجعلها الله هباء منثورا، أما إنهم إخوانكم ومن جلدتكم ويأخذون من الليل كما تأخذون، ولكنهم قوم إذا خلوا بمحارم الله انتهكوها.)) ❷

''میں اپنی اُمت میں سے ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو قیامت کے دن تہامہ کے سفید پہاڑوں جیسی نیکیاں لے کر آئیں گے، لیکن اللہ انہیں پراگندہ ذروں کی طرح کر دے گا، خبردار! وہ تمہارے ہی بھائی، تمہارے ہی خاندان سے اور تمہاری طرح راتوں کو عبادتیں کرنے والے ہوں گے لیکن (کوتاہی یہ ہوئی ہوگی کہ) وہ جب علیحدگی میں ہوتے تو اللہ کی محارم کو پامال کرتے تھے۔''

---

❶ تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي للمباركفوري (٣٢١/٧) وفيض القدير للمناوي (٣٣٢/١)، والصدق منجاة لسعيد عبد العظيم (صفحة ٥٤).

❷ رواه البيهقي في شعب الإيمان، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٥٠٢٨).

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے خوف کھانے والے ہر شخص کو خوش خبری دی ہے کہ اس کے لیے ایک جنت نہیں بلکہ دو جنتیں ہوں گی۔ جب کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے لوگوں کی بھی دو قسمیں ہیں: مقربین اور اصحاب یمین اللہ تعالیٰ نے پہلے مقربین (مقرب لوگ) کی دو جنتوں کا ذکر کیا، پھر اصحاب الیمین (داہنے ہاتھ والوں) کی دو جنتوں کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ﴾ (الرحمن: ٤٦)

''اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔''

پھر فرمایا:

﴿ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتَانِ ﴾ (الرحمن: ٦٢)

''ان کے علاوہ دو جنتیں اور ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ان چاروں جنتوں کی صفات کو ہمارے سامنے بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إن في الجنة جنتين من فضة آنيتهما وما فيهما، وجنتين من ذهب آنيتهما وما فيهما، وما بين القوم وبين أن ينظروا إلى ربهم إلا رداء الكبرياء على وجهه في جنة عدن.)) [1]

''بلاشبہ جنت میں دو جنتیں ایسی ہیں جن کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب چاندی کا ہے، اور دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب سونے کا ہے۔ جنت عدن میں (ٹھہرنے والے جنتی) لوگوں کے اور اللہ رب العزت کے دیدار کے درمیان صرف کبریائی کی چادر ہوگی جو اللہ عزوجل کے چہرہ مبارک پر ہوگی۔''

اس حدیث کا سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ مندرجہ ذیل حدیث کے ساتھ کوئی تعارض نہیں۔ جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الجنة بناؤها لبنة من فضة ولبنة من ذهب، وملاطها المسك الأذفر، وحصباؤها اللؤلؤ والياقوت، وتربتها الزعفران، من يدخلها

[1] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني۔ (٢٤/١٩١)، والبخاري (٤٨٧٨)، ومسلم (١٨٠)، والترمذي (٢٨٢٨)، وابن ماجه (١٨٦)

ينعم لا ييأس، ويخلد لا يموت، لا تبلى ثيابهم، ولا يفنى شبابهم)) ❶

''جنت کی عمارت اس طرح کی ہے کہ ایک اینٹ چاندی کی اور ایک اینٹ سونے کی ہے، اس کا گارا اعلیٰ قسم کی خوشبو دار کستوری کا ہے، اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت کی ہیں، اس کی مٹی زعفران کی ہے، جو اس میں داخل ہوگا وہ خوش گوار نعمتوں والی زندگی بسر کرے گا، کبھی مصیبت نہ پائے گا، ہمیشہ زندہ رہے گا کبھی نہیں مرے گا، نہ اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ اس کی جوانی فنا ہوگی۔''

ان دونوں حدیثوں میں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنے اس قول کے ساتھ تطبیق دی ہے کہ ''پہلی حدیث میں ہر جنت میں موجود برتنوں وغیرہ کا بیان ہے جب کہ دوسری حدیث میں تمام جنتوں کی دیواروں کا بیان ہے۔'' ❷ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنے اس قول پر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت شدہ فرمان سے دلیل پکڑی ہے جس میں انہوں نے فرمایا؛

((حائط الجنة لبنة من ذهب ولبنة من فضة ودرجها الياقوت واللؤلؤ وكنا نحدث أن رضراض أنهارها اللؤلؤ وترابها الزعفران .)) ❸

''جنت کی دیوار میں ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک اینٹ چاندی کی ہے۔ اس کی سیڑھیاں یاقوت اور موتی کی ہیں اور ہم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے کہ اس کی نہروں کی نالیوں میں پڑی ہوئی کنکریاں موتی ہیں اور اس کی مٹی زعفران ہے۔''

☆.................. ....☆

چوتھا عمل

اللہ عزوجل پر توکل کرنا

اعلیٰ جنتوں میں درجات کی بلندی کا باعث بننے والا چوتھا عمل اللہ عزوجل پر توکل کرنا ہے۔ چنانچہ

---

❶ رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني- (٢٤/١٨٤)، والترمذي (٢٥٢٦)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٣١١٦).

❷ فتح الباري بشرح صحيح البخاري لابن حجر العسقلاني (٤٤١/١٣)، (ح ٧٤٤٤)

❸ رواه ابن أبي الدنيا موقوفا، وقال شعيب الأرناؤط في تخريجه شرح السنة للبغوي (٢٢٨/١٥) رجاله ثقات، وقال الألباني في صحيح الترغيب والترهيب: صحيح لغيره (٣٧١٢)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴾ (الانفال: ٢ـ٤)

''ایمان والے تو بس وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں، اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ آیات ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں، جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ایمان والے ہیں ان کے لیے ان کے رب کے پاس بہت سے درجات، مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ (العنکبوت: ٥٨، ٥٩)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، انہیں ہم یقیناً جنت کے ان بلند بالا خانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، (نیک) عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے، وہ جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔''

بالا خانوں سے مراد ''اعلیٰ جنتوں میں محلات ہیں۔'' اللہ عزوجل پر توکل کرنا ایک قلبی فریضہ ہے جو ایمان کی اصل اور بنیاد کا تصور پیش کرتا ہے جس کو خالصتاً اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے خاص کرنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴾ (المائدۃ: ٢٣) ''تم اگر مؤمن ہو تو اللہ ہی پر توکل کرو۔'' سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ علیم وخبیر پر کمال توکل کے بغیر کمال توحید اور کمال ایمان کا حصول ناممکن ہے۔

اللہ پر توکل کرنے والا شخص صرف اللہ ہی سے اُمید رکھتا ہے، اسی کی طرف رُخ کرتا ہے، اسی سے اپنی ضروریات کا مطالبہ کرتا ہے، اسی کی طرف رغبت رکھتا ہے، اور اپنے رب جل و علا سے ہی سوال کرتا ہے۔

علامہ ابن قیم (رحمۃ اللہ علیہ) نے بعض اولیاء کرام سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ:

''اللہ پر توکل کرنے والا شخص اس بچے کی مانند ہے جو اپنی ماں کی چھاتی کے علاوہ کسی چیز کو پناہ گاہ نہیں جانتا، اسی طرح اللہ پر توکل کرنے والا شخص اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں ہی پناہ پکڑتا ہے۔'' ❶

ہمیں اس بات کا علم ہونا بھی ضروری ہے کہ کامل توکل یہ ہے کہ اسباب پر بھروسہ کیے بغیر اور ان کے ساتھ دلی تعلق قائم کیے بغیر ان اسباب کو استعمال کرنا ہے، جو کوئی بھی اللہ پر توکل کرتا ہے، اللہ اس کو کافی ہو جاتا ہے اور اسے راہ دکھاتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ﴾ (الطلاق : ٣)

''جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا۔''

جناب مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا: ''سیّدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی سیّدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ وہ کہنے لگے: اگر آپ مجھ سے پہلے فوت ہو گئے تو مجھے بتایئے گا کہ آپ کو کیا ملا ہے؟ اور اگر میں آپ سے پہلے فوت ہو گیا تو میں آپ کو بتاؤں گا۔ (جناب مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ) نے بیان کیا: پھر سیّدنا سلمان رضی اللہ عنہ (پہلے) فوت ہو گئے تو سیّدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے انہیں (خواب میں) دیکھا، تو پوچھا: اے عبداللہ! آپ کا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا: بہت اچھا۔ پوچھا: آپ نے اعمال میں سے کس عمل کو افضل پایا؟ تو انہوں نے جواب دیا: میں نے توکل کو عجیب چیز پایا ہے۔ ❷

☆..............................☆

پانچواں عمل

صبر

اعلیٰ جنتوں میں درجات کی بلندی کا باعث بننے والا پانچواں عمل صبر ہے۔ صبر کی دو قسمیں ہیں: شرعی

---

❶ تهذيب مدارج السالكين لابن قيم الجوزية (صفحة: ٣٣٩).

❷ رواه أبو نعيم في الحلية (١/٢٠٥)، والذهبي في سير أعلام النبلاء (١/٥٥٧).

تکالیف پر صبر اور آزمائش ومصیبت پر صبر۔

اوّل قسم: شرعی تکالیف پر صبر

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ○ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ (العنکبوت: ۵۸، ۵۹)

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، ہم یقیناً انہیں جنت کے ان بلند بالا خانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ہمیشہ وہاں رہیں گے، عمل (صالح) کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے، وہ جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔''

مذکورہ بالا آیت میں صبر سے مراد شرعی تکالیف پر صبر ہے جس کی تعریف یہ ہے کہ ''نفس کا اللہ عزوجل کی اطاعت پر کاربند ہونا اور اللہ عزوجل کی معصیت اور نافرمانی سے رُک جانا۔'' جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴾

(یونس: ۱۰۹)

''اور آپ اس کی اتباع کرتے رہیے جو آپ کے پاس وحی (کے ذریعہ) بھیجا جاتا ہے اور صبر کیجیے یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے۔''

اللہ عزوجل نے سورۃ الفرقان میں جہاں رحمٰن کے بندوں کا اور ان کے شاندار اعمال کا ذکر کیا کہ جن کے کرنے سے وہ ثواب اور اجر پائیں اور ان اعمال کے صلہ میں وہ اس عظیم وصف (رحمان کے بندے) کے مستحق ٹھہریں وہیں اللہ عزوجل نے ان تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے ان پر صبر کرنے کے نتیجہ میں ان کے لیے جنت میں جو بلند بالا خانے تیار کر رکھے ہیں ان کا بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴾

(الفرقان: ۷۵)

''یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلند بالا خانے دیے جائیں گے، جہاں انہیں دعا وسلام پہنچایا جائے گا۔''

تو جو کوئی نیک عمل کے ثواب کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اس کی ادائیگی پر صبر کرے۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: صبر کی دو قسمیں ہیں: محارم اور گناہ کے کاموں کو چھوڑنے پر صبر کرنا اور اطاعت و فرماں برداری اور تقرب (الی اللہ) کا ذریعہ بننے والے کام کرنے پر صبر کرنا۔ دوسری صورت (اطاعت و فرماں برداری کے کام کرنے پر صبر کرنا) میں ثواب زیادہ ہے کیونکہ (بندوں سے) یہی مقصود ہے۔ جب کہ صبر کی ایک تیسری قسم بھی ہے اور وہ ہے مصائب و مشکلات پر صبر کرنا اور یہ اسی طرح واجب ہے جس طرح برائیوں سے بخشش طلب کرنا واجب ہے۔ [1]

مسلمان شخص پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے حکموں کو اختیار کرنے اور اس کے منع کردہ کاموں سے پرہیز کرنے پر اپنے نفس کو پوری طرح محنت اور کوشش پر لگا دے، اس پر اپنے نفس کو کاربند رکھے، اپنے نفس کی حفاظت، اور اپنے نفس کو اس عظیم اجر و ثواب کی اُمید اور آرزو دلائے جو اللہ عزوجل کی طرف سے اس کو ملنے والا ہے۔ کیونکہ قیود اور پابندیوں کی نفرت نفس کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَ اصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴾ (مریم: ٦٥)

"آسمانوں کا، زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب وہی ہے تو اسی کی بندگی کر اور اس کی عبادت پر جم جا، کیا تیرے علم میں اس کا ہم نام کوئی اور بھی ہے؟"

جیسا کہ ایمان والوں کے لیے اس بات کو لازمی قرار دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت و فرماں برداری پر ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کریں اور اس فریضہ کی ادائیگی میں برضا و رغبت، بغیر کسی شک کے، آنے والی تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے خود بھی صبر کریں، چنانچہ اس عظیم فریضہ کی ادائیگی دو صفات کے بغیر ناممکن ہے، ایک اللہ کی محبت اور دوسرے اس کی خشیت۔ ہم اللہ کی محبت اور اس کی خشیت کے ذریعے اللہ کے حکم سے اپنی مراد کو پہنچ سکتے ہیں۔ علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"(اللہ تعالیٰ کی) خشیت اور محبت کا آپس میں ایسا گہرا تعلق ہے کہ جب یہ کسی شخص میں جمع ہو جائیں تو پھر (اللہ تعالیٰ کے) حکموں پر عمل پیرا ہونے اور منع کردہ چیزوں سے اجتناب کی

[1] تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر (١/٢٨٥).

صورت میں اس کا نتیجہ نکلتا ہے۔'' ❶

اعمال واحوال کے مختلف ہونے کے لحاظ سے شرعی تکالیف پر صبر کا ثواب بھی مختلف ہوتا ہے، پرفتن دور میں جب کہ کوئی مدد ومعاون بھی نہ ہو، یہ اجر وثواب پچاس شہداء کے اجر وثواب تک بڑھ جاتا ہے، اور یہ اس وقت ممکن ہے جب دین سے دُوری اور اہل سنت والجماعت کے طریقہ سے انحراف کی صورت پیدا ہو جائے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سنت کو مضبوطی سے تھامنے والے شخص کا حال آزمائش اور تکلیف کی شدت کے باعث ہاتھ میں انگارہ پکڑنے والے شخص کی مانند ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن من ورائكم زمان صبر للمتمسك فيه أجر خمسين شهيدا منكم .)) ❷

''تمہارے بعد صبر کا ایک ایسا دور آئے گا کہ اس میں (سنت کو) مضبوطی سے پکڑنے والے شخص کا اجر وثواب تم میں اعلیٰ پچاس شہیدوں کے اجر وثواب جیسا ہوگا۔''

یہ بات تو معلوم ہے کہ شہید اعلی منازل ومراتب پر فائز ہوگا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے پچاس شہداء کے اجر وثواب کو پانے والے شخص کے نصیب کی کیا بات ہے؟

اس جیسی ایک اور روایت بھی ہے جسے سیّدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((العبادة في الهرج كهجرة إلي .)) ❸

''ہنگامے اور افراتفری میں عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے کے مترادف ہے۔''

مذکورہ بالا حدیث اور اس جیسی دوسری احادیث پرفتن دور میں، جب کہ لوگ دین سے دُور ہوں اور اپنے معاملات میں مشغول ہوں، اللہ کی عبادت کی قدر ومنزلت بیان کرتی ہیں۔

---

❶ الفوائد لابن قیم الجوزية (صفحة ٢٢١).

❷ رواه الطبراني، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٢٢٣٤).

❸ رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني۔ (٢٤/٤٧)، ومسلم (٢٩٤٨)، والترمذي (٢٢٠٢)، وابن ماجة (٣٩٨٥).

دوسری قسم ......آزمائش پر صبر:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إن الرجل ليكون له المنزلة عند الله فما يبلغها بعمل فلا يزال الله يبتليه بما يكره حتى يبلغه إياها .)) [1]

''اللہ عزوجل کے ہاں کسی شخص کی کوئی منزل اور مرتبہ ہوتا ہے جسے وہ اپنے کسی عمل کے ذریعے حاصل نہیں کر سکتا، پھر اللہ تعالیٰ اس بندے کو آزمانا شروع کر دیتا ہے اور اس کی ناپسندیدہ اشیاء سے اس کو آزماتا رہتا ہے حتی کہ اسے اس مرتبہ اور منزل پر پہنچا دیتا ہے۔''

آزمائش اور مصیبت، اللہ کی مخلوق میں اللہ کی سنت ہے جس سے نہ تو کسی مسلمان کے لیے کوئی راہِ فرار ہے اور نہ ہی کوئی کا فر مستثنیٰ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ﴾ (آل عمران : ١٨٦)

''یقیناً تمہارے مالوں اور تمہاری جانوں میں تمہاری آزمائش کی جائے گی۔''

اسی طرح اللہ جل جلالہ نے فرمایا:

﴿ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴾ (الدهر : ٢)

''بے شک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا تاکہ ہم اس کا امتحان لیں، ہم نے اس کو سننے والا، دیکھنے والا بنایا ہے۔''

اللہ عزوجل کا یہ فرمان بھی ہے کہ:

﴿ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴾ (العنكبوت : ٢)

''کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعوے پر کہ ہم ایمان لائے ہیں، ہم انہیں بغیر آزمائے ہوئے ہی چھوڑ دیں گے۔''

لیکن مؤمن کا امتیاز یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل سے بہت بڑا اجر و ثواب حاصل کرنے کی غرض سے ان

---

[1] رواه الحاكم (١/٣٤٤)، وابن حبان، وحسنه الألباني في صحيح الجامع (١٦٢٥).

مصائب و مشکلات کا صبر و رضا اور یقین کے ساتھ سامنا کرتا ہے۔

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جب آپ سے محبت کرتا ہے تو آپ کی آزمائش میں اضافہ کر دیتا ہے؟ (دنیا میں) کوئی حاکم و بادشاہ جب اپنی قوم وقبیلہ کے افراد میں سے کسی شخص سے محبت کرتا ہے تو اس پر بے دریغ انعام کرتا ہے، اس کو (مال ومتاع) دینے میں بہت فراخی کا مظاہرہ کرتا ہے اور اسے اعلیٰ مناصب پر فائز کرتا ہے تا کہ اس کے راحت و آرام اور انعام و اکرام میں اضافہ کر سکے۔ جب کہ شہنشاہ عالم اور احکم الحاکمین (کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے) جب وہ کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو ان کو آزماتا ہے پھر جب وہ صبر کرتے ہیں تو ان کے درجات کو بلند کر دیتا ہے۔ بہت سے مسلمان اس امر واقعی سے غافل ہیں، جب اللہ انہیں آزماتا ہے تو وہ اللہ کے متعلق بدگمانی کرنے لگ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اللہ ان سے ناراض، ناخوش اور غصے میں ہے۔ جب کہ سیّدنا محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إذا أحب الله قومًا ابتلاهم، فمن صبر فله الصبر ومن جزع فله الجزع .)) ❶

''اللہ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو ان کو آزمانا شروع کر دیتا ہے، اب جو صبر کرے تو اس کے لیے (اس کے) صبر (کا اجر وثواب) ہے اور جو بے صبری کا مظاہرہ کرے تو اس کے لیے (اس کی) بے صبری (کا گناہ اور سزا) ہے۔''

محمد بن خالد نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنے ایک بھائی کی زیارت کی غرض سے نکلے جس کے متعلق انہیں خبر پہنچی تھی کہ وہ بیمار ہے، جب وہ اس کے پاس آئے تو کہنے لگے: میں آپ کے پاس آپ سے ملاقات کرنے، آپ کی عیادت کرنے اور آپ کو خوش خبری دینے کی غرض سے آیا ہوں۔ وہ (مریض) کہنے لگا: آپ نے (ایک وقت میں) ان تمام چیزوں کو کیسے جمع کر لیا ہے؟ تو وہ فرمانے لگے: میں آپ سے ملاقات اور آپ کی زیارت کرنے کا ارادہ لے کر (گھر سے) نکلا تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ بیمار ہیں (تو میں نے عیادت کا بھی ارادہ کر لیا) تو یہ عیادت ہو گئی اور (اب) میں آپ کو اس چیز کی خوش خبری دیتا ہوں جسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا:

---

❶ رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني - (١٢٩/١٩)، والترمذي (٢٣٩٦)، وصححه الألباني في صحيح الترغيب والترهيب (٣٤٠٦).

((إذا سبقت للعبد من الله منزلة لم يبلغها بعمله ابتلاه الله في جسده أو في ماله أو في ولده ثم صبره حتى يبلغه المنزلة التي سبقت له منه .)) ❶

''جب اللہ کی طرف سے (بندے کو ملنے والا) درجہ اور مقام بندے کی دسترس سے اتنا آگے نکل جائے کہ پھر اس تک وہ اپنے عمل کے ذریعے نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم، مال اور اولاد میں اس کی آزمائش کرتا ہے، پھر اللہ اس کو صبر کی توفیق بھی دے دیتا ہے، یہاں تک کہ اس بندے سے سبقت کر جانے والے درجہ اور مقام پر اللہ اس کو فائز فرما دیتا ہے۔''

لہٰذا جب آپ کو کسی بیماری، آفت، مصیبت اور معاشی پریشانی کے ذریعے آزمایا جائے تو آپ پر لازم ہے کہ آپ ''إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (یقیناً ہم اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں) کہہ کر اللہ کی طرف رجوع کریں۔ صبر کے زیور سے آراستہ ہوں اور کثرت سے اللہ کی تعریف کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ بلند و بالا مرتبہ و مقام اور درجہ دینا چاہتا ہے (جو آپ کی دسترس سے باہر ہوتا ہے) اور (یہ بھی یاد رہے کہ) اس تکلیف و بیماری وغیرہ کے علاج اور اس سے شفا کی غرض سے شرعی اسباب کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بعض پریشان حال لوگ جب تندرست اور صحت مند لوگوں سے ملتے ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ وہ تندرست لوگ ان سے بہتر ہیں لیکن انہیں اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ اللہ عزوجل نے مصیبت زدہ اور پریشانی پر صبر کرنے والوں کے لیے کتنا بڑا اجر و ثواب تیار کر رکھا ہے۔ چنانچہ سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يود أهل العافية يوم القيامة حين يعطى أهل البلاء الثواب لو أن جلودهم كانت قرضت في الدنيا بالمقاريض .)) ❷

''قیامت کے روز جب پریشان حال اور مصیبت زدہ لوگوں کو اجر و ثواب دیا جائے گا تو تندرست و خوش حال لوگ خواہش کریں گے کاش دنیا میں ان کی چمڑیوں کو قینچیوں کے ساتھ

---

❶ رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني- (١٩/ ١٣٣) وابوداود (٣٠٩٠)، وحسنه السيوطي في الجامع الصغير (٦٦٩)، والساعاتي في كتاب الفتح الرباني (١٩/ ١٣٣)، وقال الألباني في صحيح الترغيب والترهيب: صحيح لغيره (٣٤٠٩)

❷ رواه الترمذي (٢٤٠٢)، وحسنه السيوطي في الجامع الصغير (٧٧٤٠)، والألباني في صحيح الجامع (٥٤٨٤).

کاٹ دیا جاتا۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إن الصالحين يشدد عليهم وإنه لا يصيب مؤمنا نكبة من شوكة فما فوق ذلك إلا حطت عنه بها خطيئة ورفع له وبها درجة .)) ❶

''بلاشبہ نیک لوگوں پر سختی کی جاتی ہے، مؤمن شخص کو جب بھی کانٹا چبھنے کی یا اس سے بھی کم تر تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے نتیجہ میں اس کی ایک خطا مٹا دی جاتی ہے اور ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔''

سو مصائب و آلام پر صبر کرنا اعلیٰ جنتوں میں مؤمن کے درجات کی بلندی کا باعث بنتا ہے۔

وہ مصائب و آلام جن کا شکار ہونے والے لوگ شہداء کے درجہ پر فائز ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں پر یہ احسان فرمایا ہے کہ ان کو پہنچنے والے مصائب و آلام کو جب کہ وہ ان پر صبر کریں، ان کے گناہوں کا کفارہ اور ان کے درجات کی بلندی کا باعث بنا دیا ہے اور بعض مصائب و آلام کو تو یہ درجہ دیا کہ ان کا شکار ہونے والے شخص کو شہداء کے مرتبہ پر فائز فرما دیتا ہے لیکن اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ مؤمن آدمی ان مصائب و آلام کی تمنا کرنے لگ جائے بلکہ اسے اللہ سے عافیت کا سوال کرتے رہنا چاہیے۔

ذیل میں ان اہم مصائب کا ذکر کیا جاتا ہے جن کے بارے میں صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ ان مصائب و آلام کا شکار ہونے والے لوگ شہداء کے مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں:

۱۔ طاعون کی وجہ سے موت آنا:

سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((الفار من الطاعون كالفار من الزحف ومن صبر فيه كان له أجر شهيد .)) ❷

''طاعون (زدہ علاقے) سے بھاگنے والے شخص (کی سزا، میدان جنگ میں برسر پیکار) لشکر سے (نکل کر) بھاگنے والے شخص (کی سزا) کی طرح ہے اور جو کوئی اس (طاعون زدہ علاقے)

❶ رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني- (١٢٩/١٩)، وابن حبان، والحاكم (٣٢٠/٤)، والبيهقي، وصححه الألباني في صحيح الجامع (١٦٦٠).

❷ رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني - (٢٠٧/١٧)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٤٢٧٧)

میں صبر سے رہے تو اس کے لیے ایک شہید کا اجر و ثواب ہے۔''

۲۔ مال کا دفاع کرتے ہوئے موت آنا:

سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((من قتل دون ماله فهو شهيد .))

''جو شخص اپنے مال کی وجہ سے قتل کر دیا جائے تو وہ شہید ہے۔''

اور ایک دوسری روایت میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من أريد ماله بغير حق فقاتل فقتل فهو شهيد .)) ❶

''جس شخص سے اس کا مال ناحق (غصب کرنے کا) ارادہ کر لیا جائے تو وہ (اس کے دفاع میں) لڑ پڑے، پھر (دورانِ لڑائی) وہ مارا جائے تو وہ شہید ہے۔''

۳۔ جان، دین اور اہل کے دفاع میں موت آنا:

سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:

((من قتل دون ما له فهو شهيد، ومن قتل دون دمه فهو شهيد، ومن قتل دون دينه فهو شهيد، ومن قتل دون أهله فهو شهيد .)) ❷

''جو شخص اپنے مال کی وجہ سے قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے، جو شخص اپنے خون (جان) کی وجہ سے قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے، جو شخص اپنے دین کی وجہ سے قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے اور جسے اس کے اہل کی وجہ سے قتل کر دیا جائے وہ بھی شہید ہے۔''

۴۔ نمونیا کی وجہ سے موت آنا:

سیّدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

❶ رواه البخاري (٢٤٨٠)، والترمذي (١٤١٨)، وأبوداود (٤٧٧١)، والنسائي (٤١٠١)، وابن ماجه (٢٥٨١)

❷ رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني ـ (٣٤/١٤)، والترمذي (١٤٢١)، وأبو داود (٤٧٧٢)، والنسائي (٤١٠١)، وابن ماجه (٢٥٨٠)، وصححه الأرناؤط في تخريجه جامع الأصول لابن الأثير (٧٤٤/٢)، والألباني في صحيح الجامع (٦٤٤٥).

((الميت من ذات الجنب شهيد .)) [1]

''نمونیا کی وجہ سے مرنے والا شہید ہے۔''

نمونیا سے مراد انسان کے پیٹ میں ظاہر ہونے والا دنبل یا پھوڑا ہے جو بعض اوقات اندر ہی پھٹ جاتا ہے جس سے اس انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے اور کبھی یہ پھوڑا باہر سے پھٹ جاتا ہے۔ [2]

۵۔ سمندر میں متلاہٹ کا شکار شخص اور غرق ہو کر موت (کا شکار ہونے والا شخص):

سیّدہ اُم حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((المائد في البحر ، الذي يصيبه القيء له أجر شهيد ، والغريق له أجر شهيدين .)) [3]

''سمندر میں متلاہٹ کے شکار شخص کو اگر قے آ جائے تو اس کے لیے ایک شہید کا اجر ہے اور غرق ہونے والے کے لیے دو شہیدوں کا اجر ہے۔''

(سمندر میں) متلاہٹ کے شکار شخص سے مراد وہ شخص ہے جس کا سر سمندری ہوا کی وجہ سے چکرانے لگے اور موجوں کی وجہ سے کشتی ڈولنے لگے۔ [4] علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کے بقول: ''یعنی وہ شخص جو سمندری سفر کرے اور اسے چکر آنے لگیں، تو اس کے لیے ایک شہید کا اجر ہے بشرطیکہ وہ (خالق کی) اطاعت و فرماں برداری کا سفر کر رہا ہو مثلاً جہاد، حج، حصول علم اور تجارت کی غرض سے، اس کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا مقصد نہ ہو۔ [5]

سیّدنا راشد بن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((القتل في سبيل الله شهادة ، والطاعون شهادة ، والغرق شهادة ، والبطن شهادة ، والحرق شهادة ، والسيل ، والنفساء يجرها ولدها بسررها إلى الجنة .)) [6]

---

[1] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني ۔ (١٤/٣٦)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٦٧٣٨).

[2] جامع الأصول لابن الأثير (٢/٧٤٢).

[3] رواه أبوداود (٤٧٧٢)، وحسنه الأرناؤط في تخريجه جامع الأصول لابن الأثير (٢/٧٤٢)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٦٦٤٢).

[4] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح للقاري (٧/٤٠١)۔ [5] المرجع السابق

[6] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني۔ (١٤/٣٧)، وحسنه السيوطي في الجامع الصغير، (٦١٧٧)، ووافقه الألباني في صحيح الجامع (٤٤٣٩).

''اللہ کی راہ میں قتل شہادت ہے، طاعون شہادت ہے، غرق شہادت ہے، پیٹ کی بیماری شہادت ہے، جلنا شہادت ہے، سیلاب (کی وجہ سے موت واقع ہونا) بھی (شہادت ہے) اور نفاس والی عورت کو اس کا بچہ اس کے سرر (نوزائیدہ بچے کی ناف کا کاٹا جانے والا حصہ) کے ساتھ جنت کی طرف کھینچ کر لے جائے گا۔''

''الفتح الربانی'' میں جیسا کہ علامہ الساعاتی نے سیلاب کی وضاحت میں کہا ہے کہ وہ تیز بارش جو زمین پر بڑی تیزی سے برس کر بہنا شروع ہو جاتی ہے اور (مذکورہ حدیث میں شہید سے) مراد وہ شخص ہے جو سیلاب کے پانی میں غرق ہو جائے۔

٦۔ پیٹ کے عارضے میں مبتلا ہو کر اور کسی چیز سے دب کر مرنے والا:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الشهداء خمسة: المطعون، والمبطون، والغرق، وصاحب الهدم، والشهيد، في سبيل الله .)) ❶

''شہداء پانچ قسم کے ہوتے ہیں: طاعون میں مرنے والا، پیٹ کے عارضہ میں مبتلا ہو کر مرنے والا، ڈوب کر مرنے والا، کسی چیز سے دب کر مرنے والا اور اللہ کی راہ میں (جہاد کرتے ہوئے) شہید ہونے والا۔''

٧۔ جل کر مرنے والا، حاملہ عورت اور نفاس والی عورت:

سیّدنا جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الشهادة سبع سوى القتل في سبيل الله: المقتول في سبيل الله شهيد، والمطعون شهيد، والغريق شهيد، وصاحب ذات الجنب شهيد، والمبطون شهيد، وصاحب الحريق شهيد، والذي يموت تحت الهدم شهيد، والمرأة تموت بجمع شهيدة .)) ❷

''اللہ کی راہ میں قتل کے علاوہ سات قسم کی شہادت اور ہے: اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا شخص شہید

❶ رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني۔ (١٤/٣٩)، والبخاري (٢٨٢٩)، ومسلم (١٩١٤)، والترمذي (١٠٦٣)

❷ رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني۔ (١٤/٣٨)، ومالك في الموطأ (١/٢٣٣)، وأبوداود (٣١١١)، والنسائي (١٨٤٥)، وابن ماجه (٢٨٠٣)، وابن حبان، والبيهقي، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٣٧٣٩).

ہے، طاعون میں مرنے والا شخص شہید ہے، ڈوب کر مرنے والا شخص شہید ہے، نمونیا کی وجہ سے مرنے والا شخص شہید ہے، پیٹ کے عارضے میں مبتلا ہو کر مرنے والا شخص شہید ہے، جل کر مرنے والا شخص شہید ہے، وہ شخص جو کسی چیز سے دَب کر فوت ہو وہ شہید ہے اور وہ عورت جو بچے کی پیدائش کے موقعہ پر فوت ہو جائے وہ بھی شہیدہ ہے۔''

پیٹ کے عارضے میں مبتلا شخص سے مراد وہ شخص ہے جس کو پیٹ کی بیماری اور مرض لاحق ہو، بچے کی پیدائش کے موقعہ پر فوت ہونے والی عورت سے مراد وہ عورت ہے جو اس حال میں فوت ہو کہ اس کے بطن میں اس کا بچہ ہو۔ ایک قول کے مطابق باکرہ (کنواری) عورت ہے (جس کے ہاں نکاح کے بعد پہلا بچہ پیدا ہونے والا ہو) ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ وہ عورت جو بچے کی ولادت کے بعد اور نفاس کے دوران فوت ہو جائے وہ اللہ کے حکم سے شہیدہ ہے جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((القتيل في سبيل الله شهيد والمبطون شهيد والمطعون شهيد والغريق شهيد والنفساء شهيدة.)) [1]

''اللہ کی راہ میں قتل ہونے والا شہید ہے، پیٹ کے عارضے میں مبتلا ہو کر مرنے والا شہید ہے، طاعون میں مرنے والا شہید ہے، ڈوب کر مرنے والا شہید ہے اور نفاس کے دوران مرنے والی عورت شہیدہ ہے۔''

۸۔ سِل کی بیماری کی وجہ سے موت واقع ہونا:

سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((السل شهادة)) [2]
''سِل بیماری شہادت (باعث) ہے۔'' سِل ایسا مرض ہے جو پھیپھڑوں میں واقع ہوتا ہے۔

☆..............................☆
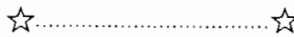
چھٹا عمل

نماز

جنت میں درجات کی بلندی کا باعث بننے والا چھٹا عمل نماز ہے۔ جو مندرجہ ذیل اُمور پر مشتمل ہے:

---

[1] رواه الطبراني، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٤٤٤١).

[2] رواه أبو الشيخ (ابن حبان)، والديلمي، وحسنه السيوطي في الجامع الصغير (٤٨٢٣)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٣٦٩١)

اوّل: نماز کی ادائیگی کی غرض سے چلنا:

نماز سے متعلقہ وہ اعمال جو اپنے اختیار کرنے والوں کے لیے جنت کے درجات میں بلندی کا باعث بنتے ہیں ان میں سے ایک عمل نماز کی غرض سے (چل کر مسجد کی طرف) جانا ہے۔ جیسا کہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ألا أدلكم على ما يمحو الله به الخطايا ويرفع به الدرجات؟ إسباغ الوضوء على المكاره، وكثرة الخطا إلى المساجد، وانتظار الصلاة بعد الصلاة فذلكم الرباط فذلكم الرباط فذلكم الرباط .)) ❶

''کیا میں تمہیں وہ اعمال نہ بتاؤں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دے اور درجات کو بلند کر دے؟ (ناپسندیدہ حالات میں) نا چاہتے ہوئے بھی مکمل وضو کرنا، مساجد کی طرف کثرت سے قدم اُٹھانا اور (ایک) نماز کے بعد (دوسری) نماز کا انتظار کرنا یہ تمہارا رباط (اللہ کی راہ میں ٹھہرنا) ہے، یہ تمہارا رباط ہے، یہ تمہارا رباط ہے۔''

(مذکورہ بالا) حدیث (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ مساجد کی طرف کثرت سے قدم اُٹھانے کی وجہ سے (جنت میں) درجات بلند ہوتے ہیں، ناپسندیدہ حالات میں مکمل وضو کرنے کا ثواب گناہوں کا کفارہ ہے اور (ایک) نماز کے بعد (دوسری) نماز کا انتظار کرنے کا ثواب اللہ کی راہ میں قیام (رباط) کے برابر ہے۔

علامہ مناوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان اعمال پر علمی دسترس پر غور کیجیے کہ آپ نے دنیا میں سرانجام دیے جانے والے ہر عمل کو آخرت میں ایک منزل اور مقام پر فائز کیا ہے، آپ نے ہر عمل کا حکم معین کیا اور اسے اس کا حق دیا۔ چنانچہ آپ نے وضو، (مسجد کی طرف) چلنا اور (نماز کا) انتظار (ان اعمال) کو ذکر فرمایا اور (ان اعمال کے اجر و ثواب کے طور پر) گناہوں کے کفارہ، درجہ کی بلندی اور رباط کو بھی بیان فرمایا۔ یعنی تین (اعمال) کے بدلہ میں تین (حکم بیان فرمائے)، اس سے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل اور آپ کے بیان کردہ احکام کے مواقع کی مناسبت کے متعلق رہنمائی ملے گی، چنانچہ انہی احادیث کی بنیاد پر آپ نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا کہ ''آپ کو جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں۔''

---

❶ رواه الإمام أحمد ـ الفتح الرباني ـ (۱/۳۰۷)، ومسلم (۲۵۱)، ومالك في الموطأ (۱/۱۶۱)، والترمذي (۵۱)، والنسائي (۱۴۳).

(مذکورہ بالا) مقاصد کے متعلق فرمایا: یہ وہی صفات ہیں جن کے متعلق ملأ اعلیٰ آپس میں جھگڑتے ہیں۔ جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ:

((أتاني ربي في أحسن صورة فوضع يده بين كتفي .)) ❶

''میرا رب بہت حسین اور خوبصورت شکل میں مجھ سے ملا تو اس نے میرے کندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھ دیا۔'' الحدیث۔ ❷

سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ''ہمارے گھر مسجد سے دُور تھے، ہم نے چاہا کہ اپنے گھروں کو فروخت کر کے مسجد کے قریب آ جائیں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع کیا اور فرمایا:

((إن لكم بكل خطوة درجة .)) ❸

''تمہارے لیے ہر قدم پر ایک درجہ ہے۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ ہر اس قدم کے بدلے میں جو آپ مسجد کی طرف اُٹھاتے ہیں آپ کے لیے تین طرح کا اَجر لکھ دیا جاتا ہے: آپ کا درجہ بلند کر دیا جاتا ہے، آپ کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور آپ کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص کو یہ بات پسند ہے کہ وہ کل (قیامت کے دن) اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ وہ مسلمان ہو تو اسے چاہیے کہ ان نمازوں کی اس طرح حفاظت کرے کہ جب اسے ان کی ادائیگی کے لیے بلایا جائے (اذان دی جائے تو فوراً ان نمازوں کی ادائیگی کے لیے مسجد میں آ جایا کرے) کیونکہ اللہ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہدایت کے طریقے مقرر کیے ہیں اور یہ نمازیں ہدایت کے طریقوں میں سے ہیں، اگر تم نماز باجماعت سے پیچھے رہ کر، اپنے گھر میں نماز پڑھنے والے شخص کی طرح، اپنے گھروں میں نماز پڑھو گے تو تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ بیٹھو گے، اگر تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے، جو شخص بھی (وضو کر کے) پاکی حاصل کرے اور بہترین وضو کرے پھر ان مسجدوں میں سے کسی مسجد کی طرف رُخ کرے تو اللہ اس کے ہر قدم کے بدلے میں جو وہ اُٹھاتا ہے اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہے، ایک درجہ بلند کر دیتا ہے اور اس ایک قدم کی وجہ

---

❶ رواه الإمام أحمد ـ الفتح الرباني ـ (١٧/٢٢٣) و (١٩/٣٠) والترمذي (٣٢٣٣) و (٣٢٣٥) وقال: سألت محمد بن إسماعيل (يعني البخاري) عن هذا الحديث فقال هذا حديث حسن صحيح اهـ ، وصححه الألباني في صحيح الترمذي (٢٥٨٢).

❷ فيض القدير للمناوي (٣/١٠٩).

❸ رواه مسلم (٦٦٤).

سے اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے، ہم نے اپنے (دور میں) ملاحظہ کیا ہے کہ اس اجر وثواب کے حصول سے صرف وہ منافق ہی پیچھے رہتا تھا جس کا نفاق بالکل واضح ہوتا، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ کسی (مخلص ایمان والے) شخص کو جو کہ لڑکھڑا رہا ہوتا تھا (اور صحیح طرح چل نہ پاتا) دو آدمی چلا کر لاتے حتی کہ اس کو صف میں لا کر کھڑا کر دیا جاتا۔ ❶

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ان قدموں کے ثواب کے حصول پر حرص اور طمع کی یہ کیفیت تھی کہ بعض صحابہ زیادہ نیکیاں اور زیادہ درجات حاصل کرنے کی غرض سے مسجد کی طرف اُٹھنے والے اپنے قدموں کو قریب قریب رکھا کرتے تھے۔ جیسا کہ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف چلا جا رہا تھا کہ وہ قریب قریب قدم رکھ کر چل رہے تھے، پھر فرمانے لگے: میں چاہتا ہوں کہ ہمارے قدم کثرت سے مسجد کی طرف اُٹھیں۔ ❷

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس میدان میں حرص اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ انہوں نے اس ڈر سے کہ کہیں ان کے قدموں کا ثواب ان کے حق میں نہ لکھا جائے اور انہیں اس کا نقصان اُٹھانا پڑے، سوار ہو کر مسجد کی طرف آنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ جیسا کہ سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ نے بیان فرمایا: ''ایک شخص ایسا تھا مجھے نہیں معلوم کہ کوئی دوسرا شخص اس سے زیادہ مسجد سے دُور رہتا ہو، اس کے باوجود وہ شخص کبھی بھی نماز (باجماعت) سے پیچھے نہ رہتا۔ آپ (سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا: اس سے کہا گیا یا میں نے اس سے کہا: آپ ایک گدھا خرید لیں اور اس پر سوار ہو کر اندھیرے اور دھوپ میں آجایا کریں، اس نے جواب دیا: مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں (یعنی بالکل قریب) ہو، بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا مسجد کی طرف چل کر آنا اور واپس (چل کر ہی) اپنے اہل کی طرف جانا میرے حق میں لکھ لیا جائے۔ یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قد جمع الله لك ذلك كله .)) ❸

''اللہ تعالیٰ نے اس سب (قدموں کے ثواب) کو تیرے لیے جمع کر لیا ہے۔''

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگر آپ جمعہ کے دن پانچ کاموں کی ادائیگی کا خیال کرتے ہوئے نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے چل کر جاتے ہیں تو آپ کے اُٹھائے ہوئے ہر قدم کے ثواب کا، کسی بھی دوسری فرض نماز

---

❶ رواه مسلم (٦٥٤). ❷ فتح الباري بشرح صحيح البخاري لابن حجر العسقلاني (٢/١٦٥) (ح ٦٥٦).
❸ رواه مسلم (٦٦٣).

کی ادائیگی کی غرض سے اُٹھائے ہوئے ، کسی بھی قدم کے ثواب کے ساتھ ملنا ناممکن ہے کیونکہ ان دونوں (فرض نماز کی ادائیگی اور نمازِ جمعہ کی ادائیگی) میں بہت بڑا فرق ہے۔ وہ پانچ کام یہ ہیں: غسل کرنا، اوّل وقت (بہت جلدی) آنا، چل کر آنا، امام کے قریب ہو کر بیٹھنا، جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس کی طرف بغور متوجہ ہونا اور لغو کاموں اور باتوں سے پرہیز کرنا، اس کے نتیجہ میں آپ کو ہر قدم کے بدلے جو آپ نے مسجد کی طرف اُٹھایا ہو ایک نیکی نہیں، دس نیکیاں نہیں، نہ ہی سو نیکیاں، اور بلکہ ایک مکمل سال کے روزے رکھنے اور قیام کرنے کا اجر وثواب ملتا ہے۔ آپ ہر قدم کے بدلے ایک مکمل سال کے قیام کی مقدار پر غور وفکر کرنے کی کوشش کریں کہ اس میں کتنی نیکیاں ہیں؟ اور کتنے درجات ہیں؟ پھر آپ ایک مکمل سال کے روزوں کے ثواب پر دوبارہ غور کریں۔ نتیجتاً آپ اللہ عزیز (زبردست) ووہاب (بہت عطا کرنے والے) کے لطف وکرم پر بے حد تعجب اور حیرت محسوس کریں گے۔

چنانچہ سیّدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من غسل يوم الجمعة واغتسل ، ثم بكر وابتكر ، ومشى ولم يركب ، ودنى من الإمام ، فاستمع ولم يلغ ، كان له بكل خطوة عمل سنة ، أجر صيامها وقيامها .)) ❶

''جو شخص جمعہ کے دن اچھی طرح میل دُور کر کے غسل کرے پھر سویرے جلدی اوّل وقت (مسجد میں) آئے، چل کر آئے نہ کہ سوار ہو کر، بات کو غور سے سنے، کوئی لغو اور بے ہودہ حرکت نہ کرے تو اس کے لیے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزے رکھنے اور قیام کرنے کے عمل کا اجر وثواب مقدر کر دیا جاتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت وتوفیق عطا فرمائے کہ آپ اللہ کے گھروں کی طرف قدم اُٹھائیں اور ان کی وجہ سے اپنے درجات کو بلند کریں تاکہ آپ ہر قدم کے بدلے، جسے اُٹھا کر (آپ مسجد کی طرف) جائیں حتی کہ پھر واپس اپنے گھر پلٹ آئیں (تو اس دوران آپ نے آتے اور جاتے ہوئے جتنے قدم اٹھائے ہر قدم کے بدلے) اس عظیم اجر وثواب کو حاصل کر سکیں اور جو شخص بھی صبح کے وقت مسجد کی طرف جاتا ہے وہ رحمان کی

❶ رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني- (٦/٥١)، وأبوداود واللفظ له (٣٤٥)، والترمذي (٤٩٦)، والنسائي (١٣٨٠)، وابن ماجه (١٠٨٧)، وابن خزيمة (١٢٨/٣)، والحاكم (٢٨٢/١)، والطبراني، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٦٤٠٥).

ضیافت (مہمان نوازی) میں ہوتا ہے اور جب بھی وہ صبح یا شام کو مسجد میں آتا ہے تو اس کی مہمان نوازی کی تیاری (خود اللہ تعالیٰ) کرتا ہے۔

دوم: نماز میں فاصلے اور خلا کو ختم کرنا:

نماز کے ان اعمال میں سے جو اپنے اختیار کرنے والے شخص کو جنت کے درجات میں بلندی عطا کرتے ہیں ایک عمل نماز (باجماعت) میں (دو نمازیوں کے درمیان پڑنے والے) فاصلے اور خلا کو ختم کرنا ہے۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من سد فرجة رفعه الله بها درجة وبنى له بيتا في الجنة .)) [1]

''جو شخص (نماز باجماعت میں) خلا کو ختم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ایک درجہ بلند کر دیتا ہے اور اس شخص کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے۔''

یہ بہت آسان عمل ہے جسے بہت سے لوگ ترک کیے بیٹھے ہیں، باوجود اس کے کہ آئمہ مساجد نماز سے پہلے نمازیوں کو اس سلسلہ میں بار بار تنبیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ برابر ہو جاؤ، سیدھے اور درست ہو جاؤ، اپنے درمیان خلاء کو پر کر لو اور شیطان کے لیے جگہیں مت چھوڑو۔ ائمہ مساجد درجات کی بلندی پر نمازیوں کی راہنمائی کر دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی بعض لوگ اس سے غافل رہتے ہیں اور شیطانوں کو صفوں کے درمیان داخل ہو کر خلل ڈالنے کا موقعہ دیتے ہیں اور خود اس اجر عظیم سے محروم ہو جاتے ہیں۔

اکثر لوگ اس قسم کے اجروں کو نہ تو کوئی اہمیت دیتے ہیں، نہ ان کی قدر کرتے ہیں اور نہ ہی اسطرح کے ثواب کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں، بعض اوقات آپ مشاہدہ کرتے ہیں کہ کوئی شخص مسجد میں داخل ہوتا ہے تو وہ صف کی ایک سائیڈ پر خالی جگہ دیکھنے کے باوجود دائیں یا بائیں طرف رُخ کر لیتا ہے تا کہ کوئی دوسرا شخص آ کر اس خالی جگہ کو اس کے بدلے پر کر لے اور وہ خود اس اجر و ثواب سے، جو اس سے فوت ہو گیا ہے غافل ہو کر پیچھے والی صف میں کھڑا ہونے پر راضی ہو جاتا ہے۔ جب کہ سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إن الله وملائكته يصلون على الذين يصلون الصفوف الاول، وما

---

[1] رواه الطبراني، وقال الألباني في صحيح الترغيب والترهيب: صحيح لغيره (٥٠٥).

من خطوة أحب إلى الله من خطوة يمشيها العبد يصل بها صفا .)) ❶

''اللہ تعالیٰ ان بندوں پر رحمت کرتا ہے اور اس کے فرشتے ان کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں جو پہلی صفوں میں نماز پڑھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو کوئی دوسرا قدم اتنا محبوب نہیں جتنا کہ وہ قدم محبوب ہے جس کو اُٹھا کر بندہ صف کو ملاتا ہے۔''

لہٰذا آپ ان قدموں پر انتہائی زیادہ توجہ دیں جنہیں اللہ عزوجل پسند کرتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قسم کے اجروں کی بہت زیادہ تعظیم کرتے اور ان پر بہت توجہ دیتے تھے، ان کو حقیر نہ جانتے تھے، چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''کسی شخص کا اُٹھایا ہوا کوئی قدم اجر و ثواب کے لحاظ سے اتنا عظیم نہیں جتنا کہ وہ قدم ہے جسے وہ صف کی خالی جگہ کو پُر کرنے کے لیے اُٹھاتا ہے۔'' ❷ پھر ہم (نماز با جماعت میں صف بندی کے موقعہ پر) خالی جگہوں کو پُر کرنے کے لیے آگے کیوں نہیں بڑھتے؟ حالانکہ اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إن الله تعالى وملائكته يصلون على الذين يصلون الصفوف، ومن سد فرجة رفعه الله بها درجة .)) ❸

''اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر رحمت نازل کرتا ہے اور اس کے فرشتے ایسے لوگوں کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں جو صفوں کو ملاتے ہیں اور جو شخص (صف میں) خالی جگہ کو پُر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے۔''

سوم: اقامت صلاۃ:

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ٥ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ٥ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ٥ ﴾ (الانفال: ٢-٤)

---

❶ رواه أبو داود (٥٤٣)، وابن خزيمة، وصححه الألباني في صحيح الترغيب والترهيب (٥٠٧).

❷ رواه عبد الرزاق في مصنفه (٢٤٧١).

❸ رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني - (٥/٣١٦)، والبيهقي، وابن حبان، والحاكم (١/٥٧٥)، وحسنه الألباني في صحيح الجامع (١٨٤٣)

''ایمان والے تو بس وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جائیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے تلاوت کی جائیں تو وہ آیات ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے ایمان والے ہیں ان کے لیے ان کے رب کے پاس بہت سے درجات، مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔''

اقامت صلاۃ سے مراد فرض نمازوں کو ان کے اوقات پر، وضو کا خیال کرتے ہوئے، ان کے ارکان، سنن اور ان کی ہیئت و کیفیت کا لحاظ رکھتے ہوئے پابندی کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ یہ نماز تمام اعمال میں سے بہترین عمل ہے، اطاعت و فرماں برداری کے کاموں کی بنیاد ہے اور دین کا ستون ہے، خاتم المرسلین ﷺ کی آنکھ کی ٹھنڈک ہے، اور یہی وہ عمل ہے کہ قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے اسی کا حساب لیا جائے گا۔ جیسا کہ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أول ما يحاسب به العبد يوم القيامة الصلاة، فإن صلحت صلح له سائر عمله، وإن فسدت فسد سائر عمله.)) [1]

''قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے جس عمل کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے، اگر یہ نماز درست ہوگی تو اس کے تمام اعمال درست ہوں گے اور اگر یہ نماز خراب (فاسد) ہوگی تو اس کے تمام اعمال فاسد ہوں گے۔''

سیّدنا عبید بن خالد سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں کے درمیان مواخاۃ (بھائی چارہ) قائم کر دی، پھر ان میں سے ایک شہید ہو گیا اور دوسرا اس سے ایک جمعہ (سات دن) یا اس کے قریب قریب (کچھ دنوں) بعد فوت ہو گیا تو ہم نے اس کی نماز (جنازہ) پڑھی، پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ما قلتم؟ فقلنا: دعونا له، وقلنا: اللهم اغفر له وألحقه بصاحبه، فقال رسول الله ﷺ :فأين صلاته بعد صلاته، وصومه بعد صومه۔ شك شعبة في صومه۔ وعمله من عمله؟ إن بينهما كما بين السماء

---

[1] رواه الطبراني في الأوسط، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٢٥٧٣).

والأرض .)) ❶

”تم نے (نمازِ جنازہ میں اس کے لیے دعا کرتے ہوئے) کیا کہا؟ ہم نے عرض کیا: ہم نے اسکے لیے دعا کی اور کہا: اے اللہ اسے معاف فرما اور اسے اس کے ساتھی کا ساتھ نصیب فرما۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُس (پہلے شہید ہونے والے) کی نمازوں کے بعد اس (بعد میں فوت ہونے والے) کی نمازیں اور اُس کے روزوں کے بعد اس کے روزے ـــ راوی حدیث شعبہ کو روزوں کے الفاظ کے متعلق شک ہے (کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ نہیں) ـــ اور اُس کے اعمال کے بعد اس کے اعمال کہاں جائیں گے؟ یقین رکھو ان دونوں کے (مراتب و درجات کے) درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔“

کیا آپ نے ملاحظہ کیا کہ اس کی فرض نمازوں اور اس کے باقی تمام نیک اعمال نے اسے صرف ایک جمعہ (سات دن) کے دوران کس قدر بلندی عطا کر دی اور جنت کے درجات میں اس قدر اضافہ کر دیا جس قدر آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے، آپ اس شخص کے درجات کی بلندی اور رفعت کا کیا تصور کر سکتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ لمبی عمر عطا کرے اور وہ عمر بھر نماز ادا کرتا رہے؟ اس کے برعکس جو شخص نماز چھوڑ دے تو اس نے جنت کو بالکل قریب سے چھوڑ دیا۔

سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أيما رجل قام إلى وضوئه يريد الصلاة ثم غسل كفيه نزلت خطيئته من كفيه مع أول قطرة، فإذا غسل وجهه نزلت خطيئته من سمعه وبصره مع أول قطرة، فإذا غسل يديه إلى المرفقين ورجليه إلى الكعبين سلم من كل ذنب هو له ومن كل خطيئة كهيئته يوم ولدته أمه، فإذا قام إلى الصلاة رفعه الله عزوجل بها درجة، وإن قعد قعد سالمًا .)) ❷

---

❶ رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني - (٢/٣٠٣)، وأبوداود (٢٥٢٤)، والنسائي (١٩٨٤)، والطيالسي (١/١٦٥)، وصححه الألباني في صحيح أبي داود (٢٢٠٢).

❷ رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني - (١-١٠٣)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٢٧٢٤).

''جو شخص نماز کے ارادے سے وضو کرنے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا پھر وہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دھوئے، تو پہلے قطرے کے ساتھ ہی اس کی دونوں ہتھیلیوں سے اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنا چہرہ دھوئے تو پہلے قطرے کے ساتھ ہی اس کے کانوں اور آنکھوں سے اس کے گناہ ختم ہو جاتے ہیں اور پھر جب وہ اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک اور اپنے پاؤں کو ایڑھیوں تک دھوئے تو وہ اپنے ہر گناہ اور خطا سے اس طرح صاف ہو جاتا ہے جس طرح یہ اس دن پاک صاف تھا جب اس کی ماں نے اس کو جنم دیا، پھر جب نماز کی ادائیگی کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اس کی وجہ سے اس کا درجہ بلند کر دیتا ہے اور جب یہ بیٹھتا ہے تو گناہوں سے پاک صاف ہو کر بیٹھتا ہے۔''

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ نماز کی حفاظت کرنے والے شخص کے لیے نماز جنت میں داخلے اور جنت کی اعلیٰ منازل اور درجات میں سے صدیقین اور شہداء کے مرتبہ پر اس کے درجہ کی بلندی کا باعث بنتی ہے۔ چنانچہ سیّدنا عمرو بن مرۃ جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ: قضاعۃ (قبیلہ) سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں اس بات کی گواہی دوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں، پانچوں نمازیں ادا کروں، رمضان کے مہینہ کے روزے رکھوں اور راتوں کا قیام کروں اور زکاۃ ادا کروں تو آپ کی کیا رائے ہے؟'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا:

((من مات علی هذا كان من الصديقين والشهداء .)) [1]

''جو شخص یہ (اعمال) کرتے ہوئے فوت ہو جائے تو وہ صدیقین اور شہداء میں سے ہے۔''

لٰہذا آپ اپنی نماز کو اس کے رکوع، سجود اور خشوع کا مکمل خیال رکھتے ہوئے باجماعت ادا کرنے کا مکمل اہتمام کریں جس کے نتیجہ میں آپ مکمل فلاح پا سکیں اور اس کے کسی بھی رُکن میں کوتاہی کرنے سے پرہیز اور اجتناب کریں۔ بعض لوگ ساری عمر نماز ادا کرتے رہتے ہیں لیکن قیامت کے دن اچانک ان کے سامنے یہ حقیقت آشکار ہو گی کہ ان کی ایک رکعت بھی مقبول نہ ہوئی کیونکہ ان کی نمازوں میں اطمینان اور سکون نہ تھا۔ چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] رواه البزار، وابن خزيمة (٢٢١٢)، وابن حبان في صحيحه، واللفظ لابن خزيمة، وصححه الألباني في صحيح الترغيب والترهيب (٧٤٩).

((إن الرجل ليصلي ستين سنة وما تقبل له صلاة، لعله يتم الركوع ولا يتم السجود، ويتم السجود ولا يتم الركوع .)) ❶

''ایک شخص ساٹھ سال تک نماز پڑھتا ہے لیکن اس کی ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی کیونکہ کبھی وہ رکوع مکمل کرتا ہے تو سجدہ نامکمل چھوڑ دیتا ہے اور کبھی سجدوں کو مکمل کرتا ہے تو رکوع کو ناقص چھوڑ دیتا ہے۔''

اگر آپ اپنی نماز کی حسن ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہتے ہیں تو آپ مسجد میں امام کے پیچھے باجماعت نماز ادا کیا کریں کیونکہ نماز کی اس طرح ادائیگی واجب ہے تاکہ کہیں شیطان آپ کی نماز کو چُرا کر آپ کو دھوکے میں مبتلا نہ کر دے۔ جیسا کہ سیّدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أسوأ الناس سرقة، الذي يسرق من صلاته .))

''لوگوں میں سے بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز کی چوری کرتا ہے۔''

صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی شخص اپنی نماز کو کیسے چُرا سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا يتم ركوعها ولا سجودها، أو قال: لا يقيم صلبه في الركوع والسجود))❷

''وہ اس طرح کہ وہ رکوع اور سجود کو مکمل نہ کرے۔'' یا آپ نے فرمایا: ''کہ وہ رکوع اور سجود میں اپنی کمر کو سیدھا نہ کرے۔''

چہارم: کثرت سے نوافل ادا کرنا:

نماز سے متعلقہ ان اعمال میں سے جو نمازی کے لیے جنت کے درجات میں بلندی و رفعت کا باعث بنتے ہیں ایک عمل کثرت سے نوافل ادا کرنا بھی ہے۔ چنانچہ سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((ما من عبد يسجد لله سجدة إلا كتب الله له بها حسنة، وحط عنه بها سيئة ورفع له بها درجة، فاستكثروا من السجود .)) ❸

---

❶ رواه أبو القاسم الأصبهاني، وحسنه الألباني في صحيح الترغيب والترهيب (٥٢٩).

❷ رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني - (٢٦٨/٣)، والطبراني، وابن خزيمة (٦٦٣)، والحاكم (٣٥٣/١)، والبيهقي، والدارمي (٣٥٠/١)، وصححه الألباني في صحيح الترغيب والترهيب (٥٢٥).

❸ رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني- (٢١٨/٢)، والترمذي (٣٨٩)، والنسائي (١١٣٨)، والبيهقي في شعب الإيمان، والطبراني، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٥٧٤٢)

''جو شخص بھی اللہ (کو راضی کرنے) کے لیے ایک سجدہ کرے، اللہ اس کے بدلے میں اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہے، اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے اور اسکا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے، لہٰذا تم کثرت سے سجدے کیا کرو۔''

کثرت سے سجدے کرنے کا مطلب ہے کثرت سے نوافل ادا کرنا۔

ہم اکثر مشاہدہ کرتے ہیں کہ بہت سارے لوگ فرض نماز کی ادائیگی کے لیے اللہ کے گھروں میں سب سے آخر میں داخل ہوتے ہیں اور امام کے نماز سے فارغ ہوتے ہی وہ مسجدوں سے سب سے پہلے اس طرح نکلتے ہیں گویا کہ وہ انگاروں پر بیٹھے ہوئے تھے نہ تو انہیں پہلی سنتوں کی ادائیگی کا خیال آتا ہے اور نہ ہی بعد والی سنتوں کی ادائیگی کا وہ خیال کرتے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ وہ اللہ کے لیے جو سجدہ بھی کرتے ہیں ان کو اس کے بدلے میں ایک درجہ عطا کر دیا جاتا ہے اور انہیں اس بات کا بھی علم نہیں کہ نوافل تو فرضوں میں رہ جانے والی کمی کو دُور کرتے ہیں، اور جو شخص نماز کے نوافل ادا نہ کرے اس کے فرائض ناقص رہ جاتے ہیں جو اس کے لیے جہنم کی آگ کے عذاب کا سبب بن سکتے ہیں۔

جو شخص نبی کریم ﷺ کی مرافقت (جنت میں ساتھ) چاہتا ہے اسے چاہیے کہ کثرت سے نوافل ادا کرے، جیسا کہ اہل صفہ میں سے رسول اللہ ﷺ کے ایک خادم سیّدنا ابو فراس ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک رات بسر کی، میں آپ کے وضو کرانے اور قضائے حاجت کے لیے پانی لے کر آیا تو آپ نے فرمایا: ''مجھ سے سوال کر۔'' میں نے کہا: میں آپ سے جنت میں آپ کی مرافقت کا سوال کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: کیا اس کے علاوہ کچھ اور نہیں؟ میں نے کہا: بس یہی ہے۔ آپ نے فرمایا:

((فأعني على نفسك بكثرة السجود .)) [1]

''پھر کثرت سے سجدے کر کے اپنے آپ کے لیے میری مدد کر۔''

مرافقت جنت میں مصطفیٰ ﷺ کے قرب کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے لیکن یہ مرتبہ وسیلہ کے درجہ کو نہیں پہنچتا کیونکہ وہ تو صرف آپ ﷺ کے لیے خاص ہے۔ چنانچہ علامہ ابن علان صدیقی رحمہ اللہ نے مشکاۃ کی شرح میں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ: ''بندے کو کثرت سے سجدے

[1] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني ـ (۲/۲۱۹)، ومسلم (٤٨٩)، وأبو داود (۱۳۲۰).

کرنے کے بدلے میں یہ بلند درجہ حاصل ہوتا ہے جس تک پہنچنے کے لیے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت زیادہ قرب حاصل کرنے کی غرض سے کثرت سے سجدے کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا مقصد اور غرض نظر نہیں آتی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے: ﴿ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴾(العلق: ۱۹) ''سجدہ کر اور قرب حاصل کر۔'' ہر سجدے کے نتیجے میں ایک مخصوص قرب ہے اسی طرح سجدے کرنے والا انسان قرب کے ان درجات پر فائز ہوتا ہوا اپنے حبیب ﷺ کی مرافقت کے درجہ پر فائز ہو جاتا ہے۔'' [1]

مصطفیٰ ﷺ نے ہمیں روزانہ کم از کم چوبیس نفل سجدے ادا کرنے کی ترغیب دی ہے، جیسا کہ سیّدنا نعمان بن سالم رحمۃ اللہ علیہ، سیّدنا عمرو رحمۃ اللہ علیہ بن اوس سے بیان کرتے ہیں کہ ''مجھے (سیّدنا عمرو بن اوس کو) سیّدنا عنبسہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے اپنے مرض الموت میں بڑی خوشی اور لطف کے ساتھ یہ حدیث بیان کی: میں نے سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا وہ کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((من صلى اثنتي عشرة ركعة في يوم وليلة بني له بهن بيت في الجنة.)) [2]

''جو شخص ایک دن اور ایک رات میں بارہ رکعت نماز ادا کرے، اس کے لیے ان کے بدلے میں جنت میں ایک گھر بنا دیا جاتا ہے۔''

ترمذی کی روایت میں آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے کہ:

((أربعا قبل الظهر وركعتين بعدها وركعتين بعد المغرب وركعتين بعد العشاء وركعتين قبل صلاة الغداة))

''چار رکعتیں ظہر (کے فرائض) سے پہلے، دو رکعتیں اس کے بعد، دو رکعتیں مغرب کے بعد، دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعتیں صبح (فجر) کی نماز سے پہلے (ادا کرے)۔''

سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرمان سنا ہے میں نے اس کے بعد ان رکعتوں کو کبھی نہیں چھوڑا۔ جناب عنبسہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب سے میں نے سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ان رکعتوں کے متعلق سنا ہے، اس وقت سے میں نے ان رکعتوں کو کبھی نہیں چھوڑا، سیّدنا عمرو رحمہ اللہ بن اوس کا قول ہے میں نے عنبسہ رحمہ اللہ سے سن کر ان رکعتوں کو کبھی نہیں چھوڑا اور نعمان رحمہ اللہ بن سالم نے فرمایا میں نے

---

[1] دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين (۳۱۸/۱).

[2] رواه الإمام مسلم (۷۲۸)، وأبو داود (۱۲۳۷)، والترمذي (٤١٥).

عمرو بن اوس سے اس حدیث کو سن کر ان رکعتوں کو کبھی نہیں چھوڑا۔ ❶ کیا آپ بھی اس طرح کرتے اور کہتے ہیں جس طرح (اللہ کے) ان (نیک بندوں) نے کیا اور کہا؟

☆..................................☆

ساتواں عمل

اذان اور جوابِ اذان

سابقہ سطور میں آپ نے نماز اور نماز کے لیے چل کر آنے کا اجر و ثواب ملاحظہ کر لیا ہے۔ اس ثواب کو مؤذن اور مؤذن کی اذان کا جواب دینے والا شخص بھی اللہ کے حکم و توفیق سے حاصل کر سکتا ہے۔ یہ گمان مت کریں کہ مؤذن کو صرف ایک نمازی کے درجات کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا، بلکہ اسے تو اپنے ثواب کے ساتھ تمام نمازیوں کے درجات کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا، جیسا کہ سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن الله وملائكته يصلون على الصف المقدم، والمؤذن يغفر له مدى صوته، ويصدقه من سمعه من رطب ويابس، وله مثل أجر من صلى معه.)) ❷

''اللہ تعالیٰ پہلی صف (کے نمازیوں) پر رحمتیں نازل کرتا ہے اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں، جہاں تک مؤذن کی آواز پہنچتی ہے اس کے مطابق اس کو بخش دیا جاتا ہے، اس کی آواز کو سننے والی ہر تر اور خشک چیز اس کی تصدیق کرتی ہے اور جو بھی اس کے ساتھ نماز پڑھتا ہے ان سب کے برابر اس کو اجر دیا جاتا ہے۔''

مؤذنوں کو اس اجرِ عظیم پر مبارک ہو۔

اگر آپ مؤذن نہیں بن سکتے تو مؤذن کے پیچھے پیچھے اس کی اذان کا جواب دیجیے تا کہ آپ اللہ کے حکم سے اور اس کے فضل سے اسی ثواب کو حاصل کر سکیں جو مؤذن حاصل کرتا ہے۔ جیسا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے

---

❶ شرح صحيح مسلم للإمام النووي (٦/٢٥٢) (ح ٧٢٨).

❷ رواه الإمام أحمد ـ الفتح الرباني ـ (٣/١٠)، والنسائي واللفظ له (٦٤٥)، والطبراني، وصححه الألباني في صحيح الترغيب والترهيب (٢٣٤).

رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ وہ کس طرح اس اجر عظیم کو پا کر کامیابی حاصل کر سکتے ہیں جسے مؤذن پا کر کامیاب ہو چکے ہیں؟ تو آپ نے ان کو کیا جواب دیا؟ چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (ﷺ) مؤذن تو ہم پر فضیلت حاصل کر لیتے ہیں (تو ہمارے لیے کیا حکم ہے؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قل كما يقولون ، فإذا انتهيت فسل تعط .)) [1]

''تو بھی اس طرح کہہ جس طرح مؤذن کہتے ہیں، پھر جب تو فارغ ہو جائے تو جو بھی تو مانگے گا تجھے عطا کیا جائے گا۔''

☆.......................................☆

آٹھواں عمل

مال خرچ کرنا

جنت میں درجات کی بلندی کا باعث بننے والے اعمال میں سے آٹھواں عمل نیکی کے کاموں میں مال خرچ کرنا ہے اور یہ مندرجہ ذیل صورتوں پر مشتمل ہے:

اوّل: زکاۃ کی ادائیگی:

اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ○ ﴾ (الانفال: ۲-٤)

''ایمان والے تو بس وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جائیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے تلاوت کی جائیں تو وہ آیات ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں، وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ایمان والے ہیں اور ان کے لیے ان

[1] رواه الإمام أحمد الفتح الرباني (۳/ ۳۰)، وأبوداود واللفظ له (٥٢٤)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٤٤٠٣).

کے رب کے پاس بہت سے درجات، مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔''

سابقہ سطور میں (اقامت صلاۃ کے باب میں) مذکور سیّدنا عمرو بن مرۃ جہنی رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث اس موضوع پر دلیل ہے جس کو ذکر کرتے ہوئے ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کیا ہے: ''قیام رمضان کی فضیلت اور اس بات کا بیان کہ جو شخص اللہ کی وحدانیت کی گواہی دینے والا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرنے والا، پانچوں نمازیں قائم کرنے والا ہو اور پھر ماہِ رمضان کے دنوں کے روزے رکھے اور اس کی راتوں کا قیام کرے تو وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کا نام صدیقین اور شہداء کی لسٹ میں درج کر دیا جائے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی حکمت کے ساتھ اغنیاء کی مصلحتوں کو نقصان پہنچائے بغیر دنیا میں غربت کے علاج کے لیے نظام زکاۃ جیسا ایک دقیق آلہ ہی مقرر نہیں کیا بلکہ ان اغنیاء سے ان کے مالوں میں زیادتی اور نشوونما کا وعدہ بھی کیا ہے جب وہ نیکی کے کاموں میں اپنے مال خرچ کریں۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَهُوَ يُخۡلِفُهٗ وَهُوَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ ﴾ (سبا : ۳۹)

''تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ (اللہ) اس کا بدلہ دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔''

ہر وہ شخص جو اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا رکھ کر فقیر کے حق کو روکے رکھتا ہے اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ حقیقت میں اپنے نفس پر بخل سے کام لیتا ہے۔ نتیجتاً وہ اپنے نفس کو جنت اور اس کے درجات سے محروم کر بیٹھتا ہے اور اسے جہنم اور اسکے طبقات میں گرانے کے لیے پیش کر دیتا ہے۔

زمین کے مختلف خطوں میں ہر روز ہزاروں مسلمان فقراء بھوک کی وجہ سے بلکتے اور تڑپتے ہیں، پھر ان میں سے بعض تو صبر کرتے اور اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور بعض اپنے مولیٰ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا شکوہ پیش کر دیتے ہیں اور اس کے سامنے اغنیاء کی تقصیر کی شکایت کرتے ہیں۔

اے غنی آدمی! خوب جان لے کہ اللہ آپ کو زیادہ مال اس لیے دیتا ہے کہ وہ آپ کا امتحان لے سکے کہ آپ خرچ کرتے اور صبر کرتے ہیں یا کہ بخل کرتے اور تکبر کرتے ہیں۔ وہ مسلمان جو اپنی ذات اور اپنی خواہشات پر بے دریغ بہت زیادہ مال خرچ کر کے اسراف کا ارتکاب کرتا ہے اور اپنے مال کی زکاۃ ادا نہیں کرتا وہ یہ خیال ترک کر دے کہ وہ قیامت کے دن ان فقراء سے نجات اور چھٹکارا پا جائے گا کیونکہ وہ اللہ عزوجل کے سامنے اس سے جھگڑیں گے اور اس کی شکایت کریں گے کہ اس نے ان کو ان کے حق سے محروم رکھا۔ لہٰذا

آپ اس مقام پر جواب دینے کی تیاری کریں۔ مال کی زکاۃ ایک ایسا حق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے فقراء کی مدد کے لیے اغنیاء پر فرض کیا ہے، جو شخص اپنے مال کی زکاۃ ادا کرے گا اس سے اس مال کا شر جاتا رہے گا اور اسے قیامت کے دن اس کے صدقہ کے سائے کے نیچے جگہ دی جائے گی، جس دن تمام لوگ سورج کی تپش کی وجہ سے پسینہ میں غرق ہوں گے۔ اسی طرح یہ خوش نصیب اس گنجے سانپ سے محفوظ و مامون ہوگا جو زکاۃ کی ادائیگی سے پیچھے رہنے والے شخص کا پیچھا کرے گا حتی کہ اس کے گلے کا طوق بن جائے گا۔ جیسا کہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من آتاه الله مالا فلم يؤد زكاته، مثل له ماله يوم القيامة شجاعا أقرع له زبيبتان يطوقه يوم القيامة، يأخذ بلهزمتيه (يعني شدقيه) يقول: أنا مالك، أنا كنزك، ثم تلاهذه الآية ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ .)) [1]

(آل عمران:١٨٠)

”جس شخص کو اللہ نے مال دے رکھا ہو پھر وہ اس کی زکاۃ ادا نہ کرے تو اس کا مال قیامت کے دن ایک گنجے سانپ کی شکل میں اس کے سامنے لایا جائے گا جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے وہ سانپ قیامت کے دن اس شخص کے گلے کا طوق بن جائے گا جو اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ کر کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وہ لوگ جنہیں اللہ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں بخیلی کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے حق میں نہایت بدتر ہے، عنقریب قیامت کے دن انہیں ان کی بخیلی کی چیز کے طوق پہنائے جائیں گے۔ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو، اس سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے۔“

آپ اپنی خوشی سے اپنے مال کی زکاۃ کی ادائیگی کا خیال رکھیں اور اس میں سستی اور کاہلی کا مظاہرہ نہ

---

[1] رواه الإمام أحمد الفتح الرباني (٢٠٢/٥)، والبخاري (٤٥٦٥) واللفظ له، والنسائي (٢٤٤٠)، وابن ماجه (١٧٧٤)، وابن خزيمة (٢٢٥٦)، والبيهقي.

کریں، اللہ تعالیٰ آپ سے تھوڑا طلب کر کے آپ کو بہت زیادہ عطا کرے گا، جس شخص کو اس کے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا وہی کامیاب ہے۔

دوم: صلہ رحمی اور نیکی کے کاموں میں مال خرچ کرنا:

نعمتوں والی جنتوں میں درجات کی بلندی کا باعث بننے والے اعمال میں سے ایک عمل صرف ایک اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال کو اسی کے تقرب کی خاطر اس کی رضا مندی کے کاموں میں خرچ کرنا ہے اور یہ فقراء پر صدقہ کرنے، اس مال کے ساتھ صلہ رحمی کو فروغ دینے، ہمسایہ اور دوست کی عزت کرنے اور صدقہ وقرض حسنہ کی صورت میں محتاج کی معاونت کرنے جیسے عظیم کاموں پر مال خرچ کرنے کی صورت میں ممکن ہے، اس کے ساتھ ساتھ اللہ عزوجل کے حرام کردہ کاموں میں مال خرچ کرنے یا بعض مباح اور پسندیدہ کاموں میں ضرورت سے زائد مال خرچ کرنے سے بچنا بھی انتہائی ضروری ہے۔

یہ سب انعام واکرام غنی آدمی کے لیے ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے فقیر آدمی کو بھی اس عظیم اجر وثواب سے محروم نہیں رکھا وہ اس طرح کہ جب وہ صدق دل سے یہ نیت اور تمنا کر لے کہ اگر وہ فلاں شخص کی طرح غنی ہوتا تو اس کے عمل کے مطابق عمل کرتا تو اسے بھی الحمد للہ اس غنی آدمی کے اجر وثواب کے برابر اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ سیّدنا ابو کبشہ انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إنما الدنيا لأربعة نفر: عبد رزقه الله مالا وعلما فهو يتقي فيه ربه ويصل فيه رحمه ويعلم لله فيه حقاً، فهذا بأفضل المنازل. وعبد رزقه الله علما ولم يرزقه مالا فهو صادق النية يقول لو أن لي مالا لعملت بعمل فلان فهو بنيته فأجرهما سواء......الحديث.)) [1]

''دنیا تو چار افراد کے لیے (غنیمت) ہے: ایک وہ شخص ہے جسے اللہ نے مال اور علم کی نعمت سے مالا مال کر رکھا ہو تو وہ اس معاملے میں اپنے رب سے ڈرتا ہو، صلہ رحمی کرتا ہو اور اسے معلوم ہو کہ اس میں اللہ کا حق ہے تو یہ شخص افضل منزل اور افضل درجہ پر فائز ہو جاتا ہے۔ دوسرا شخص وہ ہے جسے اللہ نے علم عطا کیا ہو لیکن مال سے محروم رکھا ہو، وہ خالص اور سچی نیت کے

[1] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني ۔ (١٩١/١٩)، والترمذي (٢٣٢٥)، وصححه الألباني في صحيح الترمذي (١٨٩٤).

ساتھ اس بات کا اقرار کر لے کہ اگر میرے پاس بھی مال ہوتا تو میں فلاں (نیک) آدمی کی طرح (نیک) عمل کرتا، اسے اس کی نیت کے مطابق اس طرح اجر وثواب دیا جاتا ہے کہ یہ دونوں شخص اجر وثواب میں برابر ہو جاتے ہیں۔''

☆..............................☆
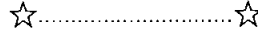
نواں عمل:

ماہِ رمضان کے روزے اور اس (کی راتوں) کا قیام

جنت میں درجات کی بلندی کا باعث بننے والا نواں عمل ماہِ رمضان کے روزے اور (اس کی راتوں) کا قیام ہے۔ چنانچہ سیّدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ قبیلہ بلیّ سے دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان دونوں نے اکٹھے ہی اسلام قبول کیا، ان دونوں میں سے ایک آدمی دوسرے کی نسبت زیادہ سخت محنت اور اجتہاد کرتا، پھر مجتہد اور محنتی شخص ایک غزوہ میں جامِ شہادت نوش کر گیا جب کہ دوسرا شخص اس کے بعد بھی ایک سال تک زندہ رہا۔ آخر وہ بھی فوت ہو گیا۔ سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت کے دروازے پر ہوں اور وہ دونوں شخص بھی میرے پاس ہیں، پھر جنت میں سے ایک نکلنے والا نکلا تو اس نے ان دونوں میں سے بعد میں فوت ہونے والے کو اجازت دے دی، پھر دوبارہ نکلا تو اس نے شہید ہونے والے کو (داخلے کی) اجازت دے دی، پھر میرے پاس واپس پلٹ کے آیا اور کہنے لگا: اب آپ واپس پلٹ جائیں کیونکہ اب آپ کے پاس اس کے بعد کوئی نہیں آئے گا۔ صبح کے وقت طلحہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اس کے متعلق بتانا شروع کیا تو لوگوں کو اس پر تعجب ہوا۔ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ (بعد میں فوت ہونے والا) اس (شہید ہونے والے) کے بعد ایک سال تک زندہ نہ رہا؟ لوگوں نے عرض کیا: کیوں نہیں، آپ نے فرمایا: اور پھر وہ سال بھر میں ماہِ رمضان کے روزے نہ رکھتا رہا اور اس قدر نمازیں اور سجدے ادا نہ کرتا رہا؟ لوگوں نے عرض کی: کیوں نہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((فما بينهما أبعد مما بين السماء والأرض .)) [1]

---

[1] رواه الإمام أحمد المسند (٢/٣٣٣)، وابن ماجه واللفظ له (٣٩٢٥)، وقال المنذري في الترغيب والترهيب (١/٢٤٤): رواه أحمد بإسناد حسن ورواه ابن ماجه وابن حبان في صحيحه والبيهقي ١هـ، وصححه الألباني في صحيح ابن ماجه (٣١٧١).

''تو ان دونوں کے درمیان درجات میں اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔''

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ماہِ رمضان کے روزے اور اس (کی راتوں) کا قیام جنت میں انسان کے درجات کو اتنا بلند کرتے ہیں کہ اسے صدیقین اور شہداء کے مرتبے پر فائز کر دیتے ہیں؟ کیا آپ کو سیّدنا عمرو بن مرۃ جہنی رضی اللہ عنہ کی ذکر کردہ حدیث جو سابقہ سطور میں بیان ہو چکی ہے یاد نہیں، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من مات علی هذا کان من الصدیقین والشهداء .)) ❶

''جو شخص اس حالت (کلمہ شہادت کی ادائیگی، پانچ نمازوں کی ادائیگی، رمضان کے روزے اور قیام اور زکاۃ کی ادائیگی) پر فوت ہو گیا وہ صدیقین اور شہداء میں سے ہے۔''

لہٰذا آپ ایمان کی حالت میں ثواب کی امید کے ساتھ ماہِ رمضان کے روزوں اور اس (کی راتوں) کے قیام کا خوب اہتمام کریں، جس شخص نے بھی ایسا کیا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور وہ نعمتوں بھری جنتوں میں صدیقین اور شہداء کے مرتبوں پر فائز ہوگا۔ یہ (اعزاز و اکرام عطا کرنا) اللہ پر کچھ بھی مشکل نہیں۔

اور اگر آپ کا ارادہ زیادہ ثواب حاصل کرنے اور درجات میں مزید بلندی حاصل کرنے کا ہو تو پھر آپ روزہ داروں کی افطاری کا بھی اہتمام کر لیں اس لیے کہ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کروائے گا تو اسے بھی الحمدللہ روزہ دار کے اجر و ثواب میں بغیر کوئی کمی کیے اس کے برابر اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔

☆..☆
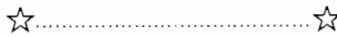
دسواں عمل

اچھا اخلاق

دین متین اور صاف شفاف مضبوط اخلاق یہ دو ایسی بہترین صفات ہیں جن کے ساتھ کوئی شخص بھی مزین اور آراستہ ہو سکتا ہے، بلاشبہ اچھا اخلاق بہت معزز صفت اور مضبوط رشتہ ہے، جو اس عظیم صفت سے

---

❶ رواه البزار، وابن خزيمة (٢٢١٢)، وابن حبان في صحيحه، واللفظ لابن خزيمة، وصححه الألباني في صحيح الترغيب والترهيب (٧٤٩)

آراستہ ہوا اس نے اپنی طبیعت کو مزین کرلیا اور اپنے دل کو صاف کرلیا۔ اچھا اخلاق کینے وغیرہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے، حسد اور بغض کو کھینچ کر نکال دیتا ہے اور دلوں کو فریفتہ بنالیتا ہے، یہ مسلمان کے لیے عمر ثانی اور ذکر باقی ہے۔ یہ ایک ایسی عمدہ صفت ہے جو اس کلمہ کے تمام معانی پر مشتمل ہے، جو اس صفت سے متصف ہو جائے تو یہ عظیم صفت اسے زبان اور دل کی تمام آفات سے پاک کر دیتی ہے اور اس کے ساتھ انسان اپنے خالق کے ساتھ اور تمام انسانوں کے ساتھ احسان کے مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے۔

اللہ عزوجل نے حسن خلق کو بہت عزت دی ہے، اس کی شان کو بلند کیا ہے اور جو شخص اس صفت کے ساتھ متصف ہو جائے اسے بہت عظیم اجر و ثواب سے نوازتے ہوئے میزان میں اس کی نیکیوں کے ثواب کے لحاظ سے اسے سب اعمال سے زیادہ بوجھل قرار دیا ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ما شيء أثقل في ميزان المؤمن يوم القيامة من خلق حسن، فإن الله تعالى يبغض الفاحش البذي .)) [1]

''قیامت کے دن مؤمن کے میزان میں اچھے اخلاق سے زیادہ بوجھل کوئی چیز نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ فحش گوئی اور بداخلاقی سے سخت نفرت کرتا ہے۔''

اسی طرح اچھے اخلاق و کردار کے مالک انسان کو جنت میں تین درجوں میں تین محل عطا کیے جائیں گے جیسا کہ سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أنا زعيم ببيت في ربض الجنة لمن ترك المراء وإن كان محقاً (والمراء هو الجدال) وببيت في وسط الجنة لمن ترك الكذب وإن كان مازحًا وببيت في أعلى الجنة لمن حسن خلقه .)) [2]

''میں اس شخص کو جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا کرنے سے گریز کرے جنت کے ایک گوشہ میں ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں، جو دل لگی کرتے ہوئے بھی جھوٹ نہ بولے اسے جنت کے وسط میں ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں اور جو اپنے اخلاق کو اچھا کرلے اسے جنت کے بلند ترین

[1] رواه الترمذي (٢٠٠٢)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٥٦٣٢).

[2] رواه أبو داود (٤٨٠٠)، وحسنه الألباني في صحيح الجامع (١٤٦٤).

مقام پر ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں۔''

چنانچہ اس بات میں کسی قسم کا کوئی بھی شک و شبہ نہیں کہ اچھے اخلاق کا حامل شخص نہ تو جھگڑے سے واقف ہوتا ہے اور نہ ہی جھوٹ کے قریب جاتا ہے اسی لیے اس کا رب اسے ان تین محلات سے ہرگز محروم نہ رکھے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

لہٰذا آپ اپنے اخلاق کو حسین اور خوبصورت بنا کر لوگوں کے ساتھ اپنے معاملات کو اور اپنی شخصیت کو خوبصورت بنائیے اور اس کی خوب مشق کیجیے، کیونکہ بردباری جیسی صفت اپنے آپ کو بردبار بنانے سے ہی حاصل ہوتی ہے اور صبر کا اظہار کرنے سے ہی انسان صبر کی صفت سے متصف ہوتا ہے۔ جو شخص اچھے اخلاق کے مالک لوگوں کے ساتھ رہنے کی عادت بنالیتا ہے وہ جلد ہی ان کا لباس زیب تن کر لیتا ہے، ان جیسے ذوق سے خوب سیراب ہوتا ہے اور اس کا اجر و ثواب روزہ دار اور شب زندہ دار کے درجہ اور مرتبہ کے برابر تک بلند ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ سیّدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ما من شيء يوضع في الميزان أثقل من حسن الخلق وإن صاحب حسن الخلق ليبلغ به درجة صاحب الصوم والصلاة .)) [1]

''میزان میں رکھی گئی کوئی چیز بھی اچھے اخلاق سے زیادہ بھاری نہ ہوگی اور اچھے اخلاق کا مالک انسان روزہ دار اور نمازی شخص کے درجہ پر فائز ہو جاتا ہے۔''

اسی طرح سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن الرجل ليدرك بحسن خلقه درجات قائم الليل صائم النهار .)) [2]

''انسان اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے دن کے روزہ دار اور شب زندہ دار کے درجات پر فائز ہو جاتا ہے۔''

حسن خلق، لوگوں کی تکلیفوں پر صبر کرنے، ان کے بارے میں حسن ظن رکھنے اور ان کا اکرام کرنے جیسی عظیم صفات پر مشتمل ہے۔

---

[1] رواه الترمذي (٢٠٠٣)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٥٧٢٦).

[2] رواه الإمام أحمد ـ الفتح الرباني ـ (٧٦/١٩)، والحاكم (٦٠/١)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (١٦٢٠).

گیارھواں عمل

اللہ عزوجل کی کتاب کو حفظ کرنا

جنت میں درجات کی بلندی کا باعث بننے والا گیارھواں عمل اللہ عزوجل کی کتاب (قرآنِ مجید) کو حفظ کرنا ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يقال لصاحب القرآن إذا دخل الجنة اقرأ واصعد فيقرأ ويصعد بكل آية درجة حتى يقرأ آخر شيء معه .)) ❶

''صاحب قرآن جب جنت میں داخل ہوگا تو اسے کہا جائے گا: پڑھتا جا اور (جنت کے درجات کی بلندی) چڑھتا جا، تو وہ پڑھتا جائے گا اور ہر آیت کے بدلے ایک درجہ چڑھتا جائے گا، یہاں تک کہ جتنا قرآن اس کو یاد ہوگا وہ سب پڑھ لے گا۔''

ایک دوسری روایت میں ہے:

((يقال لصاحب القرآن: اقرأ وارق ورتل كما كنت ترتل في الدنيا فإن منزلتك عند آخر آية تقرأها .)) ❷

''صاحب قرآن سے کہا جائے گا: پڑھتا جا، چڑھتا جا اور اس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جس طرح تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا تیری منزل وہاں ہوگی جہاں تیری آخری آیت کی تلاوت (ختم) ہوگی۔''

سیّدہ ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس شخص کے متعلق سوال کیا جو قرآن پڑھتا ہے اور وہ جنت میں داخل ہوگا اور وہ شخص جو قرآن نہیں پڑھتا اس پر اس کی کیا فضیلت ہے؟ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

---

❶ رواه الإمام احمد- الفتح الرباني- (٧/١٨)، وأبو داود (١٤٦٤)، والترمذي (٢٩١٤)، وابن ماجه (٣٧٨٠)، وابن حبان، والبيهقي، والحاكم (٥٥٣/١) وصححه وأقره الذهبي، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٨١٢١)

❷ رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني (٦/١٨)، والترمذي (٢٩١٤)، وأبوداود (١٤٦٤)، وابن حبان، والحاكم (٥٥٣/١)، وحسنه شعيب الأرناؤط في تخريجه لشرح السنة (٤٣٥/٤)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٨١٢٢).

''بلاشبہ قرآنِ مجید کی آیات کی تعداد کے برابر ہی جنت کے درجات کی تعداد ہے، قرآنِ مجید پڑھنے والوں میں سے جو شخص جنت میں داخل ہوگا (جنت کے درجات کے لحاظ سے) اس سے اوپر کوئی نہیں ہوگا۔'' ❶

حدیث میں مذکور صاحب قرآن شخص سے مراد کون ہے اس کے متعلق علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا اس سے مراد حافظ قرآن ہے یا کہ صرف اس کو پڑھنے والا اگرچہ وہ حافظ نہ ہو؟ علامہ عراقی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ظاہر ہے کہ صاحب قرآن سے مراد حافظ قرآن ہے اور اس کی دلیل صحیح مسلم وغیرہ میں سیدنا موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث میں مذکور وہ زیادتی ہے (جس کا صاحب قرآن کو اہتمام کرنے کی ضرورت ہے) کہ ''جب صاحب قرآن دن رات اس قرآن کو پڑھنے کا خوب اہتمام کرے گا تو اسے یہ قرآن یاد رہے گا اور اگر اس نے اس کا اہتمام نہ کیا تو وہ اسے بھول جائے گا۔'' اگر یہ اہتمام اور زیادتی نہ ہو پھر حدیث کی تفسیر میں یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ: ''غیر حافظ جو قرآن کو دیکھ کر پڑھنے کا عادی ہو وہ جب اس پر ہمیشگی کرے گا تو اس کی زبان چل پڑے گی اور اس پر قرآنِ کریم کی قراءت وتلاوت آسان ہوگی، جب وہ اس کو چھوڑ دے گا تو یہ قرآن اس کی زبان پر گراں گزرے گا اور اس پر تلاوت کرتے ہوئے انتہائی مشقت اور مشکل ہوگی، اس سلسلے میں حفظ کے اعتبار سے ابوالعباس قرطبی نے صراحت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ: ''صاحب قرآن سے مراد قرآن کا حافظ، اس کے ساتھ مشغول رہنے والا اور اس کی تلاوت پر ہمیشگی کرنے والا شخص ہے۔'' ❷

کیا آپ جنتوں کے اعلیٰ درجات پر پہنچنا چاہتے ہیں؟ تو پھر اللہ کی کتاب کو مکمل حفظ کریں۔ دو سال یا اس سے زائد عرصہ میں آپ کے لیے ممکن ہے کہ آپ اللہ کی کتاب کو حفظ کر لیں گے پھر آپ اپنے اس عمل کے بدلے جنت کے اعلیٰ درجات کو حاصل کر سکیں گے، آپ جس قدر چاہیں اللہ کی کتاب کو حفظ کر لیں پھر آپ اس عظیم عمل کے صلہ میں اس قابل ہو جائیں گے کہ جنت میں اپنا مقام ومرتبہ اور درجہ بک کروالیں، ہر

---

❶ رواه الإمام أحمد ـ المسند ـ (٣٥٦/١) ، والبيهقي في شعب الإيمان (١٩٩٨) وقال: قال الحاكم هذا إسناد صحيح اهـ ، ورواه ابن أبي شيبة في مصنفه (١٥٥/٧) ، والبغوي في شرح السنة (٤٣٥/٤) ، وقال محقق كتاب التذكرة في احوال الموتى والآخرة: حسن موقوف (٢٧٩/٢)

❷ طرح التثريب في شرح التقريب للعراقي (٢٢٢/٣).

آیت کے بدلے ایک درجہ ہے، آپ کا مستقبل اللہ کے بعد آپ کے ہاتھ میں ہے، آپ اپنے نفس کے متعلق دوسروں کی نسبت زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔

آیاتِ قرآنیہ کے ایک مجموعہ کو حفظ کرنے کا تجربہ کریں آپ اپنے دل میں ایمان کی نہروں کا ذائقہ محسوس کریں گے اور کلام اللہ کے حفظ کے دوران وہ پورے جوش اور شدت کے ساتھ جاری ہوں گی۔ اگر آپ کے گناہ آپ کو عاجز کردیں یا آپ کی ہمت جواب دے جائے یا مصروفیاتِ زندگی آپ کو اس قدر مشغول کردیں کہ آپ ان درجات کو نہ پاسکیں تو پھر اپنے نفس پر بخیلی مت کریں بلکہ قرآن کے ثواب کے حصول کی خاطر آپ اپنے علاوہ دوسرے لوگوں کو اور اپنی اولاد کو حفظِ قرآن کی ترغیب دیں کیونکہ نیکی کی ترغیب دینے والا (اجر وثواب کے لحاظ سے) نیکی کرنے والے کی طرح ہے۔ الحمد للہ بہت سی مساجد میں بڑوں اور چھوٹوں سب کے لیے قرآنِ کریم کی کلاسز خاص طور پر اہتمام کے ساتھ جاری ہیں۔

اگر آپ نے اس سب سے سستی کا مظاہرہ کیا تو پھر آپ کو اس کے نتائج سے خبردار رہنا چاہیے کہ آپ قرب کی منازل اور نیک لوگوں کے درجات سے پیچھے رہ جائیں گے جیسا کہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إن الله تعالى يرفع بهذا الكتاب أقوامًا ويضع به آخرين .)) [1]

''اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ساتھ بہت سی قوموں کو رفعت اور بلندی عطا کردیتا ہے اور اسی قرآن کی وجہ سے دوسری قوموں کو نیچا دکھا دیتا ہے۔''

مجھے اُمید ہے کہ آپ اپنے نفس کے لیے ان نتائج کو قطعاً ناپسند کریں گے۔

☆..............................☆

بارھواں عمل

یتیم کی کفالت

جنت میں درجات کی بلندی کا باعث بننے والا بارھواں عمل یتیم کی کفالت ہے۔ چنانچہ سیّدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] رواه الإمام مسلم (٨١٧)، والبيهقي.

((أنا وكافل اليتيم في الجنة هكذا وقال بإصبعيه السبابة والوسطى.)) [1]

''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا شخص جنت میں اس طرح ہوں گے۔ آپ نے اپنی شہادت والی اور درمیان والی انگلیوں (کو ملا کران) کے ساتھ اشارہ کیا۔''

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث سے متعلق اپنی شرح میں فرمایا کہ علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''جو شخص بھی اس حدیث کو سنے اس پر لازم ہے کہ وہ اس حدیث پر عمل کرے تاکہ اسے جنت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہو اور یاد رہے کہ آخرت میں اس سے افضل منزل کوئی نہیں ہے۔ پھر علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور یتیم کی کفالت کرنے والے شخص کے درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ اور مسافت ہے جتنا کہ شہادت والی انگلی اور درمیانی انگلی کے درمیان فاصلہ ہے اس کی مثال ایک دوسری حدیث ہے جس میں ہے کہ: '' مجھے اور قیامت کو ان دو (انگلیوں، شہادت والی اور درمیان والی) کی طرح بھیجا گیا ہے۔'' پھر فرمایا: ایک درجہ سے دوسرے درجہ کے قرب کے اثبات کے متعلق یہ بات کافی ہے کہ شہادت والی انگلی اور درمیان والی انگلی کے درمیان کوئی دوسری انگلی نہیں ہے۔ دوسری جگہ فرمایا: اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد دو باتوں کا اکٹھے وقوع پذیر ہونا ہے: ایک جلدی داخلہ اور دوسرا بلند مرتبہ۔ [2] علامہ البنا رحمہ اللہ کا قول ہے: علماء نے فرمایا ہے کہ اس قسم کی احادیث سے مراد یتیم کی کفالت کرنے والے شخص اور اس قسم کے دوسرے نیک لوگوں کے درجہ میں مبالغہ ہے وگرنہ انبیاء کے درجات تو بہت اعلیٰ اور بلند ہیں اور دو انگلیوں کے درمیان فرق کے بیان سے مقصود اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور امت کے چیدہ چیدہ افراد کے درجوں کا درمیانی فاصلہ صرف اس قدر ہوگا۔ [3]

سخت تکلیف دہ اور بے رحم مناظر میں سے ایک منظر یہ بھی ہے کہ کوئی شخص کسی یتیم کو دیکھے کہ رونے کی وجہ سے اس کے آنسو اس کے رخساروں پر گر رہے ہوں اور وہ پکار رہا ہو: '' اے میرے پیارے ابا جان!''

---

[1] رواه الإمام أحمد (بلفظ كافل اليتيم)۔ الفتح الرباني ـ (١٩/ ٥٤)، والبخاري (٥٣٠٤)، والترمذي (١٩١٨).

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر العسقلاني (١٠/ ٤٥١) (ح٦٠٠٥)

[3] الفتح الرباني لترتيب مسند الإمام أحمد مع مختصر شرحه بلوغ الأماني من أسرار الفتح الرباني لعبد الرحمن البنا الملقب بالساعاتي (١٦/ ١٤٩).

لیکن اس کا باپ اب اس کو کوئی جواب نہیں دے سکتا کیوں کہ وہ تو اب منوں مٹی تلے جا چکا ہے۔ کیا آپ نے کبھی کسی یتیم کو دیکھا ہے کہ وہ روتے ہوئے اپنے والد کو آوازیں دے رہا ہو اور اس کا والد اس کو کوئی جواب نہ دے رہا ہو، اور کیا کبھی ایسا منظر بھی آپ نے ملاحظہ کیا ہے کہ کوئی اس کے ساتھ مل کر رونے لگ جائے یا اس کے بدلے رو پڑے یا کوئی ایسا ہے جو باپ کی شفقت و ہمدردی جیسی عظیم چیز سے محروم اس مسکین بچے کے احساسات کو محسوس کر سکے؟

میں اپنے چھوٹے بیٹے کے ساتھ پہلی مرتبہ اس کو مدرسہ میں داخل کروانے کی غرض سے گیا تو میں نے بہت سے بچوں کے آباء کو دیکھا ہر باپ اپنے بچے کے ہاتھ کو تھامے ہوئے اپنے بچے سے مدرسہ اور پڑھائی کے پہلے دن کے ڈر اور خوف کو کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اچانک ایک منظر نے میرے دل کو تڑپا دیا اور میں زاروقطار رو دیا، میں اس منظر کو کبھی نہیں بھول سکتا، میں نے ایک چھوٹے بچے کو دیکھا جس کا نام بالکل ابتدائی کلاس میں درج ہو چکا تھا اور اس کو داخلہ مل چکا تھا لیکن وہ بڑی شدت سے رو رہا تھا مزید تکلیف دہ بات یہ تھی کہ اس کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا بلکہ وہ بالکل اکیلا تھا، جب ہم نے اس کے متعلق سوال کیا؟ تو لوگوں نے بتایا: کہ وہ یتیم ہے، یہ سن کر اکثر آباء اس کے اردگرد جمع ہو کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے اور اس کی جیبیں ریالوں سے بھرنے لگے، لیکن سب ناکام اور بے فائدہ، کیونکہ یہ ریال نہ تو اسے خاموش کروا سکے اور نہ ہی اس کے فوت شدہ باپ کے دیدار کا عوض بن سکے۔

مسلمان یتیموں کی تعداد زمین کے بہت سے حصوں میں جنگوں کی چکیوں میں مسلمانوں کے پسنے کی وجہ سے بہت بڑھ چکی ہے۔ کون ہے جو ان یتیموں کی کفالت کرے اور ان کے چہروں پر مسکراہٹیں واپس لائے، سوائے ان حسین وجمیل ہاتھوں کے جو اللہ کے ہاں درجات کے طالب ہیں؟ اگر ہم نے ان یتیموں کی کفالت میں پہل نہ کی تو پھر عیسائی مشنری ادارے انھیں عیسائی بنانے کے ارادے سے اغوا کر لیں گے اور انھیں دواء، لباس اور غذاء کا لالچ دے کر اچک لے جائیں گے تاکہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے مخالف لشکروں کا کردار ادا کر سکیں۔

بوسنیا اور ہرسک میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کی ابتداء میں ہی یہ بات سننے میں آئی کہ ہزاروں مسلمان بچوں کو یورپی ممالک میں بھیج دیا گیا ہے، جہاں انھیں جنگ کے آثار سے بچاؤ کی دلیل کی بنیاد پر عیسائی اور صلیبی خاندانوں اور اداروں نے گود لے لیا، جب کہ ان کا ہدف ان بچوں کو عیسائی بنانا تھا۔

اے میرے مسلمان بھائی! کیا آپ کومعلوم ہے کہ آپ عموماً اپنے دوست واحباب کے لیے جن پُرتکلف دعوتوں اور ولیموں کا اہتمام کرتے ہیں اس کے عوض سال بھر کے لیے ایک یتیم کی کفالت کرنا آپ کے لیےممکن ہے؟ مختلف ملکوں میں بہت سی امین اور سپیشل تنظیمیں ایسی ہیں جو یتیموں کے اعداد وشمار، ان کی دیکھ بھال اور ان کے معاملات کی تحقیق جیسےعظیم کاموں میں مصروف ہیں، اگر آپ اپنے ملک میں کسی یتیم کی کفالت کرنا چاہتے ہیں تو اپنے ملک کی کسی بہترین اور فلاحی تنظیم کے ساتھ رابطہ کریں اور اگر آپ دنیا کے کسی ملک میں کسی یتیم کی کفالت کا ارادہ رکھتے ہوں تو کسی بین الاقوامی اور رجسٹرڈ ادارے اور تنظیم سے رابطہ کریں، آپ جلد ہی مسرت وشادمانی، دلی سکون اور خوش وخرم زندگی پانے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

اے میرے مسلمان بھائی! یتیم کی کفالت کے صلہ میں آپ نعمتوں والی جنتوں میں بلند درجات پر ترقی پانے میں بھی کامیاب ہوجائیں گے۔

☆...☆
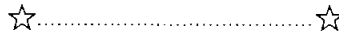
تیرھواں عمل

لوگوں کے درمیان صلح کرانا

جنت میں درجات کی بلندی کا باعث بننے والا تیرھواں عمل لوگوں کے درمیان صلح کرانا ہے۔ یہ بات تو طے شدہ ہے کہ کوئی معاشرہ بھی کینہ، حسد، بدگمانی اور آراء وخواہشات کے اختلاف سے خالی نہیں ہے، یہی چیز لوگوں کے درمیان بغض وعداوت اور آپس میں ایک دوسرے سے جدائی کا باعث بنتی ہے، بسااوقات لڑائی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اسی لیے اسلام نے لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی ترغیب دی ہے اور اس عمل کو افضل ترین اعمال میں شمار کیا ہے جو صلح کرانے والے شخص کے درجہ کو نفلی نماز، نفلی روزے اور نفلی صدقہ کرنے والے شخص کے درجہ تک بڑھا دیتا ہے۔ جیسا کہ سیّدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ألا أخبركم بأفضل من درجة الصيام والصلاة والصدقة؟ قالوا: بلى، قال: صلاح ذات البين، فإن فساد ذات البين هي الحالقة .)) [1]

---

[1] رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني - (١٥/١٠٦) و (١٩/٧٢)، والبخاري في الأدب المفرد (٣٩١)، وأبوداود (٤٩١٩)، والترمذي (٢٥٠٨)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٢٥٩٥).

''کیا میں تمھیں روزے، نماز اور صدقہ کے درجہ سے افضل درجہ کی خبر نہ دوں؟ لوگوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا: کیوں نہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''قرابت داروں میں صلح کرانا، کیونکہ قرابت داروں کے درمیان فساد کا وجود ہلاکت ہے۔''

دوسری حدیث کے مطابق جسے سیّدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((دب إليكم داء الأمم قبلكم الحسد والبغضاء هي الحالقة لا أقول تحلق الشعر ولكن تحلق الدين .)) [1]

''تم میں سابقہ امتوں کی بیماری حسد سرایت کر چکی ہے، اور بغض کاٹ کے رکھ دینے والی چیز ہے میں نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو کاٹتی ہے بلکہ یہ تو دین کو کاٹ کے رکھ دیتی ہے۔''

بلاشبہ اسلام اپنی مضبوط اور محکم شریعت کی بنیاد پر مسلمانوں کو یکجہتی اور اتحاد کا ہدف دیتا ہے تاکہ مسلمان اپنے دشمنوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی عمارت ثابت ہوں۔ اس بات میں کسی قسم کا ابہام اور تعجب نہیں اور آپ اس کا مشاہدہ بھی کرتے ہیں کہ اسلام آپس میں ایک دوسرے سے دور ہونے اور آپس میں بغض رکھنے سے لوگوں کو بہت زیادہ منع کرتا ہے، اسی غرض سے اسلام میں غیبت، چغلی، بدگمانی، جاسوسی اور تیسرے فرد کی موجودگی میں دو افراد کا سرگوشی کرنا حرام ہے، کسی شخص کا اپنے بھائی کی خرید وفروخت پر خرید وفروخت کرنا یا اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرنا بھی اسلام نے حرام قرار دیا ہے اور اس بات کو بھی حرام قرار دیا ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کی چھپی ہوئی باتوں کو کریدتا پھرے اور پھر لوگوں میں ان کو مشہور کرتا پھرے اور یہ کہ کوئی شخص کسی دوسرے سے تین دن سے زائد عرصہ تک ناراض رہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار کیا ہے کہ ہر سوموار اور جمعرات کو آپس میں بغض، عداوت اور کینہ رکھنے والے لوگوں کے علاوہ تمام مسلمانوں کو معاف کر دیا جاتا ہے، آپس میں کینہ اور بغض رکھنے والوں کو اس وقت تک معاف نہیں کیا جاتا جب تک کہ وہ صلح نہ کرلیں۔ اسی طرح اسلام نے مسلمانوں کے درمیان ہمیشہ کے لیے الفت واخوت قائم رکھنے کے لیے بہت سے محرکات کو وضع کیا ہے۔ اسلام نے مصافحہ کی ترغیب دی ہے اور مصافحہ کرنے والوں کو گناہوں کی بخشش کی خوشخبری دی ہے۔ اسی طرح ہر وہ شخص جو اپنے بھائی سے ملاقات کرے، یا مریض کی عیادت کرے، یا جنازہ میں شرکت کرے یا اپنے بھائی کی کوئی ضرورت پوری کرے تو اس قسم کے کام کرنے والے شخص کے لیے اسلام نے اجر

[1] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني ۔ (١٧ / ٣٣١)، والترمذي (٢٥٠٩)، وحسنه الألباني في صحيح الترمذي (٢٠٣٨).

عظیم کو بیان کیا ہے، حتی کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائی سے ملاقات کے وقت مسکرا دے تو اس مسکراہٹ کو بھی اللہ تعالیٰ نے صدقات میں سے ایک صدقہ قرار دیا ہے۔

اسلام نے تو دو ناراض اور جھگڑے ہوئے بھائیوں کے درمیان صلح کرانے کی غرض سے جھوٹ بولنے کو بھی جائز قرار دیا ہے، حالانکہ جھوٹ بولنا حرام ہے، جیسا کہ سیّدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ليس الكذاب الذي يصلح بين الناس فينمي خيراً أو يقول خيراً.)) ❶

''وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی غرض سے کسی اچھی بات کی چغلی کرے یا کوئی اور اچھی بات کہہ دے۔''

تو اے میرے مسلم بھائی! کیا اب آپ مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کریں گے تاکہ آپ جنت میں نفلی نماز پڑھنے والے اور نفلی صدقہ کرنے والے اور نفلی روزہ رکھنے والے شخص کے درجہ سے بھی افضل درجہ پر فائز ہو سکیں؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾

(النساء: ٤ ١١)

''ان کے اکثر مصالحتی مشوروں میں خیر نہیں ہے، البتہ بھلائی اور خیر اس شخص کے مشورے میں ہے جو صدقہ کا، یا نیک بات کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم کرے، اور جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کے ارادہ سے یہ کام کرے، اسے ہم یقیناً بہت بڑا اجر و ثواب دیں گے۔''

تو کیا آپ اللہ غنی کریم سے اس اجر عظیم کی توقع رکھتے ہیں؟ چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ما عمل ابن آدم شيئا أفضل من الصلاة وصلاح ذات البين وخلق

❶ رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني - (١٩/٢٦٦)، والبخاري واللفظ له (٢٦٩٢)، ومسلم (٢٦٠٥)، والترمذي (١٩٣٨)، وأبوداود (٤٩٢٠).

حسن .)) ❶

''آدم کے بیٹے کا کوئی بھی عمل نماز، قرابت داروں میں صلح کرانے اور اچھے اخلاق سے افضل نہیں ہے۔''

☆..................................☆
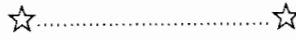
چودھواں عمل

اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا

اگر لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا ثواب اس قدر ہے کہ بندہ نفلی روزے رکھنے والے، نفلی نماز پڑھنے والے اور نفلی صدقہ کرنے والے شخص کے درجہ پر فائز ہو جاتا ہے، تو آپ کا اس شخص کے متعلق کیا خیال ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان لوگوں کو ایمان اور تقویٰ کی طرف دعوت کے ذریعے صلح کرانے کی کوشش کرتا ہے؟ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم اور فرمان کو اہمیت نہ دے تو اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ دیا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اس طرح دشمنی مول لے لیتا ہے کہ اس کو نہ تو وہ محسوس کرتا ہے اور نہ ہی اس کا اظہار کر سکتا ہے، اور جو شخص لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور اللہ کے دین کی محبت ان کے دلوں میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ حقیقت میں لوگوں کو اللہ عزوجل کے ساتھ صلح کرنے، اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے، اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی طرف دعوت دیتا ہے، اسی لیے ایسے شخص کا اجر وثواب اور درجہ اللہ عزوجل کے ہاں اس شخص سے زیادہ عظیم ہے جو دنیا کے معاملات میں سے کسی معاملہ میں لڑنے جھگڑنے والوں کے درمیان صلح کراتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ (فصلت: ٣٣)

''اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے، نیک عمل کرے

---

❶ رواه البيهقي في شعب الإيمان (١١٠٩٠)، وحسنه السيوطي في الجامع الصغير (٧٩٤٨)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٥٦٤٥).

اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔''

آپ اپنے تمام تر وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دینے کی پوری کوشش کریں کیونکہ یہ کام بہت عظیم اور افضل واشرف ہے۔

آپ کو علم ہونا چاہیے کہ آپ اگر کسی کو کوئی نیکی کا کام بتادیتے ہیں، یا کسی کو سنت کی طرف دعوت دے دیتے ہیں اور وہ اس پر عمل کر لیتا ہے یا آپ کسی کو تعلیم دے دیتے ہیں کہ وہ کس طرح جنت میں اپنے درجات بلند کر سکتا ہے تو آپ کے لیے اس کے اجر وثواب برابر اجر وثواب ہے بلکہ آپ کا اجر وثواب بڑھتا چلا جائے گا، اور اگر کسی نے آپ سے جنت میں درجات کی بلندی کا طریقہ اور عمل سیکھ لیا تو آپ کے درجات بھی اس کے درجات کی تعداد کے مطابق بڑھتے چلے جائیں گے۔ اس وسیع میدان کی طرف جلدی سے بڑھیے، تیز قدم اٹھایئے تاکہ نعمتوں والی جنتوں میں آپ کے درجات بلند ہوں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من دعا إلى هدى كان له من الأجر مثل أجور من تبعه ، لا ينقص ذلك من أجورهم شيئا ، ومن دعا إلى ضلالة ، كان عليه من الإثم مثل آثام من تبعه ، لا ينقص ذلك من آثامهم شيئا .)) [1]

''جو شخص (لوگوں کو) ہدایت کی طرف دعوت دے تو اس کے لیے ان تمام لوگوں کے اجر کے برابر اجر ہوگا جو اس کی پیروی کریں گے، جب کہ ان کے اجروں میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی، اور جو شخص (لوگوں کو) گمراہی کی طرف دعوت دے تو اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہوگا جو اس کی پیروی کریں گے، جبکہ ان کے گناہوں میں کچھ بھی کمی نہیں ہوگی۔''

سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا: میری سواری ہلاک ہوگئی ہے مجھے کوئی دوسری سواری دے دیجیے، تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

''میرے پاس (کوئی دوسری سواری) نہیں ہے۔''

(مجلس میں سے) ایک شخص کہنے لگا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم!) میں اس کو ایسے شخص کا پتہ دیتا ہوں جو اس کو سواری دے دے گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] رواه الإمام مالك في الموطأ (١/٢١٨)، ومسلم (٢٦٧٤)، وأبوداود (٤٦٠٩)، والترمذي (٢٦٧٤).

((من دل على خير فله مثل أجر فاعله .)) ❶

''جو شخص نیکی کے کام پر کسی کی رہنمائی کرتا ہے اس کے لیے نیکی کرنے والے کے اجر وثواب کے برابر اجر وثواب ہے۔''

☆.......................................☆

پندرھواں عمل
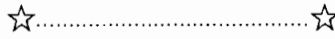
جہاد فی سبیل اللہ

جنت میں درجات کی بلندی کا باعث بننے والا پندرھواں عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ بلاشبہ طاقتور مسلمان جہادی دروازے پر دو خطرناک معاملات کے درمیان، دو جدا جدا اور ایک دوسرے سے دور راستوں کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ پہلا راستہ جہاد فی سبیل اللہ کی محبت، اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لیے سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ اور اللہ کے دشمنوں کے سامنے سر نہ جھکانے کا فیصلہ ہے۔ یہ مشکل راستہ اپنے راہی کو جنت میں سو درجات کی راہ دکھاتا ہے اور وہ ایسے درجات ہیں کہ ہر دو درجوں کے درمیان ایک سو سال کا فاصلہ ہے یا اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔ دوسرا راستہ جہاد کو چھوڑنے، ترک کرنے اور جہاد کی نیت تک نہ کرنے کا راستہ ہے، اس کا انجام نفاق کے ایک شعبہ پر موت کی صورت میں ہے۔ العیاذ باللہ۔

چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من مات ولم يغز، ولم يحدث نفسه بغزو، مات على شعبة من نفاق .)) ❷

''جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے نہ تو جہاد کیا اور نہ ہی جہاد کا ارادہ اور نیت کی تو وہ نفاق کے ایک شعبہ پر فوت ہوا۔''

اس کے برعکس، غور کیجیے کہ جہاد کا ثواب کیا ہوگا اور جہاد کا راستہ کیسا ہوگا؟ چنانچہ جہاد کا ثواب تو جنت میں سو درجات کی صورت میں ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے منتخب کر رکھا ہے، جیسا کہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

❶ رواه الإمام أحمد ـ الفتح الرباني ـ (١٩/٦٦)، ومسلم واللفظ له (١٨٩٣)، وأبو داود (٥١٣٩)، والترمذي (٢٦٧٣).

❷ رواه الإمام أحمد ـ الفتح الرباني ـ (١٤/٢٦)، ومسلم (١٩١٠)، وأبو داود (٢٥٠٢)، والنسائي (٣٠٩٧).

((إن في الجنة مائة درجة أعدها الله للمجاهدين في سبيل الله بين كل درجتين كما بين السماء والأرض .)) ❶

''بلا شبہ جنت میں سو درجات ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھا ہے، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔''

اسی طرح سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يا أبا سعيد من رضي بالله ربا وبالإسلام دينا وبمحمد نبيا وجبت له الجنة، وأخرى يرفع بها العبد مائة درجة في الجنة ما بين كل درجتين كما بين السماء والأرض: الجهاد في سبيل الله، الجهاد في سبيل الله .)) ❷

''اے ابو سعید (رضی اللہ عنہ)! جو شخص اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نبی ہونے پر راضی ہوگیا تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی، دوسرا ایسا عمل ہے کہ اس کے ذریعہ بندے کو جنت میں سو درجات تک بلندی عطا کر دی جاتی ہے اور وہ ایسے درجات ہیں کہ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے: وہ (عمل) جہاد فی سبیل اللہ، جہاد فی سبیل اللہ ہے۔''

تو اے میرے مسلمان بھائی! آپ کے سامنے سو درجات ہیں جو خاص طور پر مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے ہیں، تو کیا آپ بھی ان درجات کے حصول کی خاطر محنت، کوشش اور تگ و دو کر رہے ہیں؟ تاکہ ان جنتوں میں مختلف منازل پر آپ کے محلات بھی ہوں۔ چنانچہ سیّدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

((أنا زعيم- والزعيم الحميل- لمن آمن بي وأسلم وهاجر ببيت في ربض الجنة وببيت في وسط الجنة، وأنا زعيم لمن آمن بي وأسلم

❶ رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني۔ (٢٤/ ١٩٠)، والبخاري (٢٧٩٠)، والترمذي (٢٥٢٩)

❷ رواه الإمام مسلم (١٧٧٤)، والنسائي (٣١٣١).

وجاهد في سبيل الله ببيت في ربض الجنة وببيت في وسط الجنة وببيت في أعلى غرف الجنة، من فعل ذلك فلم يدع للخير مطلبا ولا من الشر مهربا يموت حيث شاء أن يموت .)) ❶

''میں اس شخص کے لیے زعیم ہوں ــــ زعیم سے مراد ضامن ہے ــــ جو مجھ پر ایمان لایا، میری اطاعت کی اور ہجرت کی کہ اس کے لیے جنت کے گوشہ میں ایک گھر اور جنت کے وسط میں دوسرا گھر ہے، اور جو شخص مجھ پر ایمان لایا، میری اطاعت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا میں اسے ضمانت دیتا ہوں کہ اس کے لیے ایک گھر جنت کے گوشہ میں، ایک گھر جنت کے وسط میں اور ایک گھر جنت کے اعلیٰ بالا خانوں میں ہوگا، جس نے یہ کام کیے اس نے نہ تو نیکی کے حصول کی کوئی جگہ چھوڑی اور نہ ہی برائی سے بچاؤ کی کوئی جگہ چھوڑی اب وہ جہاں چاہے جیسے چاہیے فوت ہو جائے۔''

جب شہید جنت میں اپنے بلند درجات کو دیکھے گا اور ہمیشہ کی ان نعمتوں کو دیکھے گا جو کسی بشر کے دل میں کھٹکی بھی نہ ہوں گی تو وہ اس قدر فضل و کرم، اجر و ثواب اور شہداء کی عزت و تکریم کو دیکھ کر یہ تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹ جائے تا کہ اسے بار بار اللہ کی راہ میں شہید کیا جائے۔ چنانچہ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يؤتى بالرجل يوم القيامة من أهل الجنة فيقول له: يا ابن آدم! كيف وجدت منزلك؟ فيقول: أي رب! خير منزل فيقول: سل وتمن فيقول: يا رب ما أسأل ولا أتمنى إلا أن تردني إلى الدنيا فأقتل في سبيلك عشر مرات لما يرى من فضل الشهادة .)) ❷

''قیامت کے دن اہل جنت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جس سے وہ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: اے آدم کے بیٹے! تو نے اپنی منزل کو کیسا پایا؟ وہ جواب دے گا: اے میرے رب! بہترین منزل ہے تو وہ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: سوال کر اور تمنا و خواہش پیش کر۔ یہ بات سن کر وہ

❶ رواه النسائي واللفظ له (٣١٣٣)، والحاكم (٢/ ٦٠)، وابن حبان، وصححه الألباني في صحيح الترغيب والترهيب (١٣٠٠).

❷ رواه الإمام أحمد ـ الفتح الرباني (١٤/ ٢٧)، ومسلم (١٨٧٧)، والنسائي (٣١٦٠).

(جنتی) کہے گا: اے میرے رب میں صرف یہی سوال کرتا ہوں اور یہی میری تمنا ہے کہ تو مجھے دنیا میں واپس لوٹا دے تا کہ میں دس مرتبہ تیری راہ میں شہید ہو جاؤں (وہ یہ خواہش اس لیے کرے گا) کہ وہ شہادت کی فضیلت کو بذاتِ خود ملاحظہ کر رہا ہوگا۔''

جہاد کی متعدد صورتیں ہیں

اوّل: جہاد بالنفس:

سیّدنا کعب بن مرة رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((ارموا أهل صنع من بلغ العدوبسهم رفعه الله به درجة .))

''اے تلوار اور تیر تیار کرنے والو! تیر اندازی کیا کرو، جس کا تیر دشمن تک پہنچے گا، اللہ تعالیٰ اس (تیر) کے بدلے اس (تیر پھینکنے والے) کا ایک درجہ بلند کر دے گا۔''

(راویٔ حدیث نے) بیان کیا کہ: سیّدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن ابوالنحام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) درجہ کیا ہے؟ (راویٔ حدیث نے) بیان کیا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أما إنها ليست بعتبة أمك ولكنها بين الدرجتين مائة عام .)) [1]

''وہ درجہ تیری والدہ کی چوکھٹ نہیں ہے بلکہ وہ (تو ایسی عمدہ چیز اور نعمت ہے کہ) دو درجوں کے درمیان سو برس کا فاصلہ ہے۔''

آپ کو علم ہونا چاہیے کہ جو شخص اپنے گھر سے جہاد کا ارادہ لے کر نکل پڑے، پھر اگر وہ کسی جگہ اپنی طبعی موت بھی مر جائے تب بھی وہ اللہ کے حکم سے شہید ہے اگر چہ اس نے اقتال نہ بھی کیا ہو۔ جیسا کہ سیّدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من صرع عن دابته فهو شهيد .)) [2]

''جو شخص اپنی سواری سے گر کر فوت ہو جائے، وہ شہید ہے۔''

یعنی جو شخص جہاد کے لیے نکل کھڑا ہوا، اب وہ اپنی سواری سے گر کر بھی اگر ہلاک ہو گا تو اس کے لیے اللہ کے فضل سے شہید کا اجر لکھا جائے گا، اس معنی کی تائید و تاکید ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے جسے

[1] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني ۔ (١٣/١٤) وقال الساعاتي سنده جيد ١ هـ ، ورواه النسائي (٣١٤٤) ، وابن حبان ، وصححه الألباني في صحيح النسائي (٢٩٤٧)

[2] رواه الطبراني (٨٩٢/١٧)، وأبو يعلى (٤٨٦/٢)، والهيثمي في مجمع الزوائد (٢٨٣/٥)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٦٣٣٦).

ابو یعلی نے سیّدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کی راہ میں اپنی سواری سے گر کر ہلاک ہوا، وہ شہید ہے۔''

سیّدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ پہلی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے بہت سے لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ جو شخص گاڑی یا روڈ کے حادثہ میں مارا جائے تو وہ شہید ہے، ان کا یہ گمان اور نظریہ غلط ہے جب کہ درست بات یہ ہے کہ یہ فضیلت اللہ کی راہ میں نکلنے والے شخص کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ دوسری روایت سے واضح ہے۔ شہداء میں سے افضل شہید وہ ہے جس کے متعلق سیّدنا نعیم بن ہمار رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: ''افضل شہداء کون ہیں؟ تو آپ (ﷺ) نے فرمایا:

((الذين إن يلقوا في الصف لا يلفتون وجوههم حتى يقتلوا أولئك ينطلقون في الغرف العلى من الجنة، ويضحك إليهم ربهم، فإذا ضحك ربك إلى عبد في الدنيا فلا حساب عليه .)) [1]

''وہ (خوش نصیب مجاہدین) جن کا (دشمن سے) مقابلہ ہوتا ہے تو وہ صف بنا کر (لڑتے ہیں) اور اپنے چہروں تک کو اِدھر اُدھر نہیں پھیرتے (اتنی بہادری اور یکسوئی سے دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں) حتی کہ شہید کر دیے جاتے ہیں پھر وہ جنت کے بلند بالا خانوں میں پہنچا دیے جاتے ہیں، ان کا رب ان کی طرف (دیکھ کر) مسکرا دیتا ہے، پھر جب تیرا رب دنیا میں کسی بندے کی طرف دیکھ کر مسکرا دے تو اس پر کوئی حساب نہیں ہوتا۔''

دوم: جہاد بالمال:

جہاد کا دوسرا راستہ اور قسم مال کے ساتھ جہاد کرنا ہے، اللہ کی راہ میں لڑنے والے غازیوں کو اسلحہ سے لیس کرنے اور مجاہدین کے اہل و عیال کی کفالت کرنے کا تعلق بھی اسی قسم سے ہے۔ ایسا عظیم عمل کرنے والے شخص کو مجاہد کے برابر اجر و ثواب ملتا ہے۔ جیسا کہ سیّدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني- (١٤/ ٣٠)، والطبراني، وقال المنذري في الترغيب والترهيب (٢/ ٣١٨): رواه أحمد وأبو يعلى ورواتهما ثقات ١هـ، وصححه الألباني في صحيح الترغيب والترهيب (١٣٧١).

((من جهز غازيًا في سبيل الله فقد غزا، ومن خلف غازيًا في أهله فقد غزا.)) ❶

''جو شخص اللہ کی راہ کے غازی کو سامانِ جنگ مہیا کرے تو (وہ ایسے ہی ہے جیسے) اس نے خود غزوہ اور لڑائی کی اور جو شخص کسی غازی کے اہل وعیال کی دیکھ بھال کرے تو (وہ بھی ایسے ہے جیسے) اس نے خود لڑائی کی۔''

جو شخص اپنے آپ کو جہاد سے روکے رکھے اور پیچھے بیٹھ رہنے والوں میں سے ہو تو وہ اپنے مال کو اس طرح خرچ کیوں نہیں کرتا۔ اللہ عزوجل نے (قرآن مجید کی) بعض آیات میں، جیسا کہ سورۃ الحجرات اور سورۃ الصف میں ہے، جہاد بالمال کو جہاد بالنفس سے پہلے بیان کیا ہے، تاکہ ہم بھی جہاد کے ثواب سے محروم نہ رہ سکیں۔ تو کیا ہم اپنے مالوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ ﴾ (الحجرات: ١٥)

''مؤمن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائیں، پھر شک وشبہ میں مبتلا نہ ہوں اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں، یہی لوگ سچے ہیں۔''

اور جو شخص اپنے نفس اور اپنے مال کے ساتھ جہاد کرے وہ تو افضل منازل اور اعلیٰ درجات پر فائز ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ (النساء: ٩٥)

''اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے مؤمن اور بغیر عذر کے بیٹھ رہنے والے مؤمن برابر نہیں ہیں، اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے

---

❶ رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني- (٢٣/١٤)، والبخاري (٢٨٤٣)، ومسلم (١٨٩٥)، وأبوداود (٢٥٠٩)، والترمذي واللفظ له (١٦٢٨).

والوں پر اللہ تعالیٰ نے درجہ میں بہت فضیلت دے رکھی ہے۔ اور یوں تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک سے بھلائی اور اچھائی کا وعدہ کر رکھا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت دے رکھی ہے۔''

محترم قاری بھائی! آپ یہ مت خیال کریں کہ اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ جہاد کرنے والے شخص کو بیٹھ رہنے والے اس شخص پر جو صرف اپنے مال کے ساتھ جہاد کرتا ہے ہے جنت کے درجات میں سے صرف ایک درجہ کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے، جیسا کہ سابقہ آیت میں مذکور ہے۔ (ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے درجات کے ساتھ فضیلت دے رکھی ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والی آیت میں اس درجہ کی وضاحت کی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ (النساء: ٩٦)

''اپنی طرف سے درجات، بخشش اور رحمت (سے بھی فضیلت دے رکھی ہے) اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

بہت سی احادیث بھی ایسی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جو شخص اپنے نفس اور اپنے مال کے ساتھ جہاد کرتا ہے وہ تو افضل مراتب اور درجات پر فائز ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کردہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ما من أيام العمل الصالح فيهن أحب إلى الله من هذه الأيام العشر فقالوا: يا رسول الله! ولا الجهاد في سبيل الله؟ فقال رسول الله ﷺ ولا الجهاد في سبيل الله إلا رجل خرج بنفسه وماله ولم يرجع من ذلك بشيء.)) [1]

''ان (ذوالحجہ کے پہلے) دس دنوں میں کیے جانے والے نیک عمل سے باقی دنوں میں کیا جانے والا کوئی بھی نیک عمل اللہ کو زیادہ محبوب نہیں ہے۔''

(یعنی ان دس دنوں میں کیا جانے والا نیک عمل اللہ کو باقی تمام دنوں سے زیادہ پسند اور محبوب ہے) لوگوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اور نہ ہی جہاد فی سبیل اللہ؟ تو

[1] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني- (٦/١٦٦)، والبخاري (٩٦٩)، والترمذي واللفظ له (٧٥٧)، وأبوداود (٢٤٣٨).

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اور نہ ہی جہاد فی سبیل اللہ، سوائے اس شخص کے جو اپنی جان اور اپنا مال لے کر (جہاد فی سبیل اللہ میں) نکلا اور پھر ان میں سے کچھ بھی بچا کر واپس نہ لوٹ سکا۔'' (مال بھی قربان ہو گیا اور جان بھی قربان ہو گئی)

اسی طرح سیّدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أفضل الشهداء من سفك دمه وعقر جواده .)) ❶

''شہداء میں سے افضل شہید وہ ہے جس کا خون بہا دیا گیا اور اس کا گھوڑا بھی ذبح کر دیا گیا۔''

(یعنی خود بھی قربان ہو گیا اور مال بھی سواری سمیت اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔)

سوم: جہاد باللسان:

جہاد کی تیسری قسم زبان کے ساتھ جہاد کرنا ہے اور یہ کفار و منافقین کی ہجو کرنے، ان کی مذمت کرنے اور اللہ عزوجل کے دین کی مدح اور تعریف کرنے کی صورت میں ممکن ہے۔ اس غرض سے کہے جانے والے اشعار بھی افضل ترین اشعار ہیں جن سے اللہ جل وعلا اور اس کا رسول ﷺ راضی ہوئے ہیں، جیسا کہ سیّدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ نے شعر کے متعلق کیا نازل فرمایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إن المؤمن يجاهد بسيفه ولسانه ، والذي نفسي بيده لكأنما ترمونهم نضح النبل .)) ❷

''بلاشبہ مؤمن اپنی تلوار اور اپنی زبان کے ساتھ جہاد کرتا ہے، مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے گویا کہ تم (اپنے اشعار کے ذریعے) ان کو تیروں اور نیزوں کی نوکیں مارتے ہو۔''

بہت سے شعراء نے اپنے اردگرد کی متعدد اشیاء کی تعریف و توصیف کی خاطر اپنی جدوجہد، محنت، کاوش اور اپنی بلاغت شعری کو صرف کیا ہے، جب کہ بہت کم شعراء ایسے ہیں جنہوں نے مجاہدین فی سبیل اللہ کی صفوں میں ترقی پانے کی غرض سے اللہ جل وعلا کی حمد و ثنا اور اللہ کے دین کا دفاع کرنے میں اپنی خداداد شعری صلاحیتوں اور قابلیتوں کو پوری طرح استعمال کیا ہے۔

❶ رواه الطبراني، وحسنه السيوطي في الجامع الصغير (١٢٥٧)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (١١٠٨).

❷ رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني- (١٩/٢٧٦)، والطبراني، وصححه الألباني في صحيح موارد الظمآن (١٦٩٤).

اسی طرح اللہ کے دین کا دفاع اور ان شبہات کا ردّ جو مشرکین، منافقین اور بدعتی لوگوں نے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف فضائی نہروں کو عبور کرتے ہوئے (کھوکھلے دلائل کی بنیاد پر) پھیلا رکھے ہیں اور جس باطل راہ پر وہ گامزن ہیں اس کے جھوٹ اور باطل ہونے کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا، اس وسیع وعریض دنیا میں ایک اہم ضرورت بن چکی ہے، جو ان کھوکھلے دلائل کی تردید کی متقاضی ہے تاکہ لوگ مصطفیٰ ﷺ کی ہدایت سے گمراہ نہ ہوں۔ یہ جہادی میدان ہے جس میں علماء کرام اور داعی حضرات کو رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل حکم کے مطابق غوروخوض کرتے ہوئے خوب کوشش کرنی چاہیے۔

((جاهدوا المشركين بأموالكم وأنفسكم وألسنتكم .)) ❶

''مشرکوں سے اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔''

علامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ نے فرمایا: ''دوسروں کے خلاف جہاد کرنے کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم علم و بیان کی ہے اور دوسری قسم اسلحہ اُٹھانے کی ہے۔ چنانچہ علم و بیان کے ذریعے ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کیا جائے گا جو اپنے آپ کو اسلام کے ساتھ منسوب کرتے ہیں لیکن اصلاً وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہوتے، مثلاً منافقین، بدعتی لوگ، تکفیری لوگ اور ان جیسے دوسرے لوگ، کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں جن سے ہم اسلحہ کے ذریعے جہاد نہیں کر سکتے، اس لیے کہ وہ اسلام کو ظاہر کرتے ہیں اور ہمارے ساتھ رہتے ہیں، لیکن ہم ان کے ساتھ علم و بیان کے ذریعے جہاد کرنے کا راستہ اختیار کریں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ جَٰهِدِ ٱلْكُفَّارَ وَٱلْمُنَٰفِقِينَ وَٱغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ ﴾ (التوبة: ٧٣)

''اے نبی (ﷺ)! کفار اور منافقین سے جہاد کیجیے، ان پر سختی کیجیے، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بدترین جگہ ہے۔''

کفار کے خلاف اسلحہ کے ساتھ جہاد ہوتا ہے جب کہ منافقین کے خلاف علم و بیان کے ساتھ جہاد ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جانتے تھے کہ آپ کے صحابہ میں منافقین شامل ہیں، اور آپ ان کے سرکردہ لوگوں کو بھی جانتے تھے لیکن آپ نے صحابہ کرام کے ان کے متعلق قتل کی اجازت طلب کرنے کے

---

❶ رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني- (٧/١٤)، وأبوداود (٢٥٠٤)، والنسائي (٣٠٩٦)، والدارمي (٢٤٣١)، والحاكم (٨١/٢)، وابن حبان (١٦١٨)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٣٠٩٠) عن أنس بن مالك رضي الله عنه.

باوجود ان کے قتل کی اجازت نہ دی بلکہ فرمایا:

((لا ، يتحدث الناس بأن محمداً يقتل أصحابه .))

''نہ، (ایسا نہ کرنا) لوگ باتیں بنائیں گے کہ محمد (ﷺ) اپنے صحابہ کو قتل کر دیتے ہیں۔''

اسی طرح اہل بدعت میں سے جو لوگ اسلام کے جھنڈے تلے جگہ بنا لیں ان سے بھی ہم اسلحہ کے ساتھ نہیں لڑ سکتے لیکن علم و بیان کے ذریعے ان سے لڑائی کرنے کی راہ کھلی ہے۔ ❶

آپ اپنے اسلحہ، اپنی زبان اور جو کچھ آپ کے پاس وسائل ہیں ان سب کے ذریعے جہاد کریں کہیں اسلام آپ کی طرف سے مغلوب نہ ہو جائے۔

چہارم: اللہ تعالیٰ سے شہادت کا سوال کرنا:

جہاد کا چوتھا راستہ اللہ تعالیٰ سے اس کی راہ میں صدق دل سے شہادت کا سوال کرنا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو شخص یہ نیت اور رغبت رکھے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کو شہادت عطا فرمائے تو اللہ تعالیٰ اسکو اس عالی شان مرتبہ پر فائز فرمائے گا اور جنت میں شہداء کی منازل پر اس کی جگہ عطا فرمائے گا اگر چہ وہ اپنے بستر پر فوت ہوا ہو۔ چنانچہ سیّدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من سأل الله الشهادة بصدق بلغه الله منازل الشهداء وإن مات على فراشه .)) ❷

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے صدق (دل) کے ساتھ شہادت کا سوال کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کی منازل پر پہنچا دے گا اگر چہ وہ اپنے بستر پر فوت ہوا ہو۔''

اللہ تعالیٰ سے شہادت کا سوال کرنے کو جنتوں کے اعلیٰ درجات کے حصول کا آسان ترین راستہ شمار کیا گیا ہے، اس کے لیے آپ کو صرف اتنی سی مشقت کرنی پڑے گی کہ آپ عاجزی و انکساری سے اپنے ہاتھوں کو اللہ کی بارگاہ میں اُٹھا کر مسلسل اور اصرار کے ساتھ یہ سوال کریں کہ وہ آپ کو شہادت عطا فرما دے۔ یہ آپ کے لیے بہت عظیم موقعہ ہے اس کو ضائع مت کریں بلکہ اس کا پختہ عزم کریں، انتہائی عاجزی و انکساری کے ساتھ، بچے کی طرح روتے ہوئے، اپنے رب جل و علا کی بارگاہ میں حاضر ہو کر، اپنے دل کو حاضر کر کے،

❶ شرح رياض الصالحين لابن عثيمين (١/٣٤٦).

❷ رواه الإمام مسلم واللفظ له (١٩٠٩)، وأبوداود (١٥٢٠)، والترمذي (١٦٥٣)، والنسائي (٣١٦٢)، وابن ماجه (٢٧٩٧).

صدق دل سے اس اللہ سے شہادت کا سوال کریں اور اس پر اصرار کریں۔ کیا آپ صادق و مصدوق، اللہ کے رسول ﷺ کے وعدے کی تصدیق نہیں کرتے؟ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ کیے ہوئے وعدے کو سچ کر دکھائے گا کہ آپ سب سے عظیم تمغے کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے جس پر تمام اگلے اور پچھلے لوگ رشک کریں گے، وہ عظیم تمغہ شہادت ہے، نتیجتاً آپ اعلیٰ ترین منزل فردوس اعلیٰ پر ترقی پا جائیں گے۔ اگر آپ شہادت کی نیت کریں تو اس کے لیے آپ کو کس قدر مالی خسارہ برداشت کرنا پڑے گا؟ کچھ بھی تو نہیں۔ آپ جلدی کریں، سبقت کریں، پہل کریں۔ موت آنے تک آپ اس عظیم مقصد کو قطعاً فراموش نہ کریں۔

جہاد کی بدولت اُمت مسلمہ کا مقام و مرتبہ دنیا و آخرت میں بلند ہوتا ہے۔ آخرت میں جو مقام ہوگا اس کی جھلک تو ہم نے دیکھ لی ہے۔ دنیا میں بھی مجاہد اُمت ہی سر بلند، اپنے دشمن کے لیے رُعب اور دبدبہ کی علامت اور اپنی عزت و شرف کے لیے قلعہ ثابت ہوتی ہے، اس کے برعکس جب بھی کسی قوم نے اس عظیم کام کو ترک کیا، اسلحہ سے غافل ہوئی، قوت بنانے سے منہ موڑا اور لہو و لعب اور غفلت میں زندگی گزارنی شروع کی تو رسول اللہ ﷺ کا فرمان اس قوم کے متعلق حق اور سچ ثابت ہوا، جس میں آپ نے آگاہ فرمایا کہ جو قوم جہاد کو ترک کر دے تو آخرت سے پہلے پہلے دنیا میں ہی ذلت و رسوائی کے انجام سے دوچار ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إذا تبايعتم بالعينة وأخذتم أذناب البقر ورضيتم بالزرع وتركتم الجهاد سلط الله عليكم ذلا لا ينزعه حتى ترجعوا إلى دينكم .))

''جب تم آپس میں کمی زیادتی کے ساتھ خرید و فروخت کرنے لگو گے، بیلوں کی دُموں کو پکڑ کر کھیتی باڑی پر خوش ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دے گا اور اس ذلت کو اس وقت تک ختم نہ کرے گا جب تک کہ تم اپنے دین کی طرف نہ پلٹ آؤ گے۔''

مسند احمد کی روایت میں ہے:

((أَنزل الله بهم بلاء فلم يرفعه عنهم حتى يراجعوا دينهم)) [1]

''اللہ تعالیٰ ان پر (جہاد چھوڑنے کی وجہ سے) آزمائش نازل فرمائے گا جسے وہ اس وقت تک ختم نہیں کرے گا جب تک کہ وہ اپنے دین (جہاد) کی طرف پلٹ نہ آئیں گے۔''

[1] رواه الإمام أحمد ـ (بلفظ إذا يعني ضن الناس بالدينار والدرهم) ـ الفتح الرباني - (١٤/٢٥)، وأبوداود (٣٤٦٢)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٤٢٣).

لہٰذا آپ اپنی خواہشات اور اپنے شیطان پر غلبہ پا کر ان کے سامنے بند باندھ دیں تا کہ آپ مجاہدین کو ملنے والے سو درجات پر ترقی پا سکیں اور وہ ایسے درجات ہیں کہ ہر دو درجوں کے درمیان ایک سو سال یا آسمان و زمین کے درمیانی فاصلہ جتنا فاصلہ ہے، یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ آپ اپنی طاقت کے مطابق اللہ کے دشمنوں، یہود، صلیبی، ہندو اور کیمونسٹوں کے خلاف جہاد میں مصروف اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کے لیے اپنے مال بھی خرچ کریں اور ان کی کامیابی کے لیے دعائیں بھی کریں۔ یاد رکھیں جو شخص بھی جہاد سے پیچھے رہے گا اور لوگوں کو بھی اس سے دُور کرے اور بیزار کرے گا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق نفاق کے ایک شعبہ پر مرے گا۔ العیاذ باللہ

جہاد اور مجاہدین کے حقوق میں سے ہم پر جو ادنیٰ ترین حق ہے وہ یہ ہے کہ ہم جب بھی دعا کریں تو اپنی ہر دعا کے ساتھ مجاہد بھائیوں کے لیے بھی دعا کریں۔ تو کیا آپ اتنا بھی نہیں کر سکتے؟

وہ اعمال جن کا اجر و ثواب جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے

اللہ تعالیٰ کی ہم پر یہ رحمت اور اس اُمت کے ساتھ اس کی یہ محبت ہے کہ اس نے ہمیں بعض آسان اور معمولی اعمال تحفہ میں دیے ہیں جن پر عمل پیرا ہونے والا شخص مجاہد فی سبیل اللہ کے اجر و ثواب کو حاصل کر لیتا ہے۔ اگر آپ کا پختہ عزم اور ارادہ ہے کہ جنت میں آپ کا درجہ بلند ہو تو آپ میرے ساتھ رہیں تا کہ ہم مل کر بعض ایسے اعمال کو جان سکیں جن کے متعلق صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ ان کو اپنانے والے لوگ مجاہد فی سبیل اللہ کے اجر و ثواب سے فیض یاب ہوتے ہیں شاید کہ ہم اس میدان میں بھرپور کوشش کریں اور آپس میں ایک دوسرے کو ان اعمال سے آگاہ کریں۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: اس (قسم کی احادیث) میں (جو کہ مجاہدین فی سبیل اللہ کے اجر و ثواب کے برابر دوسرے لوگوں کا اجر و ثواب بیان کرتی ہیں) اس بات کا اشارہ موجود ہے کہ مجاہد کے درجہ کو غیر مجاہد بھی حاصل کر سکتا ہے اور یہ یا تو خالص نیت کے بدلے میں یا جہاد کے برابر نیک اعمال اختیار کرنے کے صلہ میں حاصل ہو سکتا ہے اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے تمام مسلمانوں کو جنت فردوس کی دعا کرنے کا حکم دیا ہے حالانکہ آپ نے سب کو یہ بات بتا دی ہے کہ یہ فردوس مجاہدین کے لیے تیار کی گئی ہے۔ [1] فردوس جنت کا اعلیٰ ترین اور وسیع ترین مقام ہے۔ مذکورہ بالا اعمال سے مراد مندرجہ ذیل اعمال ہیں:

[1] فتح الباري بشرح صحيح البخاري لابن حجر العسقلاني (٦/١٦) (ح ٢٧٩٠).

ا۔ بیوگان اور مساکین کی خدمت کی کوشش کرنا:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الساعي على الأرملة والمسكين كالمجاهد في سبيل الله أو القائم الليل الصائم النهار .)) ❶

''بیواؤں اور مسکینوں کے کام آنے والا شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے یا رات بھر قیام کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے شخص کی مانند ہے۔''

بعض لوگ ایسے ہیں جن کی یہ تمنا اور آرزو ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں، اپنی جان قربان کریں اور اپنا مال لٹا دیں تاکہ وہ جنت میں بلند درجات کو حاصل کرسکیں۔ لیکن اسی وقت ان لوگوں کو جہاد سے آسان ترین عمل کی سہولت بھی میسر ہے جب کہ اس قسم کے اعمال کا ثواب بھی جہاد کے برابر ہی ہے، لہٰذا آپ اس (قسم کے اعمال کو اختیار کرنے) سے بالکل سبکدوش نہ ہوں۔ ہمیں بیواؤں کی خدمت کے بہت سے مواقع میسر آتے ہیں اگر ہم ان سے غافل رہیں گے تو یہ رویہ جہاد کی خواہش کے سلسلہ میں جہالت اور نیت میں سچائی کی غیر موجودگی کو ظاہر کرے گا اور اگر ہم ان مواقع کو غنیمت جانتے ہوئے ضائع نہ کریں تو ہم مجاہدین کے ثواب اور نعمتوں والی جنتوں میں ان مجاہدین کو ملنے والے بلند و بالا درجات کو حاصل کر سکتے ہیں۔

ہم میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں کہ جس کے پاس بوڑھی بیوہ عورتیں، خالہ، پھوپھی یا دادی، نانی وغیرہ کی صورت میں موجود نہ ہوں، اب اگر انہیں مال کی ضرورت ہو یا وہ ہم سے کسی خدمت کا مطالبہ کریں جیسے گاڑی پر انہیں کہیں چھوڑ کر آنا یا کسی بھی مشکل صورتِ حال میں ہماری خدمت کی انہیں ضرورت ہو تو ہم میں سے کوئی اس طرح راہِ فرار اختیار کرلے گویا کہ اس نے اس بوڑھی کی التماس کو سنا ہی نہیں، یا وہ بہت زیادہ مصروفیت کا دعویٰ کرے، تنگ آ جائے اور اس کام کو بوجھ سمجھے، اور اس کی خدمت کی غرض سے اپنے وقت کو قربان کرنے میں بخل سے کام لے، تو کل قیامت کے دن وہ یہ تمنا کرے گا کہ کاش! وہ اپنی ساری زندگی قربان کر دیتا تاکہ اللہ کے ہاں مجاہد لکھا جاتا۔ بلاشبہ یہ معمولی سی کوشش کے نتیجہ میں ملنے والے اجر عظیم سے محرومی ہے۔ نتیجتاً وہ جنت میں مجاہدین کو ملنے والے عالی شان درجات میں سے ایک درجہ سے محروم ہو جائے گا جب کہ عقل مند آدمی کو یہ محرومی زیب نہیں دیتی۔

---

❶ رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني- (۱۹/۵۵)، والبخاري واللفظ له (۵۳۵۳) و (۶۰۰۶)، ومسلم (۲۹۸۲)، والترمذي (۱۹۶۹)، والنسائي (۲۵۷۶)، والبيهقي.

۲۔ عشرة ذی الحجة میں نیک عمل کرنا:

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ جنت میں اس کے درجات ایسے عمل کی وجہ سے بلند ہوں جو عمل ثواب میں جہاد کے برابر ہے تو اسے چاہیے کہ ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں میں کثرت سے نیک عمل کرے خاص طور پر تہلیل (لا الٰہ الا اللہ)، تکبیر (اللہ اکبر) اور تحمید (الحمد للہ) کو وردِ زبان بنا لے۔ جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ما من أيام العمل الصالح فيهن أحب إلى الله من هذه الأيام العشر، فقالوا: يا رسول الله ولا الجهاد في سبيل الله؟ فقال رسول الله ﷺ: ولا الجهاد في سبيل الله إلا رجل خرج بنفسه وماله ولم يرجع من ذلك بشيء.)) ❶

''ان دس دنوں میں کیا جانے والا کوئی بھی نیک عمل دوسرے دنوں میں کیے جانے والے نیک عمل سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔''

لوگوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! جہاد فی سبیل اللہ سے بھی بڑھ کر؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جہاد فی سبیل اللہ سے بھی بڑھ کر، سوائے اس شخص کے (عمل کے) جو اپنی جان و مال لے کر (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) نکلا اور ان دونوں میں سے کچھ بھی بچا نہ پایا۔'' (مال بھی قربان ہو گیا اور خود بھی شہید ہو گیا)

۳۔ نماز کو اس کے وقت سے یا اس کے اوّل وقت سے لیٹ نہ کرنا:

بعض اعمال ایسے بھی ہیں جن کا ثواب جہاد فی سبیل اللہ کے ثواب سے بھی زیادہ ہے جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: کون سا عمل اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الصلاة على وقتها)) قلت: ثم أي؟ قال: ((ثم بر الوالدين)) قلت:

❶ رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني - (٦/١٦٦) ، والبخاري (٩٦٩) ، والترمذي واللفظ له (٧٥٧) ،وأبو داؤد (٢٤٣٨)

ثم أي؟ قال: ((ثم الجهاد في سبيل الله .)) [1]

'' نماز (کو) اس کے وقت پر (ادکرنا)۔ میں نے عرض کیا: پھر کون سا (عمل زیادہ محبوب ہے؟)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: '' پھر والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔'' میں نے پھر عرض کیا: پھر (اس کے بعد) کون سا (عمل اللہ کو زیادہ محبوب ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: '' پھر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔''

اس حدیث سے بعض علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کو اشکال ہوا ہے اور انہوں نے جہاد جو کہ اسلام کی بلند ترین چوٹی ہے اس پر بعض اعمال کو ثواب اور فضیلت کے لحاظ سے مقدم ہونے کی حکمت کو بیان کرنے میں اختلاف کیا ہے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: '' علماء کرام نے اس قسم کی احادیث سے معلوم ہونے والے نیک اعمال کے متعلق جو جواب دیا ہے وہ اس وجہ سے مختلف ہے کہ اس ایک سوال کے جوابات بھی مختلف ہیں کہ کس عمل کو افضلیت حاصل ہے، سائلین کے احوال مختلف ہونے کی وجہ سے جواب بھی مختلف ہے، کیونکہ ہر قوم کی ضرورت کے مطابق ہی اسے (نبی کریم ﷺ کی طرف سے افضل عمل کے متعلق) معلومات دی گئیں، یا جس عمل میں ان کو رغبت ہوتی ، یا جو عمل ان کے لائق ہوتا، یا مختلف اوقات میں مختلف جوابات دیے جاتے کیونکہ بعض اوقات ایک عمل دوسرے اعمال کی نسبت افضل ہوتا ہے، جیسا کہ جہاد ابتدائے اسلام میں تمام اعمال سے افضل تھا کیونکہ یہی اسلام کے قیام کا وسیلہ تھا اور اسی کی ادائیگی سے قیام اسلام کا حصول ممکن تھا، بہت سی نصوص اور دلائل اس بات پر شاہد ہیں کہ نماز صدقہ سے افضل ہے، اس کے باوجود مجبور اور لاچار شخص کو سہارا دینے کے وقت صدقہ افضل ہے، کلمہ '' افضل'' سے مراد باب والا (افضل) نہیں بلکہ اس سے مراد مطلق افضل ہے، یا اس سے مراد یہ ہے کہ تمام افضل اعمال میں سے (افضل عمل یہ ہے)'' یہاں عبارت میں کلمہ ''مِنْ'' محذوف ہوگا اور وہی اصل مراد کو پورا کرتا ہے۔

علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے فرمایا: '' اس حدیث میں اعمال سے مراد بدنی اعمال ہیں، اسی لیے آپ (ﷺ) نے ایمان کو بیان نہیں فرمایا کیونکہ وہ قلبی اعمال (دل کے اعمال) میں سے ہے، اس سے مذکورہ حدیث اور سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کہ '' اللہ پر ایمان تمام اعمال میں سے افضل ہے'' کے درمیان تعارض

[1] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني (۲/۲۱۵)، والبخاري (۵۲۷) و (۲۷۸۲) و (۵۹۷۰)، ومسلم (۸۵)، والترمذي (۱۸۹۸)، والنسائي (۶۰۹).

اور اختلاف بھی باقی نہیں رہتا۔

اس کے علاوہ ایک قول یہ بھی ہے کہ ''یہاں جہاد سے مراد فرض عین جہاد نہیں ہے، کیونکہ وہ تو والدین کی اجازت پر موقوف ہے اس طرح والدین سے حسن سلوک کرنے کا عمل جہاد پر مقدم ہو جاتا ہے۔'' ❶

ایک دوسرے مقام پر علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: ''آپ قیاس کے ذریعے فضائل اعمال کا احاطہ نہیں کر سکتے بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہے وہ جس پر چاہتا ہے اپنا احسان کر دیتا ہے۔'' ❷

۴۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا:

سابقہ سطور میں مذکور حدیث میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر گزر چکا ہے، اسی طرح سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ:

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کرنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أحي والداك؟ قال: نعم ، قال: ففيهما فجاهد .)) ❸

''کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟'' اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر انہیں میں جہاد کرو۔'' (یعنی ان کو خوش رکھنے کی کوشش کرو)۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا ایسے اعمال میں سے ہے جو بندے کو اللہ عزوجل کے بہت قریب کر دیتے ہیں اور یہ عمل کبیرہ گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ ایک شخص سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا لیکن اس نے میرے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کر دیا، پھر میرے علاوہ کسی اور شخص نے اسے نکاح کا پیغام بھیجا تو اس نے اس کے ساتھ نکاح کرنے پر رضا مندی کا اظہار کر دیا۔ مجھے اس پر غیرت آئی تو میں نے اس عورت کو قتل کر دیا، تو کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپ (سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: کیا تیری والدہ زندہ ہے؟ اس نے عرض کی: نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: جس قدر ہو سکے تو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کر اور اس کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کر۔ عطاء بن یسار (رحمہ اللہ) نے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کی خدمت میں حاضر ہوا اور

❶ فتح الباري بشرح صحيح البخاري لابن حجر العسقلاني (۲/۱۳) (ح ۵۲۷).
❷ المرجع السابق، (۶/۸) (ح ۲۷۸۵).
❸ رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني – (۱۹/۳۶)، والبخاري (۳۰۰۴)، ومسلم (۲۵۴۹).

میں نے ان سے سوال کیا کہ، آپ نے اس سے اس کی ماں کی زندگی کے متعلق سوال کیوں کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا: ''مجھے والدہ کے ساتھ حسن سلوک کے علاوہ کوئی ایسا عمل معلوم نہیں جو بندے کو اللہ عزوجل کے سب سے زیادہ قریب کرسکتا ہو۔'' ❶ تو کیا اے قارئین کرام! آپ کو اس عمل کے علاوہ کوئی ایسا عمل معلوم ہے جو بندے کو اللہ عزوجل کے سب سے زیادہ قریب کرسکتا ہو؟

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا واجب ہے اگر چہ وہ کافر ہی ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰی اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ﴾ (لقمان: ١٥)

''اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ان کو شریک کر جن کے شریک ہونے کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو تو ان کا کہنا نہ مان البتہ دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح زندگی بسر کر۔''

علامہ مناوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''شریعت (مطہرہ) میں والدین کی عزت وعظمت، ان کے ساتھ حسن سلوک کی فرضیت، ان کے حقوق کی ادائیگی اور ان کی مرضی وخوشنودی کو برقرار رکھنے کا اس قدر ثبوت موجود ہے کہ وہ اس مسئلہ کو تواتر کی حد میں داخل کر دیتا ہے۔ ❷ ہم مسلمانوں میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی قدر و قیمت کا علم نہیں اور وہ اپنے والدین کے معاملے میں اپنی ذمہ داری کو بھول جاتے ہیں لیکن انہیں اس قدر و قیمت کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب وہ خود باپ بن جاتے ہیں اور اب وہ اپنی اولاد سے اپنی اطاعت وفرماں برداری کے طالب ہوتے ہیں۔''

ایک شخص علماء کرام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: میں اپنے والدین کی زیارت سے کب لطف اندوز ہوں گا؟ تو انہوں نے جواب دیا: تو اپنے آپ کو ان کی جگہ اور ان کے مقام پر رکھ (یعنی اپنے آپ کو ماں باپ سمجھ) کر غور کر کہ تو اپنی اولاد کی طرف سے کس قدر اپنی دیکھ بھال کی چاہت رکھتا ہے؟

۵۔ صدقات کی تحصیل وتقسیم کا عمل:

جہاد فی سبیل اللہ کے اجر وثواب کا حامل بنانے والے اعمال میں سے ایک عمل نفلی طور پر مالدار لوگوں سے صدقات جمع کر کے ضرورت مند لوگوں میں تقسیم کرنا ہے۔ جیسا کہ سیّدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

---

❶ رواه البخاري في الأدب المفرد، وصححه الألباني في صحيح الأدب المفرد (٤).

❷ فيض القدير للمناوي (٣/١٩٩).

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((العامل في الصدقة بالحق لوجه الله عزوجل كالغازي في سبيل الله عزوجل حتى يرجع إلى أهله .)) ❶

''اللہ عزوجل کو راضی کرنے کی خاطر حق کے ساتھ صدقات (کے میدان) میں کام کرنے والا شخص اللہ عزوجل کی راہ کے غازی کی مانند ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے گھر والوں کے پاس واپس لوٹ آئے۔''

لہٰذا آپ اس معزز و مکرم عمل میں خالص نیت اور درست عمل کے ساتھ شریک ہو جائیں اور اس عظیم اجر وثواب کے حصول کی خاطر کسی فلاحی انجمن اور تنظیم کے معاون و مددگار بن جائیں۔

٦۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک، اہل وعیال کی کفالت اور پاکدامنی کی غرض سے کمائی کرنا:

مذکورہ بالا اعمال کے علاوہ بھی کئی ایک اعمال ایسے ہیں جن کا ثواب جہاد فی سبیل اللہ والا ثواب ہے، ان میں سے ایک عمل والدین اور اہل وعیال کی کفالت اور نفس کی پاکی کی خاطر محنت، مشقت اور جدو جہد کرنا ہے۔ چنانچہ سیّدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: نبی ﷺ کے قریب سے ایک شخص گزرا تو آپ (ﷺ) کے اصحاب (رضی اللہ عنہم اجمعین) نے اس کی جسمانی کیفیت اور بشاشت و مستعدی کو ملاحظہ کیا تو انہیں وہ شخص بہت اچھا لگا انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر یہ شخص (جہاد) فی سبیل اللہ میں ہو (تو اسکے رعب و دبدبہ کی کیا بات ہو اور دین کو کس قدر تقویت پہنچے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إن كان خرج يسعى على ولده صغارا فهو في سبيل الله، وإن كان خرج يسعى على أبوين شيخين كبيرين فهو في سبيل الله، وإن كان خرج يسعى على نفسه يعفها فهو في سبيل الله، وإن كان خرج يسعى رياء ومفاخرة فهو في سبيل الشيطان .)) ❷

''اگر یہ شخص اپنے چھوٹے بچوں کی کفالت کی غرض سے محنت و مشقت کے لیے نکلے تو یہ اللہ کی

❶ رواه الإمام أحمد واللفظ له ـ الفتح الرباني- (٩/٥٨)، وأبوداود (٢٩٣٦)، والترمذي (٦٤٥)، والحاكم (٤٠٦/١)، والبيهقي، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٤١١٧).

❷ رواه الطبراني، وصححه السيوطي في الجامع الصغير (٢٦٦٩)، ووافقه الألباني في صحيح الجامع (١٤٢٨).

راہ میں ہے، اگر یہ شخص اپنے بوڑھے، بزرگ والدین کی دیکھ بھال کی خاطر محنت اور مشقت کے لیے نکلے تو بھی یہ اللہ کی راہ میں ہے، اگر یہ اپنے نفس کی طہارت و پاکی (یعنی کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے سے بچنے) کی خاطر جدو جہد کے لیے نکلے تو بھی اللہ کی راہ میں ہے اور اگر یہ ریا کاری اور فخر و تکبر کی غرض سے نکلے تو یہ شیطان کی راہ میں ہے۔''

۷۔طلب علم یا نبی ﷺ کی مسجد (مسجد نبوی) میں علم کی تعلیم (کا عمل):

وہ اعمال جن کا اجر وثواب جہاد فی سبیل اللہ کا اجر وثواب ہے، ان میں سے ایک عمل نبی کریم ﷺ کی مسجد (مسجد نبوی) میں علم کی تعلیم اور حصول علم کا عمل ہے۔ جیسا کہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من جاء مسجدي هذا لم يأته إلا لخير يتعلمه أو يعلمه فهو في منزلة المجاهد في سبيل الله، ومن جاءه لغير ذلك فهو بمنزلة الرجل ينظر إلى متاع غيره .)) [1]

''جو شخص میری اس مسجد (مسجد نبوی) میں صرف اور صرف کسی خیر کو سیکھنے یا سکھانے کی غرض سے حاضر ہوا تو وہ مجاہد فی سبیل اللہ کے قائم مقام ہے، اور جو شخص اس کے علاوہ کسی اور غرض سے حاضر ہوا تو وہ اس شخص کی مانند ہے جو اس (جہاد فی سبیل اللہ) کے علاوہ کسی دوسرے متاع کی طرف دیکھتا ہے۔''

۸۔حج اور عمرہ:

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا جنت میں درجہ ومقام ایسے عمل کی بدولت بلند ہو کہ جو عمل ثواب میں جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہو تو اسے چاہیے کہ کثرت سے حج وعمرے کا اہتمام کرے۔ جیسا کہ سیّدہ اُم معقل رضی اللہ عنہا نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إن الحج والعمرة لمن سبيل الله وإن عمرة في رمضان تعدل حجة .)) [2]

---

[1] رواه الحاكم (١/٩١)، والبيهقي وصححه الألباني في صحيح الجامع (٦١٨٤).

[2] رواه الحاكم (١/٤٨٢)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (١٥٩٩).

''جو شخص اللہ کی راہ میں (نکلنے کا ارادہ رکھتا) ہے تو حج اور عمرہ (اس کا نعم البدل) ہے اور رمضان میں عمرہ (ثواب کے لحاظ سے) حج کے برابر ہے۔''

اسی طرح سیّدہ شفاء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ألا أدلك على جهاد لا شوكة فيه؟ حج البيت .)) ❶

''کیا میں تجھے ایسے جہاد کے متعلق نہ بتاؤں کہ جس میں سختی اور تکالیف بھی نہیں ہے؟ وہ حج بیت اللہ ہے۔''

سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا: بلا شبہ میں بزدل اور کمزور وضعیف ہوں۔ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

((هلم إلى جهاد لا شوكة فيه: الحج .)) ❷

''پھر تو ایک ایسے جہاد کی طرف آ جا جس میں سختی اور تکلیف نہیں (اور وہ جہاد) حج ہے۔''

اگر آپ کچھ کر سکتے ہیں تو اس عمل پر پوری توجہ دیں اور حرم میں کثرت سے نماز ادا کریں تا کہ آپ کئی گنا نمازوں کے اجر وثواب کو حاصل کر سکیں۔ ❸

۹۔ (ایک) نماز کے بعد (دوسری) نماز کا انتظار کرنا:

جس شخص کا یہ ارادہ ہو کہ جنت میں اس کا درجہ ایک ایسے عمل کی بدولت بلند ہو کہ جس کا ثواب جہاد فی سبیل اللہ کے ثواب کے مترادف ہے تو اسے چاہیے کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے جیسے عظیم عمل کو اپنے اوپر لازم کر لے، کیونکہ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ألا أدلكم على ما يمحو الله به الخطايا ويرفع الدرجات؟ قالوا بلى يا رسول الله، قال: إسباغ الوضوء على المكاره، وكثرة الخطا إلى المساجد، وانتظار الصلاة بعد الصلاة فذلكم الرباط، فذلكم الرباط، فذلكم الرباط .)) ❹

---

❶ رواه الطبراني، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٢٦١١).
❷ رواه الطبراني ، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٧٠٤٤).
❸ راجع كتابي كيف تطيل عمرك الإنتاجي.
❹ سبق تخريجه في الحاشية رقم (١٠١).

''کیا میں تمہیں وہ اعمال نہ بتاؤں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دے اور درجات کو بلند کردے؟'' لوگوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(ناپسندیدہ حالات میں) نہ چاہتے ہوئے بھی مکمل وضو کرنا، مساجد کی طرف کثرت سے قدم اُٹھانا اور (ایک) نماز کے بعد (دوسری) نماز کا انتظار کرنا، یہ تمہارا رباط (اللہ کی راہ میں ٹھہرنا) ہے، یہ تمہارا رباط ہے، یہ تمہارا رباط ہے۔''

اس حدیث سے قطعاً یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ حدیث بیکار بیٹھنے اور رزق کی طلب میں نہ نکلنے کی طرف دعوت دیتی ہے بلکہ اس حدیث کا معنی اور مفہوم یہ ہے کہ جس شخص کے پاس فارغ وقت ہو تو اسے چاہیے اپنے ان فارغ لمحات کو اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کے عظیم کاموں میں صرف کرے، جیسا کہ نماز کا انتظار، یہ بھی ایک عظیم عمل ہے، اسلام نے مسلمان کو اپنے اوقات صَرف کرنے کے لیے متعدد اور مختلف قسم کے اختیارات دیے ہیں جو اس کی مضبوط، اعلیٰ اور حکمت پر مبنی شریعت کی واضح دلیل ہیں، اسلام نے لوگوں کو مشغول رکھنے کی غرض سے اور فارغ اوقات کو خوش گوار بنانے کی غرض سے بہت سے اعمال و اقوال کی طرف راہنمائی فرمائی ہے، سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اللہ عزوجل آپ سے نیک عمل کا مطالبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ آپ اپنے وقت کو اس طرح گزاریں کہ وہ دنیا و آخرت میں آپ کے لیے نفع مند ثابت ہو اور آپ اپنے نفس کو اور اپنے دشمن شیطان کو کوئی ایسی فرصت مہیا نہ کریں کہ وہ آپ کو کسی برے فعل اور گناہ کے ارتکاب پر اُکسانے میں کامیاب ہو جائیں اور اس کے نتیجہ میں آپ کی عاقبت خراب ہو جائے۔

آپ کوشش کیجیے اگرچہ ایک مرتبہ ہی کوشش کریں کہ کسی دن اپنے آپ کو فارغ کر کے مغرب سے عشاء تک مسجد میں بیٹھ کر اس وقت کو ذکر و اذکار، نماز (نفل نوافل) اور قراءت قرآن میں صرف کریں، آپ اس دوران عبادت و اطاعت میں ایسی لذت اور دلی راحت و سکون محسوس کریں گے کہ کوئی چیز بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکے گی، اس راحت و اطمینان سے بھی بڑھ کر یہ کہ آپ کے لیے ان شاء اللہ مجاہد کا اجر و ثواب لکھ دیا جائے گا، اللہ کے فضل و کرم اور اللہ کے بندوں کی عاجزی و انکساری کے کیا کہنے!

۱۰۔ اعتکاف:

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ جنت میں اس کا درجہ ایک ایسے عمل کی بدولت بلند ہو کہ اس عمل کا ثواب جہاد فی سبیل اللہ کے ثواب کے برابر ہے تو اسے چاہیے کہ مسجد میں اعتکاف خصوصاً رمضان المبارک کے آخری دس

دنوں میں ، اپنے اوپر لازم کر لے۔ اعتکاف کی تعریف اور مقصد یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے تقرب کے حصول کی نیت سے کچھ وقت مسجد میں ٹھہرنے اور مسجد سے باہر نہ نکلنے کا اہتمام کرنا۔ یہ تعریف اجر وثواب کے لحاظ سے ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کرنے جیسے عظیم عمل کے ساتھ مربوط معلوم ہوتی ہے، یہاں انہی اعمال پر تاکید کرنا مقصود ہے کیونکہ اعتکاف جیسی عظیم سنت بھی آج سنن متروکہ میں شمار ہونے لگی ہے اور اکثر لوگ اس کے اجر وثواب سے بالکل ناواقف ہیں۔

آپ کو علم ہوگا کہ جو شخص ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرتا ہے اس کا اجر وثواب اللہ کی راہ میں ٹھہرنے کے اجر وثواب کے برابر ہے، تو اس شخص کے اجر وثواب کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جو اللہ کے گھر میں متعدد ایام اعتکاف کی غرض سے ٹھہرے، نمازوں کے بعد اگلی نمازوں کا انتظار کرے، ہر نماز تکبیر اولیٰ کے ساتھ پہلی صف میں ادا کرے اور پھر جب تک وہ باوضوء رہ کر اپنی نماز والی جگہ میں ٹھہرا رہے تو اللہ کے فرشتے اس کے لیے بخشش طلب کرتے رہیں، اس کے علاوہ بھی بہت سے فضائل وانعامات اس کا مقدر ہوں؟

چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((منتظر الصلاة بعد الصلاة ، كفارس اشتد به فرسه في سبيل الله على كشحه ، تصلي عليه ملائكة الله ما لم يحدث أو يقوم ، وهو في الرباط الأكبر .)) [1]

''(ایک) نماز کے بعد (دوسری) نماز کا انتظار کرنے والا، اس گھڑ سوار کی مانند ہے جو اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو کر اسے اللہ کی راہ میں سرپٹ دوڑاتا ہے، جب تک وہ (نمازی) بے وضو نہیں ہوتا یا (اپنی جگہ سے) کھڑا نہیں ہوتا، اس وقت تک اللہ کے فرشتے اس کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور وہ رباط اکبر میں ہوتا ہے۔''

یعنی ایسا مجاہد جو گھوڑے پر ہر وقت تیاری حالت میں سوار رہتا ہے، جہاد کرتا ہے، شمشیر زنی کرتا ہے، اور گھوڑے کو باوجود ہلکا، پتلا اور انتہائی پھرتیلا ہونے کے اس قدر دوڑاتا ہے کہ وہ بہت زیادہ بھاگنے کے قابل

---

[1] رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني- (٢/٢٠٩)، والطبراني في الأوسط، وقال المنذري في الترغيب والترهيب: وإسناد أحمد صالح، وقال أحمد شاكر في تعليقه على المسند (٢٥٦/١٦) إسناده صحيح، وحسنه الألباني في صحيح الترغيب والترهيب (٤٥٠).

ہونے کے باوجود بہت تھک جاتا ہے۔ ❶ اسی طرح سیّدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں اعتکاف کی فضیلت کے بیان میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((المسجد بيت كل تقي ، وقد ضمن الله عزوجل لمن كان المسجد بيته الروح والرحمة والجواز على الصراط .)) ❷

''مسجد ہر متقی ، پرہیز گار شخص کا گھر ہے ، اللہ عزوجل نے مسجد کو اپنا گھر بنانے والے شخص کو راحت وآرام ،خوشی ومسرت ، رحمت الٰہی اور پل صراط سے گزر جانے کی ضمانت دی ہے۔''

محترم قارئین کرام! آپ اس عظیم سنت سے اپنے آپ کو محروم نہ رکھیں بلکہ اس سنت پر خوب دلچسپی کے ساتھ عمل پیرا ہوں یہ سنت نفس کی طہارت و پاکیزگی اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں نفس کے مقام ومرتبہ کی بلندی ورفعت کا باعث بنتی ہے۔

آئمہ کرام کو چاہیے کہ لوگوں کو اس عظیم عمل اعتکاف کی ترغیب دیں اور اس پر اُبھاریں تاکہ وہ لیلۃ القدر کو بھی پا سکیں کیونکہ جس نے اس ایک رات میں ایمان کی حالت میں ثواب کی غرض سے قیام کیا تو اس کے سابقہ تمام گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔

۱۱۔لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنا:

جس شخص کا یہ ارادہ ہو کہ جنت میں اس کا درجہ ایک ایسے عمل کی بدولت بلند کر دیا جائے جس کا اجر و ثواب جہاد فی سبیل اللہ کے اجر وثواب کے برابر ہو تو اسے چاہیے کہ وہ لوگوں کی ضروریات اور حاجات کو پورا کرنے کی غرض سے بھر پور محنت اور کوشش کرے ، یاد رہے کہ یہ عمل تو اجر وثواب کے لحاظ سے مکمل ایک ماہ کے اعتکاف سے بھی افضل ہے ، سابقہ سطور میں اس بات کا بیان گزر چکا ہے کہ اعتکاف کرنے والے شخص کا ثواب اللہ عزوجل کی راہ میں رباط کے ثواب کے برابر ہے۔

چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أحب الناس إلى الله أنفعهم ، وأحب الاعمال إلى الله عزوجل سرور تدخله على مسلم ، أو تكشف عنه كربة ، أو تقضي عنه دينا ،

---

❶ من تعليق مصطفى محمد عمارة على الترغيب والترهيب (١/٢٨٤).

❷ رواه الطبراني (٦١٤٣)، والبزار وحسنه، وأبو نعيم في الحلية (٦/١٧٦)، وقال الألباني في صحيح الترغيب والترهيب : حسن لغيره (٣٣٠).

أو تطرد عنه جوعًا، ولأن أمشي مع أخي المسلم في حاجة أحب إلي من أن اعتكف في المسجد شهرا، ومن كف غضبه ستر الله عورته، ومن كظم غيظًا ولو شاء أن يمضيه أمضاه ملأ الله قلبه رضا يوم القيامة، ومن مشى مع أخيه المسلم في حاجته حتى يثبتها له أثبت الله تعالى قدمه يوم تزل الأقدام، وإن سوء الخلق ليفسد العمل كما يفسد الخل العسل.)) ❶

''انسانوں میں سے اللہ کو وہ انسان سب سے زیادہ محبوب ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ نفع پہنچائے، تمام اعمال میں سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں سب سے زیادہ محبوب عمل وہ خوشی اور مسرت ہے جس سے تو کسی مسلمان کو مالا مال کر دے، یا اس سے کسی غم و پریشانی کو دُور کر دے، یا اس کا قرض ادا کر دے، یا اس کی بھوک کو ختم کر دے، میرے نزدیک مسجد میں ایک ماہ اعتکاف کرنے سے یہ عمل زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہے کہ میں اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ اس کی ضرورت و حاجت پوری کرنے کی غرض سے چلوں، جو شخص اپنے غصہ پر قابو پائے گا اللہ تعالیٰ اسکی پردہ پوشی فرمائے گا، جو شخص غصہ کو جاری رکھنے کی قدرت کے باوجود پی جائے تو اللہ قیامت کے دن اس کے دل کو رضا کے ساتھ بھر دے گا، جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنے کی غرض سے اس کے ساتھ چلا یہاں تک کہ اس کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے قدموں کو اس دن جما دے گا جس دن تمام (لوگوں کے) قدم پھسل جائیں گے اور بلاشبہ بُرا اخلاق عمل کو اسی طرح تباہ کر دیتا ہے جیسا کہ سرکہ شہد کو تباہ کر دیتا ہے۔''

۱۲۔ مجاہدۂ نفس:

جو شخص یہ ارادہ رکھتا ہے کہ جنت میں اس کا درجہ ایسے عمل کی بدولت اونچا اور بلند ہو کہ جس عمل کا اجر و ثواب جہاد فی سبیل اللہ کے اجر و ثواب کے برابر ہے تو اسے چاہیے کہ اللہ کی اطاعت و فرماں برداری میں اپنے نفس کو پوری طرح کار بند رکھنے جیسے عمل کو اپنے اوپر لازم کر لے یہ مجاہدۂ نفس انسان کے نفس پر اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرنے کی نسبت زیادہ شدید اور سخت ہے، پھر اس عمل کا اجر و ثواب بھی یقیناً سب سے عظیم

❶ رواه الطبراني في الكبير (١٣٦٤٦)، وابن أبي الدنيا، وحسنه الألباني في صحيح الجامع (١٧٦).

ہے، لیکن اکثر لوگ اس سے بے علم ہیں، جو شخص اس عمل کو سرانجام دے گا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کو بلند درجات پر فائز فرمائے گا۔ جیسا کہ سیّدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أفضل الجهاد أن يجاهد الرجل نفسه وهواه .)) ❶

''افضل جہاد یہ ہے کہ انسان اپنے نفس اور اپنی خواہشات کے ساتھ جہاد کرے۔''

اور سیّدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((المجاهد من جاهد نفسه في الله .)) ❷

''مجاہد تو وہ ہے جو اللہ کے لیے اپنے نفس سے جہاد کرے۔''

یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ جو شخص اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنے اور نفس کو اللہ عزوجل کا فرماں بردار بنانے کی طاقت نہیں رکھتا اس کے لیے اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرنا ناممکن ہے۔ مجاہدۂ نفس کے لیے دو کاموں کا ہونا ضروری ہے: اوامر پر عمل کرنا اور نواہی کو چھوڑ دینا، دوسرے لفظوں میں اللہ عزوجل کا تقویٰ اختیار کرنا، عمل نمبر۲ کے تحت اس سے متعلق حدیث گزر چکی ہے جس کا مطالعہ مفید ہے۔

۱۳۔ پرفتن دور میں سنت کو مضبوطی سے تھام لینا:

جو شخص جہاد فی سبیل اللہ کے اجر و ثواب کے برابر اجر و ثواب والے عمل کی بدولت جنت میں اپنے درجات کی بلندی کو پسند کرتا ہے اسے چاہیے کہ اسلام کی اجنبیت اور فتنوں کی کثرت کے زمانہ میں سنت (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو مضبوطی سے تھام لے۔ جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إن من ورائكم زمان صبر للمتمسك فيه أجر خمسين شهيدا منكم .)) ❸

''بلاشبہ تمہارے بعد صبر کا ایک دور آئے گا جس میں (قرآن و حدیث پر) ثابت قدم رہنے والے شخص کے لیے تم میں سے پچاس شہداء کے برابر اجر و ثواب ہوگا۔''

---

❶ رواه ابن النجار، وصححه الألباني في صحيح الجامع (١٠٩٥).

❷ رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني- (١٤/١٠)، والترمذي (١٦٢١)، وابن حبان، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٦٦٧٩).

❸ رواه الطبراني ، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٢٢٣٤).

۱۴۔ظالم حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنا:

جس شخص کا یہ رادہ ہے کہ جنت میں اس کا درجہ صرف ایک شہید کے اجر وثواب کے مطابق ہی نہیں بلکہ سیّدالشہداء کے اجر وثواب کے مطابق بلند ہو تو اسے چاہیے کہ ظالم حکمران کے سامنے حق بات کہے۔جیسا کہ سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((سید الشهداء حمزة بن عبد المطلب، ورجل قام إلى إمام جائر فأمره ونهاه، فقتله.)) [1]

''سیّدالشہداء حمزہ بن عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) ہیں اور وہ شخص (بھی سیّدالشہداء ہے) جو جابر حاکم کے سامنے کھڑا ہوا تو اس (جابر حاکم) نے اسے (غلط کام کا) حکم دیا تو اس (شخص) نے انکار کر دیا نتیجتاً اس (جابر حاکم) نے اسے قتل کر دیا۔''

۱۵۔ایسے مصائب کہ جن کا شکار ہونے والے لوگ شہداء کے مراتب پر فائز ہوتے ہیں:

سابقہ سطور میں بلاء وآزمائش اور مصائب کی مختلف اقسام میں سے چودہ ایسی قسموں کا ذکر ہو چکا ہے اور اس بات کا بھی ذکر ہو چکا ہے کہ ان مصائب وآلام کا شکار ہونے والے لوگ جب ان پر صبر کریں گے تو اس صبر کے نتیجہ میں یہ لوگ شہداء کے مراتب ومنازل پر فائز ہوں گے اور ہم نے عمل نمبر ۵ کے تحت آزمائش پر صبر کرنے کے اجر وثواب کا ذکر بھی کر دیا ہے۔

سولھواں عمل
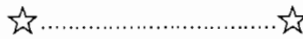
کھانا کھلانا

سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک مرتبہ صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کی ادائیگی کی غرض سے اتنی دیر سے ہمارے پاس تشریف لائے،قریب تھا کہ ہم سورج کی ٹکیہ کا نظارہ کر لیتے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی تشریف لائے،نماز کے لیے تکبیر کہی گئی،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور نماز میں تخفیف کی، پھر جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سلام پھیرا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں مخاطب کرتے ہوئے بلند آواز سے فرمایا: جس طرح تم اپنی صفوں میں بیٹھے ہو اسی طرح رہو،پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے:

[1] رواه الحاكم (۱۹۳/۳)، والديلمي، وحسنه الألباني في صحيح الجامع (۳٦۷٥).

((أما إني سأحدثكم ما حبسني عنكم الغداة: أني قمت من الليل فتوضأت وصليت ما قدر لي فنعست في صلاتي فاستثقلت، فإذا أنا بربي تبارك وتعالى في أحسن صورة، فقال: يا محمد، قلت لبيك رب، قال: فيم يختصم الملأ الأعلى؟ قلت لا أدري رب، قالها ثلاثا قال: فرأيته وضع كفه بين كتفي حتى وجدت برد أنامله بين ثديي، فتجلى لي كل شيء وعرفت. فقال يا محمد قلت لبيك رب، قال: فيم يختصم الملأ الأعلى؟ قلت: في الكفارات، قال: ما هن؟ قلت: مشي الأقدام إلى الجماعات (أي إلى المساجد) والجلوس في المساجد بعد الصلوات، وإسباغ الوضوء في المكروهات (أي إتمام الوضوء في شدة الحر أو البرد)، قال: ثم فيم؟ قلت: إطعام الطعام ولين الكلام والصلاة بالليل والناس نيام. قال سل، قلت: اللّٰهم إني أسألك فعل الخيرات وترك المنكرات وحب المساكين وأن تغفر لي وترحمني، وإذا أردت فتنة في قوم فتوفني غير مفتون، أسالك حبك وحب من يحبك وحب عمل يقرب إلى حبك. قال رسول الله ﷺ إنها حق فادرسوها ثم تعلموها.)) [1]

''میں ابھی تمہیں بتاتا ہوں کہ کس چیز نے صبح کے وقت مجھے تمہارے پاس آنے سے روکے رکھا: میں رات کو بیدار ہوا تو میں نے وضو کیا اور جس قدر مجھ میں ہمت اور طاقت ہوئی میں نے نماز پڑھی، پھر میں اپنی نماز کے دوران اونگھنے لگا اور نماز میں دشواری اور بوجھل پن محسوس کرنے لگا، پھر اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ میں اپنے ربّ تبارک وتعالیٰ، جو کہ بڑی حسین شکل وصورت میں ہے، کے سامنے تھا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد (ﷺ)، میں نے کہا: اے میرے رب میں حاضر ہوں، ارشاد فرمایا: ملأ اعلیٰ (سب سے اوپر والے فرشتے) کس چیز کے متعلق جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے کہا: اے میرے رب! مجھے علم نہیں۔ یہی سوال اللہ تعالیٰ نے تین مرتبہ

[1] رواه الإمام أحمد-الفتح الرباني-(٢٢٣/١٧) و(٣٠/١٩) والترمذي واللفظ له (٣٢٣٣) و (٣٢٣٥) وقال: سألت محمد بن إسماعيل (يعني البخاري) عن هذا الحديث فقال هذا حديث حسن صحيح ١ هـ، وصححه الألباني في صحيح الترمذي (٢٥٨٢)

ارشاد فرمایا۔ پھر آپ (ﷺ) نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ اللہ عزوجل نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا حتی کہ میں اس (مبارک ہاتھ) کی انگلیوں کی ٹھنڈک کو اپنے سینے میں محسوس کرنے لگا، تو میرے لیے ہر چیز نمایاں اور ظاہر ہوگئی اور میں پہچاننے لگا۔ (اللہ تعالیٰ نے) پھر ارشاد فرمایا: اے محمد (ﷺ)! میں نے کہا: اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ فرمایا: ملأ اعلیٰ کس چیز کے متعلق جھگڑا کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: گناہوں کو مٹا دینے والے اعمال کے متعلق۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: وہ کیا ہیں؟ میں نے کہا: جماعات (یعنی مساجد) کی طرف قدم اٹھانا، نمازوں کے بعد مساجد میں بیٹھ رہنا، مکروہات (یعنی گرمی اور سردی کی شدت) میں مکمل وضو کرنا۔ فرمایا: پھر کس چیز میں (جھگڑ رہے ہیں)؟ میں نے کہا: کھانا کھلانے، نرم گفتگو کرنے اور رات کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں اس وقت نماز پڑھنے (کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں)۔ فرمایا: اب آپ سوال کریں۔ میں نے کہا: اے اللہ! میں تجھ سے نیکیاں کرنے، برائیوں کو چھوڑنے، مساکین سے محبت کرنے کا سوال کرتا ہوں اور یہ کہ تو مجھے معاف فرما اور مجھ پر رحم فرما، اور جب تو کسی قوم میں کسی فتنے (کو نازل کرنے) کا ارادہ کرلے تو مجھے آزمائے بغیر ہی فوت کرلینا، میں تجھ سے تیری محبت، تجھ سے محبت کرنے والے کی محبت اور اس عمل کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو (مجھے) تیری محبت کے قریب کردے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ یہ حق ہے، اسے توجہ سے پڑھو اور پھر لوگوں کو اس کی تعلیم دو۔''

امام احمد (رحمہ اللہ) کی بیان کردہ روایت میں ہے کہ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا:

((وما الدرجات؟ قلت إطعام الطعام ولين الكلام والصلاة والناس نيام...... الحديث))

''درجات (کو بلند کرنے والے اعمال) کون سے ہیں؟ میں نے کہا: کھانا کھلانا، نرم گفتگو کرنا اور جب لوگ سوئے ہوں تو نماز پڑھنا...... حدیث)''

مذکورہ بالا حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مؤمن آدمی تین اعمال: کھانا کھلانا، نرم گفتگو اور رات کو قیام کی وجہ سے جنت میں اپنے درجات کی بلندی کو ممکن بنا سکتا ہے۔

اکثر سلف صالحین اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کی خاطر مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلایا کرتے تھے، بلکہ بعض سلف صالحین تو بہت عمدہ اور بہترین کھانے پکاتے اور پھر اپنے فقراء بھائیوں کو کھلایا کرتے تھے اور کہا کرتے

تھے کہ ان کو یہ کھانے تناول کرنے کا عموماً موقعہ نہیں ملتا۔ ایک مرتبہ جناب ربیع رحمہ اللہ بن خثیم کا حلوا کھانے کو دل چاہا، جب ان کے لیے حلوا تیار کیا گیا، تو انھوں نے فقراء کو بھی دعوت دی اور وہ سارا حلوا ان کو کھلا دیا، ان کے گھر والوں نے ان سے کہا: آپ نے ہمیں تھکا بھی دیا اور خود کچھ کھایا بھی نہیں! فرمانے لگے: میرے علاوہ اسے کھایا بھی کس نے ہے؟ مراد یہ ہے کہ اجر وثواب کے لحاظ سے اس کا فائدہ تو مجھے ہی ہوگا اگرچہ کھایا دوسروں نے ہو۔

سلف صالحین میں ایسی مثالیں بھی ہیں کہ اگر ان میں سے کسی کے لیے کھانا تیار کیا گیا اور گھر والوں نے کھانے کی تیاری میں بڑا تکلف کیا، انھوں نے وہ سارے کا سارا کھانا فقراء کی خدمت میں پیش کر دیا، پھر جب گھر والوں نے ان سے کہا: آپ نے ہمیں تھکا دیا لیکن اس کھانے میں سے خود کچھ بھی نہیں کھایا، تو جواب دیا: اگر میں اس کو کھا لیتا تو وہ میرے پیٹ سے ہو کر بیت الخلاء میں ہوتا جبکہ میں نے فقراء کو کھلا کر اللہ کے ہاں ذخیرہ کروا لیا ہے۔ [1]

غور کیجیے کہ یہ سلف صالحین درجات کے حصول کی خاطر کھانا کھلانے کے عمل میں کس طرح کوشش اور جدوجہد کیا کرتے تھے۔ جبکہ آج اکثر لوگ ایسے ہیں جو ولیمہ اور شادی کی دوسری تقریبات کے موقعہ پر کھانوں اور پھلوں کی بہت بڑی مقدار ضرورت سے زائد ہونے کی وجہ سے باہر پھینک کر ضائع کر دیتے ہیں اور فقراء و مساکین میں اس کھانے کو تقسیم کرنے کی ہمت ہی نہیں کر پاتے۔ کھانا کھلانے کا عمل آدمیوں کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ یہ تو اتنا عام ہے کہ چوپایوں تک کو کھانا کھلانا چاہیے کیونکہ ہر تر و تازہ اور نرم و نازک جگر میں صدقہ ہے۔

اگر ہم اپنے صدقات وغیرہ کا بہترین انتظام وانصرام کرنا چاہتے ہیں تو ہم اسلامی دنیا اور دنیا کے باقی ممالک میں مختلف اوقات میں وقوع پذیر ہونے والی قحط سالیوں اور دوسری آفات کی لپیٹ میں آنے والے لوگوں کی مدد کر کے اس عظیم کام کو سرانجام دے سکتے ہیں، آج ہمیں بے شمار ایسی صلیبی تنظیموں کا سامنا ہے جو ہمارے بھوکے مسلمان بھائیوں تک کھانا پہنچانے اور ان کی مدد کرنے کا عذر اور بہانہ پیش کرتے ہیں جبکہ حقیقت میں وہ اہل اسلام کی غفلت اور مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان ذرائع کا ناجائز استعمال کر کے پرامن طریقوں سے عیسائیت کی نشر واشاعت کا کام سرانجام دیتے ہیں۔

☆.................................☆
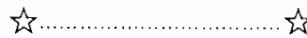
ستارھواں عمل

رات کا قیام

جنت میں درجات کی بلندی کا باعث بننے والا ستارھواں عمل رات کا قیام ہے، جس کی دلیل سابقہ سطور

[1] اختيار الأولى في شرح حديث اختصام الملأ الأعلى لابن رجب الحنبلي، تحقيق جاسم الفهيد الدوسري (ص: ٧٩) بتصرف.

میں مذکور سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ (سولھویں عمل ''کھانا کھلانا'' کے تحت مذکور پہلی حدیث۔)

بلاشبہ فرض نماز کے بعد افضل نماز رات کا قیام ہے جو کہ ہم سے پہلے کے نیک لوگوں کی عادت تھی اور (مرنے کے) بعد (قبر) میں ہمیں پیش آنے والے حالات اور واقعات میں وحشت کو دور کرنے کا سامان ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

((عليكم بقيام الليل فإنه دأب الصالحين قبلكم وقربة إلى ربكم ومكفرة للسيئات ومنهاة عن الإثم .)) ❶

'' تم رات کے قیام کو اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ وہ تم سے پہلے کے نیک لوگوں کی عادت، تمہارے رب کی بارگاہ میں قرب کا ذریعہ، گناہوں کا کفارہ اور گناہ سے بچاؤ کا طریقہ ہے۔''

ہمارے سلف صالحین اور عہد قریب کے لوگ رات کی نماز میں کوتاہی نہیں کیا کرتے تھے، جبکہ آج اکثر مسلمان نمازِ فجر میں بھی کوتاہی کرتے ہیں، اور اسی طرح کوتاہی میں راتیں گزارتے ہیں۔

جناب طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ تعالیٰ سحری کے وقت ایک شخص سے ملاقات کے لیے گئے تو لوگوں نے کہا وہ تو سویا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے (آج تک) کسی کو سحری کے وقت سویا ہوا نہیں دیکھا۔ ❷

آج اکثر مسلمانوں کو ماہِ رمضان کے آخری دس دنوں میں لیلۃ القدر کی تلاش میں قیام کرنے کے علاوہ رات کے قیام کا علم ہی نہیں، بعض لوگ تو ایسے ہیں جنھیں آپ دیکھیں گے کہ وہ ایسی مساجد کی تلاش میں ہوتے ہیں جن میں بہت معمولی سا جاگنا پڑے اور ایسے لوگ آدھی رات میں ہی نمازِ تہجد ادا کر کے فضیلت والے وقت، جو کہ رات کا آخری تہائی حصہ ہے، سے اپنے آپ کو محروم رکھتے ہیں اور اس فضیلت والے وقت کو اپنے گھروں، اپنی بیٹھکوں یا قصے کہانیوں کی مجلسوں میں گزار دیتے ہیں اور یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ انھوں نے تو رات کا قیام مسجد میں کیا ہے، حالاں کہ ہر رات میں ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ اس میں کی جانے والی دعا مقبول ہوتی ہے اور یہ گھڑی رات کے آخری پہر میں ہوتی ہے۔ جیسا کہ سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((إن في الليل لساعة لا يوافقها رجل مسلم يسأل الله خيرا من أمر

❶ رواه الترمذي (٣٥٤٩)، والحاكم (١/٣٠٨)، وابن خزيمة، وابن أبي الدنيا، وقال الألباني في صحيح الترغيب والترهيب حسن لغيره (٦٢٤).

❷ حلية الأولياء وطبقات الأصفياء لأبي نعيم (٤/٦).

الدنيا والآخرة إلا أعطاه إياه وذلك كل ليلة .)) ❶

''بلاشبہ رات میں ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ اگر کوئی مسلمان شخص اسے پا لے پھر اس میں اللہ سے دنیا و آخرت کے معاملہ میں بھلائی کا سوال کرے تو اللہ اسے وہ چیز ضرور عطا کرتا ہے اور ایسا ہر رات ہوتا ہے۔''

اسی طرح سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ينزل ربنا تبارك وتعالى كل ليلة إلى السماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الآخر، فيقول من يدعوني فاستجيب له؟ ومن يسألني فأعطيه؟ ومن يستغفرني فأغفر له؟ .)) ❷

''ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی ہوتا ہے، آسمانِ دنیا پر نازل ہوتا ہے، پھر فرماتا ہے: کون ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا کو قبول کرلوں؟ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کردوں؟ اور کون ہے جو مجھ سے بخشش مانگے تو میں اسے بخش دوں۔''

آپ نمازِ عشاء کے بعد جو نفل بھی پڑھیں گے وہ رات کے قیام میں شمار ہوں گے، اگر آپ کی ہمت جواب دے جائے کہ آپ رات کو اس وقت نماز پڑھ سکیں جب لوگ سوئے ہوں تاکہ آپ اس عظیم ثواب کو حاصل کرسکیں، تو کم از کم رات کے شروع میں ہی دس آیات ضرور نماز کی حالت میں قیام میں پڑھ لیا کریں، تاکہ آپ غافلوں میں نہ لکھے جائیں، جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من قام بعشر آيات لم يكتب من الغافلين، ومن قام بمائة آية كتب من القانتين، ومن قام بألف آية كتب من المقنطرين .)) ❸

''جو شخص قیام کی حالت میں دس رکعتیں پڑھ لے تو وہ غافلوں میں نہیں لکھا جاتا، اور جو قیام میں

---

❶ رواه الإمام أحمد۔ المسند ۔ (٣/٣٣١)، ومسلم (٧٥٧).

❷ رواه الإمام البخاري (١١٤٥)، ومسلم واللفظ له (٧٥٨)، ومالك في الموطأ (١/٢١٤)، والترمذي (٣٤٩٨)، وأبوداود (١٣١٥).

❸ رواه أبوداود (١٣٩٨)، وابن خزيمة (١١٤٤)، وقال الألباني في صحيح الترغيب والترهيب: حسن صحيح (٦٣٩).

ایک سو آیات پڑھے تو وہ فرمانبردار و اطاعت گزار بندوں میں لکھا جاتا ہے اور جو ایک ہزار آیات قیام میں پڑھ لے تو وہ (اجر وثواب کے) انبار پانے والوں میں لکھا جاتا ہے۔''

لہٰذا اگر آپ بلند ہمت کے مالک ہیں اور ڈھیروں اجر وثواب پانے والے لوگوں میں اپنا نام درج کروانا چاہتے ہیں تو رات کو قیام میں قرآنِ مجید کے انتیسویں اور تیسویں پارے کی تلاوت کریں، کیونکہ ان دونوں پاروں کی نو سو پچانوے (۹۹۵) آیات بنتی ہیں اور جب ہم اس تعداد میں سورۃ الفاتحہ، جو کہ ہر رکعت میں بار بار پڑھی جاتی ہے، کا بھی اضافہ کرلیں تو یہ ایک ہزار آیات سے بھی زیادہ آیات بنتی ہیں۔ الحمد للہ

☆..................................☆
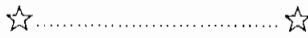
اٹھارواں عمل

سلام کو عام کرنا

جنت میں درجات کی بلندی کا باعث بننے والا اٹھارواں عمل سلام کو عام کرنا ہے۔ جیسا کہ سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث (عمل نمبر ۱۶ کھانا کھلانے کے تحت مذکور حدیث) سے ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح سیّدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن في الجنة غرفا يرى ظاهرها من باطنها وباطنها من ظاهرها أعدها الله لمن أطعم الطعام وأفشى السلام وصلى بالليل والناس نيام.)) [1]

''بلاشبہ جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کے اندر سے باہر کا حصہ نظر آتا ہے اور باہر سے اندر کا حصہ نظر آتا ہے، اللہ تعالیٰ نے وہ بالا خانے ان لوگوں کے لیے تیار کر رکھے ہیں جو کھانا کھلاتے ہیں، سلام عام کرتے ہیں اور رات کو جبکہ لوگ سوئے ہوں وہ نماز پڑھتے ہیں۔''

بلاشبہ مسلمانوں کے درمیان الفت ومحبت اور بھائی چارے میں مدد ومعاون ثابت ہونے والے قوی ترین وسائل میں سے ایک وسیلہ سلام کو عام کرنا ہے، یہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے اگرچہ وہ ایک دوسرے کو پہچانتے بھی نہ ہوں۔ دورِ حاضر میں اکثر اسلامی معاشروں میں خصوصاً بڑے شہروں میں مسلمانوں کے درمیان سلام کرنے جیسا عظیم عمل انحطاط پذیر ہو چکا ہے اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبر کہ سلام صرف

---

[1] رواه الترمذي (١٩٨٤)، وابن حبان، وقال الألباني في صحيح الترغيب والترهيب: صحيح لغيره (٦١٨).

معرفت اور پہچان کی بنیاد پر ہوگا، سچ ثابت ہونے لگی ہے ــ ہمارا یہ طرزِ عمل سنت نبوی کے خلاف ہے جس میں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم جسے جانتے ہوں اسے بھی سلام کریں جسے نہیں جانتے اسے بھی سلام کریں ــ بعض لوگ تو ایسے بھی ہیں کہ جنھیں آپ سلام کریں تو وہ اجنبی بن کر آپ سے چہرہ پھیر لیں گے اور یہ ظاہر کریں گے کہ آپ کا ان کے ساتھ نہ تو کوئی تعلق ہے اور نہ ہی جان پہچان ہے۔ چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث سچ ثابت ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن من أشراط الساعة أن يسلم الرجل على الرجل لا يسلم عليه إلا للمعرفة .)) [1]

''بلاشبہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو سلام کرے گا اور اس کے سلام کرنے کی غرض اور بنیاد صرف جان پہچان ہوگی۔''

ایک دوسری روایت کے مطابق جسے سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہی روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن بين يدي الساعة تسليم الخاصة، وفشو التجارة حتى تعين المرأة زوجها على التجارة، وقطع الأرحام، وشهادة الزور، وكتمان شهادة الحق، وظهور القلم .)) [2]

''بلاشبہ قیامت سے پہلے خاص لوگوں کو سلام کرنا، تجارت کا اتنا عام ہونا کہ تجارت کے موقعہ پر ہی عورت اپنے خاوند کا تعین کر لے گی، قطع رحمی، جھوٹی گواہی، حق گواہی کو چھپانا اور قلم کا ظہور عام ہو جائے گا۔''

مسلمانوں کے درمیان سلام کو عام کرنا جنت میں ان کے داخل ہونے کا ایک ذریعہ ہے، جیسا کہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((والذي نفسي بيده، لا تدخلون الجنة حتى تؤمنوا، ولا تؤمنوا حتى تحابوا، أولا أدلكم على شيء إذا فعلتموه تحاببتم؟ أفشوا

---

[1] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني- (٣٣٣/١٧)، وقال الساعاتي في الفتح الرباني: قال الهيثمي رواه كله أحمد والبزار بعضه ورجال أحمد والبزار رجال الصحيح ءهـ، وقال أحمد شاكر إسناده صحيح (٣٣٣/٥).

[2] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني- (٣٣٢/١٧)، وصححه الألباني في سلسلة الأحاديث الصحيحة (٦٤٧).

السلام بينكم .)) ❶

"مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے حتی کہ مؤمن بن جاؤ، اور تم مؤمن نہیں بن سکتے حتی کہ آپس میں محبت کرو، کیا میں تمھیں ایسا عمل نہ بتاؤں جسے تم سرانجام دو تو تم آپس میں محبت کرنے لگو گے؟ آپس میں سلام کو عام کرو۔"

اگر آپ جنت میں ایسے بلند و بالا اور عالی شان بالا خانوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ جن کا باہر والا حصہ اندر سے اور اندر والا حصہ باہر سے دیکھا جا سکے گا تو آپ کھانا کھلانے، سلام عام کرنے اور رات کو جبکہ لوگ سوئے ہوں نماز کا اہتمام کریں۔

☆..................................☆

انیسواں عمل

نبی محمد ﷺ پر درود پڑھنا

جنت میں درجات کی بلندی کا باعث بننے والا انیسواں عمل اس امت کے نبی، اس امت کی شفاعت کرنے والے محمد ﷺ، مقام محمود اور حوضِ کوثر پر فائز ہونے والے رسول صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم پر کثرت سے درود وسلام پڑھنا ہے۔ بلاشک وشبہ نبی محمد ﷺ پر درود پڑھنا ایسی سنتوں میں سے ایک سنت ہے کہ جن میں کثرت کے ساتھ اہتمام کرنا مستحب ہے، جبکہ یہ افضل فرمانبرداریوں میں سے ایک افضل فرمانبرداری ہے، سب سے عظیم قربتوں میں سے ایک قربت ہے اور اس قسم کے اعمال گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں، حسنات میں اضافہ، درجات میں بلندی اور دعاؤں کی قبولیت کا باعث بنتے ہیں، اس قسم کے عظیم اعمال میں سے ایک عمل یہ بھی ہے۔ اسی لیے تو سنت مطہرہ نے وضاحت کی ہے کہ جو شخص نبی ﷺ پر درود پڑھنے جیسے عظیم عمل کو چھوڑ دیتا ہے اگر وہ جنت میں داخل ہو گیا تب بھی وہ اس اجر عظیم کو دیکھ کر حسرت کرے گا جو اس سے فوت ہو چکا ہوگا اور وہ اس سے محروم ہو چکا ہوگا، جیسا کہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لا يجلس قوم مجلسًا لا يصلون فيه على رسول الله ﷺ إلا كان

---

❶ رواه الإمام مسلم (٥٤)، وأبوداود (٥١٩٣)، والترمذي (٢٦٨٨).

علیهم حسرة وإن دخلوا الجنة لما يرون من الثواب .)) ❶

''جب بھی کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھتی ہے اور پھر وہ اس مجلس میں رسول اللہ ﷺ پر درود نہیں پڑھتی تو یہ عمل (درود نہ پڑھنا) ان کے لیے باعث حسرت ہوگا اگرچہ وہ جنت میں داخل بھی ہو جائیں کیونکہ وہ (اس عمل کے بہت سے) اجر وثواب کو دیکھ کر (حسرت کا اظہار) کریں گے۔''

جہاں تک درود کے ذریعہ درجات کی بلندی کا تعلق ہے تو وہ خیر الانام (ﷺ) پر کثرت سے درود پڑھنے سے حاصل ہوگی، جیسا کہ سیّدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أتاني آت من ربي عز وجل فقال: من صلى عليك من أمتك صلاة كتب الله له عشر حسنات، ومحا عنه عشر سيئات ورفع له عشر درجات، ورد عليه مثلها .)) ❷

''میرے رب عز وجل کی طرف سے ایک آنے والا میرے پاس آیا، وہ کہنے لگا: آپ (ﷺ) کی امت میں سے جو شخص آپ (ﷺ) پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا اللہ (عز وجل) اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دے گا، اس کی دس خطائیں (گناہ) مٹا دے گا، اس کے دس درجے بلند کر دے گا، اور اس کے برابر (رحمتیں اور برکتیں) اس پر لوٹا دیتا ہے۔''

لہٰذا اے میرے مسلمان بھائی! اللہ عز وجل کے ہاں آپ کے درجات کی بلندی کا باعث بننے والے اعمال میں سے ایک عمل نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنا ہے، خاص طور پر جمعہ کے دن. کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے روز کثرت سے درود پڑھنے کی ترغیب دی ہے اور آپ کا پڑھا ہوا درود آپ (ﷺ) پر پیش کیا جاتا ہے۔

☆.................................☆

بیسواں عمل

زبان کو پاکیزہ کلام کا عادی بنانا

جنت میں درجات کی بلندی میں ممد و معاون ثابت ہونے والے اعمال میں سے بیسواں عمل پاکیزہ بات

---

❶ رواه الإمام أحمد (بلفظ ما قعد قوم)۔ الفتح الرباني ۔ (١٩/١٦٦)، والترمذي (٣٣٨٠)، والنسائي في السنن الكبرى (١٠٢٤٢)، وابن حبان، والحاكم (١/٤٩٦)، وصححه شعيب الأرناؤط في تخريجه شرح السنة للبغوي (٥/٢٧)، ووافقه الألباني في صحيح الجامع (٧٦٢٤).

❷ رواه الإمام أحمد واللفظ له۔ الفتح الرباني - (١٤/٣٠٩) والنسائي (١٢٩٤)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٥٧).

کہنا اور زبان کی حفاظت کرنا ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إن العبد ليتكلم بالكلمة من رضوان الله لا يلقي لها بالا يرفعه الله بها درجات، وإن العبد ليتكلم بالكلمة من سخط الله لا يلقي لها بالا يهوي بها في جهنم .)) ❶

''بلاشبہ بندہ اللہ کی رضا مندی کے لیے ایک بات زبان سے نکالتا ہے جسے وہ کوئی اہمیت بھی نہیں دیتا مگر اس کی وجہ سے اللہ اس کے درجے بلند کر دیتا ہے، اور ایک بندہ کوئی ایسا کلمہ زبان سے نکالتا ہے جو اللہ کی ناراضگی کا باعث ہوتا ہے جسے وہ کوئی اہمیت بھی نہیں دیتا لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم میں چلا جاتا ہے۔''

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کے تحت اپنی شرح میں اہل علم کی ایک جماعت سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: بلاشبہ وہ کلمہ کہ جسے کہنے والا انسان اس کی وجہ سے جہنم میں جا گرے گا یہ ہے کہ انسان ظالم بادشاہ کے سامنے کوئی بات کہے جس سے کسی مسلمان کی عیب جوئی مقصود ہو، کسی مسلمان کو بیہودگی، بے حیائی اور فسق و فجور کا الزام دے، یا نبوت و شریعت کو حقیر اور ذلیل سمجھے اگر چہ وہ اس کا اعتقاد نہ بھی رکھتا ہو، اور وہ کلمہ جس کی وجہ سے درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں اور اللہ عزوجل کی رضا و رضوان لکھ دی جاتی ہے ایسا کلمہ ہے جس کے ذریعے کسی مسلمان سے ظلم کو دور کیا جائے یا اس کی پریشانی و بے چینی کو دور کر دیا جائے یا پھر اس کلمہ کی وجہ سے کسی مظلوم کی مدد کر دی جائے ...... ❷

ہم جو کلمہ بھی اپنی زبان سے نکالتے ہیں اچھا ہو یا برا، وہ درج کر لیا جاتا ہے اور اس کے متعلق ہمارا محاسبہ ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴾ (ق: ١٨)

''وہ (انسان اپنے منہ سے) جو لفظ بھی نکالتا ہے (اس کو لکھنے کے لیے) اس کے پاس نگہبان تیار ہے۔''

جس طرح بعض کلمات کی ادائیگی انسان کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب بن جاتی ہے اسی طرح

---

❶ رواه البخاري واللفظ له (٦٤٧٨)، ومسلم (٢٩٨٨)، ومالك في الموطأ (٢/٩٨٥)، والترمذي (٢٣١٤).

❷ فتح الباري بشرح صحيح البخاري لابن حجر العسقلاني (٣١٧/١١) (ح ٦٤٧٧) بتصرف.

بعض کلمات کی ادائیگی اسلام سے نکلنے کا باعث بن جاتی ہے، جیسا کہ بعض نکات اور لطائف کا استعمال انسان کے لیے شرمندگی کا باعث ہوتا ہے اس میں اوامر دین، فرشتوں یا علماء وصلحاء کا مذاق اڑانا اور ایسی گفتگو کرنا جو اعمال کی بربادی کا سبب بن جائے، داخل ہیں۔

کتنے کلمات ایسے ہیں جو اپنے استعمال کرنے والے سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دے (استعمال نہ کر)، اسی لیے تو حکم ہے کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کرے یا پھر خاموش رہے۔ جناب شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''انسان کو چاہیے کہ جس چیز کے متعلق وہ بات کرنا چاہتا ہے وہ اس بات کے متعلق اور اس کے انجام کے متعلق خوب غور وفکر کرے اگر اسے معلوم ہو جائے کہ اس میں یقینی طور پر خیر اور بھلائی ہے کہ جس سے نہ تو کسی قسم کا فساد برپا ہوگا اور نہ ہی (شریعت اسلامی کے) منع کردہ امور کا ارتکاب ہوگا، پھر تو وہ بات کرلے بصورتِ دیگر خاموش رہے۔ [1]

چنانچہ جناب علقمہ مزنی (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے جب سیدنا بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کو سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن الرجل ليتكلم بالكلمة من رضوان الله عزوجل ما يظن أن تبلغ ما بلغت يكتب الله عزوجل له بها رضوانه إلى يوم القيامة، وإن الرجل ليتكلم بالكلمة من سخط الله عزوجل ما يظن أن تبلغ ما بلغت يكتب الله عزوجل بها عليه سخطه إلى يوم القيامة.)) [2]

''بلاشبہ کوئی شخص اللہ عزوجل کی رضامندی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے جس کے متعلق اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ کہاں پہنچ جائے گا، لیکن اللہ عزوجل اس کلمہ کے عوض اس شخص کے لیے روزِ قیامت تک اپنی رضا وخوشنودی لکھ دیتا ہے، اور کوئی شخص اللہ عزوجل کی ناراضگی کا کوئی ایک ایسا کلمہ منہ سے نکال دیتا ہے جس کے متعلق اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا کہ یہ کہاں پہنچ جائے گا لیکن اللہ عزوجل اس کلمہ کے بدلے اس شخص کے لیے روزِ قیامت تک اپنی ناراضگی لکھ دیتا ہے۔''

---

[1] فيض القدير للمناوي (٢/٣٣١).

[2] رواه الإمام أحمد واللفظ له۔ الفتح الرباني- (١٩/٢٥٩)، ومالك في الموطأ (٢/٩٨٥)، والبخاري (٦٤٧٨)، والترمذي (٢٣١٩)، وابن ماجه (٣٩٧٠)، والحاكم (١/٤٥)، والبيهقي، وابن حبان.

تو علقمہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: کتنی باتیں ایسی ہیں جن کے کرنے سے مجھے بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی (روایت کردہ) حدیث نے روک دیا ہے۔ ❶ تو کیا آپ بھی ایسی بات کہہ سکتے ہیں؟ اپنی زبان کو پاکیزہ بات کہنے کی عادت ڈالیے اور اپنے رب عزوجل کی درج ذیل پکار کو قبول کر لیجیے جس میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَ قُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴾ (الإسراء: ٥٣)

''اور میرے بندوں سے کہہ دیجیے کہ وہ بہت ہی اچھی بات منہ سے نکالا کریں کیونکہ شیطان آپس میں فساد ڈلواتا ہے، بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔''

اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی اعلیٰ ترین مثال بننے کی کوشش کریں، جس فرمان کو سیّدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

((اتقوا النار ولو بشق تمرة، فإن لم تجدوا فبكلمة طيبة .)) ❷

''(جہنم کی) آگ سے بچ جاؤ اگر چہ ایک کھجور کے ٹکڑے (کو خرچ کرکے ہی ممکن ہو)، لیکن اگر تم (کھجور کا ایک ٹکڑا بھی صدقہ کرنے کے لیے) نہ پاسکو تو پھر پاکیزہ گفتگو کے ذریعہ ہی (اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچالو۔)''

☆..............................☆

اکیسواں عمل

اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہنا

بلاشبہ افضل اور پاکیزہ کلام جو اللہ عزوجل کے ہاں ہمارے درجات کی بلندی کا باعث بنتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے جس پر ہمیشگی ضروری ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ألا أنبأكم بخير أعمالكم، وأزكاها عند مليككم، وأرفعها في درجاتكم، وخير لكم من إنفاق الذهب والورق وخير لكم من أن

---

❶ كتاب الزهد لابن أبي عاصم (١/ ١٥).

❷ رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني۔ (٢٤/ ١٦٩)، والبخاري (٦٠٢٣)، ومسلم واللفظ له (١٠١٦)، والنسائي (٢٥٥٢)، والدارمي (١٦٥٧).

تلقوا عدوكم فتضربوا أعناقهم ويضربوا أعناقكم؟ قالوا: بلى. قال: ذكر الله تعالى.)) ❶

''کیا میں تمھیں تمہارے اعمال میں سے بہترین (عمل) کے متعلق نہ بتاؤں، جو تمہارے پروردگار کے نزدیک ان تمام (اعمال) سے زیادہ پاکیزہ، تمہارے درجات کو ان تمام (اعمال) کی نسبت زیادہ بلند کرنے والا، تمہارے لیے سونے اور چاندی کو خرچ کرنے سے زیادہ بہتر، اور تمہارے لیے اس سے بھی بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن سے مقابلہ کرو پھر تم ان کی گردنیں مارو (قتل کرو) اور وہ تمہاری گردنیں ماریں (قتل کریں)؟'' لوگوں نے عرض کیا: ''کیوں نہیں! (ضرور بتائیں)'' آپ (ﷺ) نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ذکر۔''

اللہ عزوجل کا ذکر دلوں کی زندگی ہے، جس کو چھوڑنے کا کوئی شخص بھی کوئی عذر پیش نہیں کرسکتا۔ چنانچہ محمد قرظی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر کسی کو ذکر چھوڑنے کی رخصت دی جاتی تو زکریا علیہ السلام کو رخصت دی جاتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا ﴾

(آل عمران: ٤١)

''تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین دن تک لوگوں سے بات تک نہ کر سکے گا، صرف اشارے سے سمجھائے گا، تو اپنے رب کا ذکر کثرت سے کر اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرتا رہ۔''

اگر کسی کو ترکِ ذکر کی رخصت دی جاتی تو اللہ کی راہ میں لڑنے والوں کو دی جاتی، لیکن اللہ کا فرمان ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴾

(الانفال: ٤٥)

''اے ایمان والو! جب تم کسی مخالف فوج سے مقابلہ کرو تو ثابت قدم رہو اور بکثرت اللہ کو یاد کرو۔'' ❷

---

❶ رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني- (١٩٨/١٤)، ومالك في الموطأ (٢١١/١)، والترمذي واللفظ له (٣٣٧٧)، وابن ماجة (٣٧٩٠)، والحاكم (٤٩٦/١)، والبيهقي، وصححه الأرناؤط في تخريجه جامع الأصول لابن الأثير (٥١٤/٩)، والألباني في صحيح الجامع (٢٦٢٩).

❷ حلية الأولياء وطبقات الأصفياء لأبي نعيم (٢١٥/٣)

ذیل میں متعدد ایسے اذکار کا ذکر کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں بندے کے درجات کو بلند کرتے ہیں۔

ا۔ صبح وشام ''لا الہ الا اللہ'' کہنا:

رسول اللہ ﷺ نے ذکر فرمایا ہے کہ صبح وشام دس مرتبہ ''لا الہ الا اللہ'' کہا جائے تو اس کا بہت عظیم ثواب ہے اور اللہ تعالیٰ ایک دن میں یہ کلمہ کہنے والے کے دوسو درجات کو بلند کر دیتا ہے، جیسا کہ سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ بلا شبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من قال حين يصبح لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد يحي ويميت وهو على كل شيء قدير، عشر مرات، كتب الله له بكل واحدة قالها عشر حسنات، وحط الله عنه بها عشر سيئات، ورفعه الله بها عشر درجات، وكن له كعشر رقاب، وكن له مسلحة من أول النهار إلى آخره، ولم يعمل يومئذ عملا يقهرهن، فإن قال حين يمسي فمثل ذلك .)) [1]

''جو شخص صبح کے وقت دس مرتبہ یہ کلمہ کہے: ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ .)) تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر کلمہ کے بدلے جو وہ کہتا ہے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے، دس گناہ مٹا دیتا ہے، دس درجات بلند کر دیتا ہے، یہ کلمات اس کے لیے دس افراد کی مانند ہو جاتے ہیں جو کہ دن کے شروع سے لے کر دن کے آخر تک مسلح ہو کر اس کے ساتھ رہتے ہیں اور اس دن وہ شخص کوئی عمل بھی کر لے وہ (اجر و ثواب کے لحاظ سے) ان کلمات پر غالب نہیں آ سکتا، اگر یہ کلمات شام کے وقت کہے تو (اس کی فضیلت و تاثیر بھی) اسی طرح ہے۔''

یہ ہے وہ تہلیل (لا الہ الا اللہ کہنا) جسے رسول اللہ ﷺ صبح اور شام کے وقت پڑھا کرتے تھے۔

اور وہ تہلیل جسے آپ ﷺ ہر نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے اس میں " يحي ويميت " کے کلمات نہیں ہیں، اس پر ہمیں آگاہ رہنا چاہیے، آپ (ﷺ) جب سلام پھیرتے تو فرمایا کرتے:

---

[1] رواه الإمام أحمد واللفظ له ـ الفتح الرباني- (١٤/٢٢٤)، والبيهقي، والطبراني، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٦٤١٨).

((لا إله إلا الله وحده لا شريك له ، له الملك وله الحمد وهو على كل شيءٍ قدير .)) ایک مرتبہ یہ کلمہ پڑھتے اور اس کے بعد مزید یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الجَدُّ .))

''اے اللہ! جسے تو عطا کرے اس سے کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روک دے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں۔''

اس پر مزید یہ کلمات بھی پڑھا کرتے تھے:

((لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، وَلَا نَعْبُد إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ .)) ❶

''نہیں ہے (گناہوں سے بچنے کی) طاقت اور نہ ہی (نیکیاں کرنے کی) قوت مگر اللہ (ہی کی مدد) کے ساتھ، ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں، اسی کی تمام نعمتیں ہیں، اسی کا فضل ہے اور اچھی تعریف بھی اسی کی ہے، نہیں ہے کوئی الٰہ مگر اللہ (ہم) اسی (اللہ) کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہیں، اگرچہ کافر برا ہی مانیں۔''

۲۔ بازار میں داخل ہونے کی دُعا:

یہ دعا ان دعاؤں میں سے ہے جو اپنے پڑھنے والوں کے لیے اللہ عزوجل کے ہاں لاکھوں درجات کی بلندی کا باعث بن جاتی ہیں، جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من دخل السوق فقال: لا إله إلا الله، وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد، يحي ويميت، وهو حي لا يموت، بيده الخير، وهو على كل شيء قدير، كتب الله له ألف ألف حسنة (أي مليون حسنة)، ومحا عنه ألف ألف سيئة، ورفع له ألف ألف درجة، وبنى

❶ رواه الإمام مسلم (٥٩٣) و (٥٩٤) عن المغيرة بن شعبة والزبير بن العوام رضي الله عنهما.

له بيتًا في الجنة .)) ❶

جو شخص بازار میں داخل ہوتے ہوئے یہ کلمات پڑھے:

((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ .))

"نہیں ہے کوئی الٰہ مگر اللہ، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا ملک ہے اور اسی کی تعریف ہے، وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے، وہ ہمیشہ زندہ رہے گا اسے کبھی موت نہیں آئے گی، اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

اللہ اس کے لیے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے، اس کے دس لاکھ گناہ مٹا دیتا ہے، اس کے دس لاکھ درجات بلند فرما دیتا ہے، اور اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے۔"

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کے قول کے مطابق مذکورہ بالا حدیث میں (اللہ عزوجل کے ہاں) درجات (کی بلندی) سے مراد ممکن ہے یہ معنی ہو کہ اللہ عزوجل کے ہاں قدر و منزلت کی بلندی نصیب ہوگی۔

اس دعا کے ثواب کے حصول کی خاطر بعض سلف صالحین رحمہم اللہ کی حرص تو اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ وہ بازار کی طرف جایا کرتے تھے، جبکہ انھیں بازار میں داخل ہونے کی دعا پڑھنے کے علاوہ بازار میں کسی قسم کا کوئی کام اور ضرورت بھی نہ ہوتی تھی پھر (دعا پڑھ کر) وہ واپس پلٹ آتے تاکہ اس عظیم ثواب کو حاصل کر سکیں، جیسا کہ محمد بن واسع رحمہ اللہ نے بیان فرمایا: میں مکہ میں پہنچ کر اپنے بھائی سالم رحمہ اللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ملا تو انھوں نے مجھے اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا کی روایت کردہ حدیث سنائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص بازار میں داخل ہو...... حدیث۔" پھر انھوں نے بیان کیا: میں خراسان گیا تو مجھے قتیبہ رحمہ اللہ بن مسلم سے ملاقات کا موقع ملا، میں نے کہا: میں آپ کے پاس ایک تحفہ لے کر آیا ہوں، پھر میں نے ان کے سامنے اس حدیث کو بیان کیا۔ تو وہ اپنی جماعت اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ سوار ہو کر بازار میں گئے وہاں جا کر کھڑے ہوئے، یہ کلمات کہے اور پھر واپس پلٹ آئے۔ ❷

☆..............................☆

---

❶ رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني- (١٤/٢٥٦)، والترمذي (٣٤٢٨)، والحاكم (١/٥٣٨) واللفظ له، والبيهقي، وحسنه الألباني في صحيح الجامع (٦٢٣١).

❷ سنن الدارمي (٢٦٩٢).

بائیسواں عمل

والدین کے ساتھ نیکی کرنا

جنت میں درجات کی بلندی کا باعث بننے والا بائیسواں عمل والدین کے ساتھ نیکی کرنا ہے۔ والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا عمل ایسا عمل ہے کہ یہ اولاد کے درجات کو بھی بلند کر دیتا ہے اگر چہ اولاد درجہ میں اپنے والدین سے کم تر ہو، جیسا کہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ مؤمن آدمی کی اولاد کو بھی اس (مؤمن) کے درجہ میں بلندی عطا فرمادے گا اگر چہ اولاد عمل کے لحاظ سے اپنے والد سے پیچھے ہی ہو (یہ انعام اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندے پر اس لیے کرے گا) تاکہ اس (مؤمن) کی آنکھیں ان (اپنی اولاد) کے ساتھ ٹھنڈی ہو جائیں، پھر انھوں (سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما) نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تلاوت فرمائی:

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيْمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴾ (الطور: ۲۱)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی ایمان کے ساتھ انہی کی راہ پر چلی تو ان کی اولاد کو بھی ہم (جنت میں) ان کے ساتھ ملادیں گے اور ان کے عمل (کے ثواب) میں سے کچھ بھی کم نہ کریں گے، ہر شخص اپنے (اعمال کی) کمائی میں گرفتار ہے۔'' ❶

اور انہی (سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما) کی روایت کردہ ایک دوسری روایت میں ہے آپ نے فرمایا: مؤمن آدمی کی وہ اولاد جو ایمان کی حالت میں فوت ہوگی، اگر ان کے آباء کی منازل ان کی منازل سے بلند ہوں گی، تو انھیں ان کے آباء کے ساتھ ملادیا جائے گا، جبکہ ان کے کیے ہوئے اعمال میں کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی۔ ❷

بلاشبہ ان فرامین میں تمام والدین کے نام دعوت ہے کہ وہ جنت میں اپنے اور اپنی اولاد کے درجات کی بلندی کی خاطر دینداری والی راہ کا انتخاب کر کے اس پر استقامت اختیار کریں، اور لیکن یہ بات بھی غور طلب ہے کہ کیا یہ ایسی دعوت ہے کہ جس میں اولاد کے لیے نیک عمل میں کوتاہی کرنے، نیکی کے کاموں سے پیچھے

---

❶ الجامع لأحكام القرآن للقرطبي (۱۷/۶۸).

❷ تفسير القرآن العظيم لابن كثير (۶/۹).

رہنے اور اپنے آباء کے نیک اعمال پر توکل کرنے کا بیان ہو؟ ہرگز نہیں، کیونکہ مذکورہ بالا آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر اولاد نیک، صالح، مؤمن ہوگی اور اللہ کے فضل و رحمت کے ساتھ جنت میں داخل ہو چکی ہوگی لیکن اس کا درجہ اپنے والدین کے درجہ سے کم ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس (اولاد) کو اعلیٰ درجات پر فائز فرما دے گا، یہ معنی ہرگز نہیں کہ اولاد نیک عمل میں کوتاہی کرتی پھرے۔ جس کسی نے بھی ایسا کیا اللہ کا عذاب اسے گھیر لے گا، نتیجتاً وہ ایک مدت تک جنت میں داخلے سے محروم کر کے آگ کے عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے آیت کے آخر میں فرمایا: ﴿ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ﴾ ''ہر شخص اپنے اعمال کی کمائی میں گرفتار ہے۔'' یعنی ہر انسان اپنے عمل کا خود ذمہ دار اور جوابدہ ہے۔ اسی لیے بیٹے (اولاد) سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے نیک اعمال پر توکل کرنے کی بجائے ان کے درجات کو بلند کروانے کی پوری جدوجہد اور کوشش و محنت کرے کیونکہ اس کا ثمرہ یقینی طور پر اسی کی جانب پلٹ کر رہے گا کہ اس (بیٹے) کا درجہ ان (والدین) کے ساتھ بلند کر دیا جائے گا۔

بیٹا اپنے والدین کا درجہ کیسے بلند کر سکتا ہے؟

اگر والدین بقید حیات ہوں تو وہ اپنے بچے کی تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں ایسی عمدہ خصلتوں کے مالک بن سکتے ہیں جو جنت میں بندے کے درجات کی بلندی کا باعث بن جاتی ہیں، الحمدللہ اس کتاب میں ان عظیم خصلتوں میں سے اکثر کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

اور اگر والدین اس دنیوی زندگی کو چھوڑ کر اپنی روح اللہ کے سپرد کر چکے ہوں تو اولاد کثرت سے ان کے لیے استغفار کر کے اور کثرت سے دعا کر کے ان کے درجات کو بلند کروا سکتی ہے، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إن الرجل لترفع درجته في الجنة فيقول أنى هذا؟ فيقال باستغفار ولدك لك .)) [1]

''بلاشبہ جب جنت میں کسی شخص کا درجہ بلند کیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے یہ (درجہ بلند) کیسے ہو گیا ہے؟ تو اسے بتایا جاتا ہے کہ تیرے بیٹے کے تیرے حق میں استغفار کرنے کی بدولت (تیرا یہ

[1] رواه الإمام أحمد (بلفظ إن الله ليرفع الدرجة) ـ الفتح الرباني- (٢٠٥/٩)، وابن ماجه واللفظ له (٣٦٦٠) والبيهقي، وصححه الألباني في صحيح الجامع (١٦١٧)

درجہ بلند کردیا گیا ہے)۔''

جناب امام بخاری رحمہ اللہ نے (اپنی عظیم کتاب) الادب المفرد میں ایک باب باندھ کر اس کا نام ہی یہ رکھا ہے کہ ''والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ نیکی کرنے کا بیان'' اور اس باب کے تحت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کو بیان کیا ہے جس کے تحت فرمایا:

((ترفع للميت بعد موته درجته فيقول أي رب أي شيء هذه؟ فيقال: ولدك استغفر لك .)) ❶

''انسان کے مرنے کے بعد جب اس کا درجہ بلند کیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے: اے میرے رب! یہ کیا چیز ہے؟ تو کہا جاتا ہے: یہ تیرے بیٹے کا تیرے حق میں کیا ہوا استغفار ہے۔''

ہر وہ باپ جو چاہتا ہے کہ جنت میں اس کے درجات بلند ہوتے رہیں تو اسے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت اور اصلاح کی خاطر خوب محنت اور جدوجہد کرنی چاہیے تاکہ وہ اولاد اس کے مرنے کے بعد اس کے لیے استغفار اور دعائیں کرتی رہے۔ اگر تیرا بیٹا نیک اور صالح ہوگا تو وہ تجھے اس وقت بھلائی اور نیکی کے ساتھ یاد کرے گا جبکہ تو اپنی قبر میں جا چکا ہوگا، اس لیے کہ وہ تیری نیکی کی بدولت ہی تو اللہ کی بارگاہ میں قرب چاہتے ہوئے تیرے لیے تیرے مرنے کے بعد استغفار کر رہا ہے، بصورتِ دیگر اگر تو نے اس کی تربیت میں کوتاہی کی ہوگی تو غالب امکان یہی ہے کہ تجھے جنت میں اپنے درجات کی بلندی کی خاطر اس کی طرف سے کبھی بھی استغفار دیکھنا تک نصیب نہ ہوگا، تو کیا آپ (اللہ نہ کرے) چاہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آئے؟
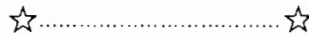
تیئیسواں عمل

اللہ عزوجل کی خاطر محبت کرنا

ان تمام اعمال میں سے جو جنت میں مؤمن کے درجات کو بلند کرنے کا باعث بنتے ہیں سب سے افضل اور آسان ترین عمل اللہ عزوجل کی خاطر محبت کرنا ہے اور اس عمل کا تعلق دل کے اعمال سے ہے۔ یہ عمل اپنے

---

❶ رواه البخاري في الأدب المفرد (٣٦)، وصححه الألباني في صحيح الأدب المفرد (٢٧)

اپنانے والے کو صرف اس قدر زحمت دیتا ہے کہ وہ تمام لوگوں سے عموماً اور علماء کرام اور صالحین سے خصوصاً محبت کرے۔ جناب مصطفیٰ ﷺ نے بشارت دی ہے کہ ان کی ساری امت میں سے جو شخص بھی اللہ کے لیے کسی سے محبت کرے گا تو قیامت کے دن اس کا حشر بھی اس کے ساتھ ہوگا اور اسے اس کے درجہ پر بلندی بھی عطا کر دی جائے گی۔

چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من أحب رجلا لله فقال إني أحبك لله ، فدخلا جميعا الجنة فكان الذي أحب أرفع منزلة من الآخر ، أُلحق بالذي أحب لله .)) [1]

''جو شخص کسی بھی شخص سے صرف اللہ کے لیے محبت کرتے ہوئے کہے: میں صرف اللہ کی خاطر تجھ سے محبت کرتا ہوں تو وہ دونوں اکٹھے ہی جنت میں داخل ہوں گے، جس شخص نے زیادہ محبت کی ہوگی وہ مرتبہ اور مقام میں بھی اسی قدر اونچا ہوگا، پھر دوسرے شخص کو بھی صرف اللہ کی (رضا کی) خاطر محبت کرنے والے کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔''

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں اس بات کی ترغیب ہے کہ آپ جس شخص کے ساتھ بھی محبت کریں، صرف اللہ کی (رضا کی) خاطر اس سے محبت کریں، خصوصاً اس لیے بھی کہ رسولِ کریم ﷺ نے ہمیں اس پر ابھارا ہے، جیسا کہ سیّدنا مجاہد رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے: نبی ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص مجھے ملا تو اس نے میرے پیچھے سے میرے کندھے کو پکڑ لیا پھر وہ کہنے لگا: میں تجھ سے محبت کرتا ہوں، یہ سن کر اس (مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ) نے کہا: تجھ سے وہ اللہ محبت کرے جس کی خاطر تو مجھ سے محبت کرتا ہے، تو وہ شخص کہنے لگا: اگر رسول اللہ ﷺ نے یہ نہ فرمایا ہوتا کہ: ((إذا أحب الرجل الرجل فليخبره أنه أحبه .)) ''جب کوئی شخص کسی شخص سے محبت کرے تو اسے بتا دے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔'' تو میں تجھے (اپنی محبت کے متعلق کبھی) نہ بتاتا۔ [2]

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر

---

[1] رواه الطبراني والبزار، وحسن إسناده الهيثمي في مجمع الزوائد (١٠/٢٧٩)، والمنذري في الترغيب والترهيب (٤/١٧)، ومحمد حسام بيضون في تخريجه كتاب المتجر الرابح في ثواب العمل الصالح للدمياطي (ح ١٦٧٥).

[2] رواه البخاري في الأدب المفرد (٥٤٣)، وحسنه الألباني في صحيح الأدب المفرد (٤٢٢).

عرض کرنے لگا: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ((ما أعددت للساعة؟)) ''تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟'' اس نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی محبت، آپ نے فرمایا: ((فإنك مع من أحببت)) ''بلاشبہ تو اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تو محبت کرتا ہے۔'' سیّدنا انس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: ہم اسلام (قبول کرنے) کے بعد نبی ﷺ کے جس فرمان سے سب سے زیادہ خوش ہوئے وہ (آپ کا یہی فرمان تھا کہ) بلاشبہ تو اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تو محبت کرتا ہے، سیّدنا انس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں اللہ، اس کے رسول (ﷺ)، ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) سے محبت کرتا ہوں، مجھے امید ہے کہ میں ان کے ساتھ ہوں گا، اگرچہ میں ان کے اعمال جیسے عمل نہیں کر سکا۔ [1]

اللہ عزوجل کی خاطر محبت کرنا (تمام اعمال سے) ممتاز عمل ہے کیونکہ یہ ان اکثر اعمال میں سے ایک عمل ہے جو اپنے اختیار کرنے والے شخص کے لیے نعمتوں والی جنت کے درجات پر بلندی کا باعث بنتے ہیں اور اہل جنت کو ان بلند و بالا درجات کے حامل افراد سے آگے بڑھنے کی رغبت دلاتے ہیں۔ چنانچہ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إن المتحابين في الله لترى غرفهم في الجنة كالكوكب الطالع الشرقي أو الغربي فيقال: من هؤلاء؟ فيقال هؤلاء المتحابون في الله عزوجل.)) [2]

''اللہ کی رضا کی خاطر محبت کرنے والے (لوگوں کو) آپ ان کے بالا خانوں (میں) مشرقی یا مغربی جانب سے طلوع ہونے والے ستارے کی مانند دیکھیں گے، کہا جائے گا: یہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد ہوگا: یہ اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر محبت کرنے والے لوگ ہیں۔''

سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ مذکورہ بالا حدیث پر غور کرنے والا شخص باآسانی سمجھ سکتا ہے کہ (اللہ کی رضا کی خاطر) محبت کرنے والے تمام لوگوں کے محلات بلند و بالا مقام اور اعلیٰ مرتبوں پر ہوں گے اور اہل جنت ان محلات کو اور ان محلات کے باسیوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح ہم میں سے کوئی شخص

---

[1] رواه البخاري (٦١٦٩)، ومسلم (٢٦٣٩) واللفظ له.

[2] رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني- (١٩/١٥٦) وقال الساعاتي في الفتح: لم أقف عليه لغير الإمام أحمد ورجاله ثقات. وقال الهيثمي في مجمع الزوائد، رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح (١٠/٤٢٢).

دور (آسمان میں) کسی ستارے کو دیکھتا ہے اسی سے اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ سب (اللہ کی رضا کی خاطر) محبت کرنے والے لوگ آپس میں ایک ہی مقام ومرتبہ پر اکٹھے ہو جائیں گے۔ جیسا کہ سابقہ سطور میں مذکور سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن عاص کی روایت کردہ حدیث میں وضاحت بھی موجود ہے۔

چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: ان کے ایک ساتھ ہونے سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ ان سب کا مقام ومرتبہ اور جزاء ہر لحاظ سے ایک جیسی ہوگی۔ [1] جبکہ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: معیت سے مراد درجات میں برابری بالکل نہیں ہے۔ [2] بلاشبہ یہ احادیث مؤمنوں کو آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے کی دعوت دیتی ہیں اور اس بات سے بھی آگاہ کرتی ہیں کہ انسان کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہوگا، لہٰذا وہ (مؤمن ومسلمان لوگ) اپنی محبت کا رخ مسلمانوں کو چھوڑ کر غیر مسلموں کی طرف مت پھیریں کیونکہ پھر اس بات کا خطرہ موجود ہے کہ ان کا حشر ان غیر مسلموں کے ساتھ ہوگا۔ ہم بہت سے لوگوں کو دیکھتے اور ان کے حالات کے متعلق سنتے رہتے ہیں کہ وہ کافر کھلاڑیوں، پہلوانوں اور اداکاروں سے ایسی محبت کرتے ہیں کہ پھر ان کی (ہر قسم کی) خبروں سے بھی اتفاق کرنے لگتے ہیں اور ان (کفار) سے اپنے مسلمان بھائیوں سے بھی زیادہ محبت کرتے ہیں جبکہ ان لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ جو شخص جس قوم کے ساتھ محبت کرے گا انہی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا؛ کیا آپ کو اس بات کی رغبت اور شوق ہے کہ قیامت کے روز اللہ عزوجل کے ہاں آپ کو وہ مقام ومرتبہ نصیب ہو کہ آپ کے اس مقام ومرتبہ پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں؟ اس عظیم مقام ومرتبہ کا حصول اس صورت میں ممکن ہے کہ آپ کسی شخص سے صرف اللہ کے لیے محبت کریں اور اس کے علاوہ آپ کی کوئی دوسری مصلحت نہ ہو، جیسا کہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إن من عباد الله لأناسا ما هم بأنبياء ولا شهداء يغبطهم الأنبياء والشهداء يوم القيامة بمكانهم من الله تعالىٰ قالوا: يا رسول الله تخبرنا من هم؟ قال: هم قوم تحابوا بروح الله على غير أرحام بينهم ولا أموال يتعاطونها، فوالله إن وجوههم لنور، وإنهم على نور، لا يخافون إذا خاف الناس، ولا يحزنون إذا حزن الناس، وقرأ هذه الآية

[1] شرح صحيح مسلم للنووي (١٦/٤٢٦)

[2] فتح الباري بشرح صحيح البخاري لابن حجر العسقلاني (١٠/٥٧٣) (ح ٦١٦٨).

﴿ أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [1] (يونس : ٦٢)

''بلاشبہ اللہ کے بندوں میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نہ تو انبیاء ہیں اور نہ ہی شہداء لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کو جو مقام و مرتبہ نصیب ہوگا اس پر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے۔'' لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (ﷺ) آپ ہمیں آگاہ فرمادیجیے کہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کے درمیان نہ تو کسی قسم کی رشتہ داری ہوگی اور نہ ہی وہ آپس میں ایک دوسرے کو مال دیتے ہوں گے (کہ جس کا کوئی لالچ ہو) وہ (کسی قسم کے لالچ وغیرہ کی بجائے) صرف اللہ کی رضا کی خاطر آپس میں محبت کرتے ہوں گے، تو اللہ کی قسم یقیناً ان کے چہرے نور ہوں گے اور وہ خود بھی نور پر ہوں گے، جب لوگ خوف زدہ ہوں گے ان پر کسی قسم کا خوف نہ ہوگا اور جب لوگ غمگین ہوں گے ان پر کسی قسم کا غم نہ ہوگا، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''یادرکھو اللہ کے دوستوں پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔''

بلاشبہ محبت کے ادنیٰ مراتب یہ ہیں کہ آپ اپنے مسلمان بھائی کے لیے خیر و بھلائی کو پسند کریں، جو تکلیف اسے پہنچے اس پر خود بھی تکلیف محسوس کریں اور اس کے لیے دعا کریں، اور اپنے بھائی کے متعلق اپنے دل کو حسد اور کینہ و بغض سے پاک و صاف رکھیں اور محبت کے اعلیٰ مراتب میں سے ایک مرتبہ یہ بھی ہے کہ آپ اپنے نفس پر اس کو ترجیح دیں۔

☆..................................☆
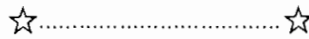
چوبیسواں عمل

بیٹیوں کی تربیت کرنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا

درجات کی بلندی کا باعث بننے والا چوبیسواں عمل بیٹیوں کی تربیت کرنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔ چنانچہ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من عال جاريتين حتى تدركا دخلت أنا وهو في الجنة كهاتين .)) [2]

''جس شخص نے دو لڑکیوں کی بالغ ہونے تک کفالت کی تو میں اور وہ جنت میں ان دو (انگلیوں)

---

[1] رواه أبو داود (٣٥٢٧)، وصححه الألباني في صحيح أبي داود (٣٠١٢)

[2] رواه الإمام مسلم (٢٦٣١)، والترمذي (١٩١٤)، والبخاري في الأدب المفرد واللفظ له (٨٩٤)، والحاكم (١٩٦/٤).

کی مانند (اکٹھے ہی) داخل ہوں گے۔''

یعنی جس شخص نے دو چھوٹی بیٹیوں کی تربیت کی اور ان کی تمام ضروریات مثلاً خرچ اخراجات، لباس اور تربیت کا خوب خیال رکھا، یہاں تک کہ وہ دونوں لڑکیاں بالغ ہوگئیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور نبی ﷺ کے درجہ کے قریب اعلیٰ درجہ پر فائز ہوگا۔

مذکورہ حدیث میں بیٹیوں کے حق کی ادائیگی کی تاکید ہے کیونکہ ان میں عموماً اپنی ضروریات پوری کرنے کے معاملے میں کمزوری پائی جاتی ہے اور اس حدیث میں جاہلیت کی ان عادات کا رد ہے کہ جن کی وجہ سے بیٹیوں کو ناپسند کیا جاتا تھا اور طعن و ملامت کے ڈر سے انھیں زندہ درگور کردیا جاتا تھا، چنانچہ اسلام نے آکر بیٹیوں کے ساتھ الفت و محبت کی ترغیب دی اور ان کی بہترین تربیت کرنے والے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے شخص کے لیے ان کو جہنم کی آگ سے حجاب اور ستر قرار دیا۔

بلاشبہ اکثر لوگوں کے نزدیک تربیت کا معنی و مفہوم صرف کھلانے، پلانے اور لباس مہیا کرنے کی حد تک محدود ہے جبکہ عموماً ساری اولاد کے لیے اور خصوصاً بیٹیوں کے لیے سب سے عظیم تربیت انھیں دینی تعلیم دینا، اچھا اور عمدہ اخلاق سکھانا، دنیوی امور جو ان کے لیے مفید ہوں ان سے آگاہ کرنا اور ان کا نکاح کرنا، جیسے عظیم امور پر مشتمل ہے، اور اس تربیت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اپنی بیٹیوں کو اس قدر آزاد نہ چھوڑا جائے کہ وہ مغربی ملابس و اقدار کے رسوا کن اور خطرناک حملوں سے مرعوب ہوکر اپنی اقدار کا اس طرح صفایا کر بیٹھیں کہ شرم و حیا اور وقار نام کی چیز دیکھنے کو بھی نہ ملے اور یہ ہماری بیٹیاں معاشرے میں خود فتنہ میں پڑنے والی اور دوسروں کو فتنے میں ڈالنے والی بن جائیں۔

دورِ جاہلیت میں بعض قبائل میں بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے جیسا قبیح عمل مشہور تھا، تو ہمارے موجودہ دور میں بھی ایک نئے طرز سے بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کا یہ قبیح عمل جاری ہے، اور وہ اس طرح کہ بعض والدین اپنی بیٹیوں کا نکاح کرنے سے انکاری ہوتے ہیں خاص طور پر وہ لڑکیاں جو استاذ کے مرتبہ پر فائز ہوں (یعنی ملازمت پیشہ ہوں) تو ان کی کمائی پر قبضہ کرنے کی طمع اور لالچ میں (والدین ان کا نکاح کرنے سے انکار کردیتے ہیں) شاید کہ ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ بیٹیوں کے ساتھ سب سے عظیم شفقت و رحمت یہ ہے کہ انھیں ان کے احساسات و جذبات کی رعایت و حمایت مہیا کی جائے اور انھیں نکاح کے فوائد سے مستفید ہونے اور ماں بننے کا حق فراہم کیا جائے۔

اسلام ہر دور میں بیٹیوں کو ظلم و ستم اور زندہ درگور کرنے سے بچانے کی مکمل حرص رکھتا ہے، اگرچہ اکثر

لوگ اپنے معاشرے کے طور اطوار سے مرعوب ہو کر بیٹیوں کو ناپسند کرتے اور انھیں مٹی میں زندہ دفن کر دینے میں ہی راحت محسوس کرتے ہیں، جب کہ انہی قبیح اور خطرناک جرائم سے بچانے کی خاطر اسلام ہر اس شخص کو عظیم ثواب کی پیش کش کرتا ہے جو اپنی بیٹیوں کے ساتھ رحمت و شفقت کا معاملہ کرے، ان پر اپنا مال خرچ کرے، ان کی ضروریات پوری کرے، انھیں ادب و آداب سکھائے پھر ان کا نکاح کر دے، جیسا کہ سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من كان له ثلاث بنات يؤويهن ويكفيهن ويرحمهن فقد وجبت له الجنة البتة)) فقال رجل من القوم وثنتين يا رسول الله؟ قال: ((وثنتين .)) [1]

''جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں وہ ان کو اپنے پاس ٹھہرائے، ان کو دوسروں سے بے نیاز کر دے اور ان کے ساتھ رحمت و شفقت سے پیش آئے تو اس کے لیے یقیناً جنت واجب ہو گئی۔ لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم!) اور (جس شخص کی) دو بیٹیاں (ہوں، اس کے لیے کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا: (جس کی) دو بیٹیاں بھی (ہوں اور وہ یہی معاملہ ان کے ساتھ بھی کرے تو اس کے لیے بھی جنت واجب ہے۔)''

اسی طرح سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من عال ثلاث أخوات أو ثلاث بنات أو بنتان أو أختان فأدبهن وزوجهن وأحسن إليهن فله الجنة .)) [2]

''جو شخص تین بہنوں یا تین بیٹیوں، یا دو بیٹیوں یا دو بہنوں کی پرورش کرے، انھیں ادب آداب سکھائے، ان کا نکاح کرے اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے تو اس کے لیے جنت ہے۔''

بعض نوجوان لڑکیاں کسی قاضی و جج، یا کسی داعی و مبلغ یا امام مسجد کی خدمت میں اپنی شکایت پیش کرنے کی غرض سے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھانے کی جرأت کر بیٹھتی ہیں اور وہ اپنے اس فعل پر بغیر نکاح والی زندگی پر صبر کی

---

[1] رواه البخاري في الأدب المفرد واللفظ له (٧٨)، وحسنه الألباني في صحيح الأدب المفرد (٥٨).

[2] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني- (٤٨/١٩)، وأبوداود واللفظ له (٥١٤٨)، والترمذي (١٩١٦)، والطبراني في الأوسط، والبزار، وحسنه السيوطي في الجامع الصغير (٨٨٤٧)، وقال المناوي في فيض القدير (١٧٨/٦): قال الحافظ العراقي رجاله موثوقون، وقال الألباني في صحيح الترغيب والترهيب صحيح لغيره (١٩٧٣).

انتہاء کو بطورِ دلیل پیش کرتی ہیں، حتیٰ کہ ان میں سے بعض تو اپنے آباء کی موت کی تمنا بھی کرتی ہیں کیونکہ ان کے آباء ہی تو ان کی خوشی و مسرت اور سعادت کی راہ میں رکاوٹ بن کے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور بعض دینی پروگراموں میں بعض لڑکیوں کو یہ سوال کرتے بھی سنا گیا ہے کیا وہ اپنے ایسے والد کے حق میں بددعا کرنے کی وجہ سے گنہگار اور قابل سزا تو نہ ہوگی جو صرف اس کے وظیفہ کی حرص وطمع میں اسے نکاح سے محروم رکھے ہوئے ہے؟

بلاشبہ بیٹی کے نزدیک کوئی چیز بھی اس کے نکاح کے برابر نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس کے ساتھ رحمت وشفقت یہ ہے کہ لڑکی کا باپ لڑکی کی مناسب ہمسر و رفیق حیات والی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اسے قلعہ فراہم کرے اور اس طرح اس کی حفاظت کی ذمہ داری ادا کرے۔

معزز ومکرم والدین! آپ اپنے آپ کو مصطفیٰ ﷺ کے درجہ کے قریب جنت میں اعلیٰ درجہ سے صرف اس لیے محروم نہ کر بیٹھیں کہ آپ اپنی بیٹیوں کو اس حق سے محروم رکھیں کہ جس کے حصول کی خاطر وہ شرم وحیاء کی وجہ سے نہ تو آپ کے سامنے اپنی اس اہم ضرورت کے متعلق اپنے دل کی بات کو ظاہر کرتی ہیں اور نہ ہی کھل کر اس کے متعلق بات کر سکتی ہیں۔

☆.................................☆
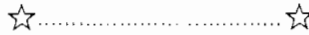
پچیسواں عمل

شرعی علم کا حصول

درجات کی بلندی کا باعث بننے والا پچیسواں عمل شرعی علم کا حصول ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ وَإِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَّاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ (المجادلة: ١١)

''اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں ذرا کشادگی کرو تو تم جگہ کشادہ کر دیا کرو، اللہ تمھیں کشادگی عطا فرمائے گا، اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو جاؤ تو تم اٹھ کھڑے ہو جایا

کرو، اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے، جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیئے گئے ہیں، درجات بلند کر دے گا، اور جو تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے خوب خبردار ہے۔''

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من خرج في طلب العلم كان في سبيل الله حتى يرجع .)) [1]

''جو شخص علم کی طلب میں (اپنے گھر سے) نکلا تو وہ (اپنے گھر) واپس پلٹنے تک اللہ کی راہ میں ہے۔''

اسلام علم کے حصول اور اہل علم کو ملنے والے اعلیٰ مراتب کی طرف رغبت دلاتا ہے، اور اللہ عزوجل تو اپنے معزز ومکرم فرشتوں کو مقرر فرما دیتا ہے کہ وہ طالب علم کی خاطر اپنے پروں کو بچھا دیں کیونکہ اللہ عزوجل طالب علم کے اس عظیم عمل سے راضی ہوتا ہے، اسی طرح اللہ عزوجل کی تمام مخلوقات عالم کے لیے استغفار کرنے اور دعا کرنے میں مصروف ہوتی ہیں، جیسا کہ سیّدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من سلك طريقاً يطلب فيه علما سلك الله به طريقا من طرق الجنة ، وإن الملائكة لتضع أجنحتها رضا لطالب العلم ، وإن العالم ليستغفرله من في السماوات ومن في الأرض والحيتان في جوف الماء ، وإن فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب ، وإن العلماء ورثة الأنبياء ، وإن الأنبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما ، ورثوا العلم ، فمن أخذه أخذ بحظ وافر .)) [2]

''جو شخص کسی ایسی راہ پر چلا کہ جس میں وہ علم حاصل کرتا ہو تو اللہ ــ عزوجل ــ اس کے بدلے اس کو جنت کی راہوں میں سے ایک راہ پر چلا دیتا ہے، اور بلاشبہ فرشتے طالب علم کی رضا کی خاطر اپنے پر بچھا دیتے ہیں، اور بلاشبہ عالم کے لیے آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات حتی

---

[1] رواه الترمذي (٢٦٤٧)، وقال الألباني في صحيح الترغيب والترهيب : حسن لغيره (٨٨).

[2] رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني- (١/١٤٩)، وأبوداود واللفظ له (٣٦٤١)، وابن ماجه (٢٢٣)، وابن حبان (١/٢٨٩)، والبيهقي في شعب الإيمان، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٦٢٩٧).

کہ پانی کے اندر مچھلیاں بھی استغفار کرتی ہیں، اور یقیناً عابد پر عالم کی فضیلت ایسے ہی ہے جیسے تمام ستاروں پر چودھویں رات کے چاند کی فضیلت ہے، اور بلاشبہ علماء، انبیاء کے وارث ہیں، اور یقیناً انبیاء دینار اور درہم کے وارث نہیں بناتے بلکہ علم کا وارث بناتے ہیں، تو جس شخص نے اس (علم) کو حاصل کیا اس نے وافر حصہ حاصل کر لیا۔''

ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے دینی امور کا علم حاصل کرے، اور اپنی استطاعت کے مطابق علم شرعی حاصل کرے تا کہ وہ سچے علماء کی فہرست میں شامل ہو سکے، ایسا نہ ہو کہ وہ دنیوی امور کو تو بہت جانتا ہو لیکن آخرت کے امور سے جاہل و غافل ہو، اللہ عزوجل جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمالے، اسے دین میں سمجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے۔

علم کی ایک قسم تو ایسی ہے کہ اس کا حصول اکثر لوگوں پر فرض ہے جیسے نماز، زکوٰۃ اور روزے سے متعلقہ امور کا علم حاصل کرنا، اور بعض علوم ایسے ہیں جو فرض کفایہ ہیں کہ جن کو اگر ایک شخص حاصل کر لے تو اس وطن و شہر کے تمام لوگوں سے وہ فرض ساقط ہو جائے گا۔

اہل علم کی اکثر مجالس کہ جن سے نوجوان بے رغبت ہیں، بہت زیادہ بندوبست و اہتمام سے منعقد کی جاتی ہیں، اور شاید کہ اسی میدان میں کتب کی نشر و اشاعت اور اسلامی کیسٹس کا بھی بہت بڑا کردار ہے، اسی طرح اکثر دینی کتب سی ڈیز میں دستیاب ہوتی ہیں، بلکہ ان سی ڈیز میں سینکڑوں کتب کو خزانہ کرنے کا امکان ہوتا ہے، اس کے باوجود یہ بہت سستی قیمت میں اور بڑی آسانی سے میسر ہوتی ہیں اور ان کا استعمال بھی بہت آسان ہوتا ہے بلکہ اکثر نوجوانوں کے پاس تو ایسے داخلی شعور اور خفیہ اشارات کی صلاحیت ہوتی ہے جن کی بنیاد پر وہ بڑی مقدار میں ایسی علمی اور دینی معلومات کا خزانہ اپنے پاس محفوظ کر سکتے ہیں جو انھیں علم کے حصول کی خاطر علماء کرام کے پاس اپنا وقت گزارنے سے بے نیاز کر سکتی ہیں۔

وہ شخص جو علم کی طلب میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے جنت میں اپنے درجات بلند کرنا چاہتا ہے اس کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ تہذیبی و معاشرتی ترقی اور اس تک پہنچنے والی بے شمار معلومات اور انقلابات زمانہ کے فتنہ میں پھسلنے کی بجائے اپنے آپ کو سنبھالے رکھے، بلکہ اس پر واجب ہے کہ علم کی طلب و تلاش کی سہولت کی خاطر ان تمام وسائل و ذرائع کو استعمال کرے، اور یہ کہ اس عظیم اجر و ثواب کا شعور اور احساس کرے جو اللہ عزوجل طالب علم اور لوگوں کو نیکی کی تعلیم دینے والے شخص کو عطا فرمائے گا، جیسا کہ سیّدنا

ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من غدا إلى المسجد لا يريد إلا أن يتعلم خيرًا أو يعلمه كان له كأجر حاج تامًا حجته .)) [1]

''جوشخص مسجد کی طرف صرف بھلائی کی بات سیکھنے یا سکھانے کی نیت سے گیا تو اس کے لیے اس حاجی کے اجر وثواب کے برابر (اجر وثواب) ہوگا جو اپنا حج مکمل کر چکا ہو۔''

اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے آپ اہل علم کی مجالس کو تلاش کریں اور ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرلیں، چنانچہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((فضل العلم أحب إلي من فضل العبادة، وخير دينكم الورع .)) [2]

''علم کی فضیلت مجھے عبادت کی فضیلت سے زیادہ محبوب اور پیاری ہے اور تمہارے دین کی بہترین چیز تقویٰ و پرہیز گاری ہے۔''

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا قول ہے: علم حاصل کرو کیونکہ علم کا حصول اللہ تعالیٰ کی خشیت ہے، اس کی طلب عبادت ہے، اس کو یاد کرنا تسبیح ہے، اس کی تلاش کرنا جہاد ہے، جس شخص کو علم نہ ہو اسے علم سکھانا صدقہ ہے، اس علم کو اہل علم کے لیے خرچ کرنا قربت ہے، کیونکہ یہ حلال وحرام کو بیان کرتا ہے، اور اہل جنت کا روشن مینار ہے، تنہائی و دحشت میں مخلص دوست ہے، پردیس میں ساتھی ہے، خلوت میں باتیں کرنے والا ہے، خوشحالی وتنگدستی کے موقعہ پر رہنما ہے، دشمن کے مقابلے کے لیے اسلحہ ہے، بلند مرتبہ لوگوں کے پاس حکومت و اقتدار کی حیثیت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی بدولت بہت سی قوموں کو بلندی عطا فرماتا ہے اور انھیں خیر و بھلائی میں قائد وامام بنا دیتا ہے، پھر ان سے علمی استفادہ کیا جاتا ہے، ان کے کارناموں کی پیروی کی جاتی ہے، ان کی رائے کو حتمی سمجھا جاتا ہے، فرشتے ان کی راہوں کی تلاش میں رہتے ہیں، اور اپنے پروں کے ساتھ ان کے نشانات قدم کو مٹاتے ہیں، ہر خشک وتر چیز ان کے لیے استغفار کرتی ہے، حتی کہ سمندر میں مچھلیاں اور اسی طرح جنگلی درندے اور جنگلی جانور بھی (ان کے لیے دعائیں واستغفار کرتے ہیں)، کیونکہ جہالت کی نسبت علم دلوں کی زندگی ہے، اندھیروں میں آنکھوں کا چراغ ہے، انسان علم کی بدولت بہترین اور عمدہ لوگوں کی منزلوں پر

[1] رواه الطبراني في الكبير، وقال الألباني في صحيح الترغيب والترهيب : حسن صحيح (٨٦).

[2] رواه البزار، والطبراني في الأوسط، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٤٢١٤).

فائز ہوتا ہے، دنیا و آخرت میں بلند و بالا درجات حاصل کرتا ہے، علم میں غور وفکر کرنا روزے کے برابر ہے، اس کا مطالعہ رات کے قیام کے مترادف ہے، اس کی بدولت صلہ رحمی ممکن ہے، حلال و حرام کو پہچانا جاسکتا ہے، عمل کرنے والوں کا امام ہے، کیونکہ عمل اس کے تابع ہے، خوش نصیب لوگ اس کی تلقین کرتے ہیں اور بدقسمت لوگ اس سے محروم رہتے ہیں۔ ❶

☆.................................☆
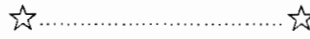
چھبیسواں عمل

برائی سے منع کرنا

بندے کو بلند و بالا درجات پر بلکہ السابقون الاولون کے درجات پر فائز کرنے والے اعمال جلیلہ میں سے ایک عمل نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ہے، کیونکہ جناب عبدالرحمٰن الحضرمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: مجھے اس شخص نے خبر دی ہے جس نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((إن من أمتي قوما يعطون مثل أجور أولهم ، ينكرون المنكر .)) ❷

''بلاشبہ میری اُمت میں سے بعض لوگ ایسے ہوں گے جنھیں ان کے پہلے لوگوں کے اجر کے برابر اجر دیا جائے گا، (اس لیے کہ) وہ برائی سے منع کرتے ہوں گے۔''

اس اُمت پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر اس شخص کو جو برائیوں سے منع کرنے جیسے عظیم کام میں شرکت کرے اور وعظ وتبلیغ کے ذریعہ جاہلوں اور فسادی لوگوں سے جہاد کرے، اپنے رسول ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے السابقون الاوّلون کے اجر وثواب کے برابر اجر عظیم کی پیش کش فرمائی ہے، چنانچہ شیخ احمد البنا رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا: یعنی اللہ تعالیٰ ان (بعد والے لوگوں) کے زمانہ کے بعد میں ہونے کے باجود پہلے زمانے کے ان لوگوں کے اجر وثواب کے برابر اجر وثواب عطا کرے گا، جنھوں نے ابتدا میں اسلام کی مدد کی اور اس کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ ❸

---

❶ رواه أبو نعيم في حلية الأولياء وطبقات الأصفياء (١/٢٣٩).

❷ رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني - (١٩/١٧٢)، وصححه الألباني في السلسلة الصحيحة (١٧٠٠).

❸ الفتح الرباني لترتيب مسند الإمام أحمد مع مختصر شرحه بلوغ الأماني من أسرار الفتح الرباني لأحمد البنا الملقب بالساعاتي (١٩/١٧٢).

اللہ عزوجل ان سابقون اوّلون کو جو اجر عظیم عطا فرمائے گا اس میں سے کچھ اجر وثواب کی پہچان اور تعارف کی خاطر ہم سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ــــ جو کہ سن آٹھ ہجری میں مسلمان ہوئے ــــ اور سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ــــ جو کہ دعوت کی ابتداء میں ہی سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے اور سابقون اوّلون میں سے ہیں ــــ کے درمیان ہونے والی چپقلش کا ماحصل جسے سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے، پڑھتے ہیں، چنانچہ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خالد رضی اللہ عنہ بن ولید اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف کے درمیان کچھ معاملہ ہو گیا تو خالد (رضی اللہ عنہ) نے سیّدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف کو برا بھلا کہہ دیا۔ یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لا تسبوا أحداً من أصحابی ، فإن أحدكم لو أنفق مثل أُحد ذهبًا ما أدرك مد أحدهم ولا نصيفه .)) [1]

''میرے صحابہ میں سے کسی کو برا بھلا مت کہو، تم میں سے کوئی شخص اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے تب بھی ان میں سے کسی ایک کے ایک مد یا نصف مد (کے ثواب) کو بھی نہیں پاسکتا۔''

یعنی اگر بعد میں اسلام قبول کرنے والا میرا صحابی اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ پہلے اسلام قبول کرنے والے میرے صحابی کے ایک مد کے ثواب کے برابر بلکہ نصف مد کے ثواب کے برابر بھی ثواب حاصل نہیں کرسکتا۔ اور یہ اللہ عزوجل کے اس قول کا مصداق ہے:

﴿ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴾

(الحديد : ١٠)

''تمھیں کیا ہو گیا ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے؟ دراصل آسمانوں اور زمینوں کی میراث کا مالک صرف اللہ ہی ہے، تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے فی سبیل اللہ خرچ کیا

---

[1] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الربانی- (٢٢/١٦٩)، والبخاري (٣٦٧٣) ، ومسلم واللفظ له (٢٥٤١)، والترمذي (٣٨٦١)، وأبوداود (٤٦٥٨).

اور جہاد کیا ہے وہ دوسروں کے برابر نہیں، بلکہ یہ لوگ بہت بڑے درجے کے ہیں ان لوگوں سے جنھوں نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا ہے، ہاں بھلائی کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ کا ان سب سے ہے جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے خبر دار ہے۔'' [1]

بلا شبہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا دین کی بقاء کے لیے اساس اور اللہ تعالیٰ کے غصے و عذاب سے بچاؤ کے لیے محفوظ و مستحکم زرہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ أَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴾ (ھود: ۱۱۷)

''آپ کا رب ایسا نہیں کہ کسی بستی کو ظلم سے ہلاک کر دے، جبکہ وہاں رہنے والے لوگ اصلاح کرنے والے ہوں۔''

علامہ مناوی رحمہ اللہ نے علامہ ابن العربی رحمہ اللہ سے نقل کر کے ذکر فرمایا: نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا دین میں اصل اور بنیادی کام ہے، مسلمانوں کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے، اللہ ربّ العالمین کی خلافت و نیابت ہے، انبیاء کی بعثت کا سب سے بڑا مقصود اور فائدہ ہے، اور قدرت و استطاعت اور امن کی شرط کو ملحوظ رکھتے ہوئے تمام لوگوں پر چاہے وہ اکیلے اکیلے یا دو دو مل کر کریں، فرض ہے۔ [2]

دشمنانِ اسلام کی مزاحمت و مقابلہ اور انھیں اللہ عزوجل کے دین کی طرف دعوت دینے کے لیے جہاں جہاد فی سبیل اللہ مسلم ممالک سے باہر ایک میدان ہے، وہیں مسلم ممالک کے اندر نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ایک دوسرا میدان ہے جس پر اہل اسلام میں سے صرف وہی شخص عمل کر سکتا ہے، جو ایمان وعلم کے اسلحہ سے لیس ہو کر فساد و اہل فساد کا مقابلہ کرنے اور انھیں احسن انداز سے نصیحت کر کے رشد و ہدایت کی طرف واپس پلٹانے اور لوٹانے کی ہمت و طاقت رکھتا ہو۔

بلا شبہ گناہوں اور نافرمانیوں کے مسلم معاشروں میں پھیلنے اور مسلمانوں کی ان گناہوں و نافرمانیوں کے ساتھ الفت و محبت کے اکثر اسباب میں سے بعض اسباب یہ ہیں کہ لوگ اپنے دین کی تعلیم سے ناواقف ہیں، پھر اس پر مزید یہ کہ وہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے جیسے عظیم فریضہ کو چھوڑے بیٹھے ہیں اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ صرف علماء کا فرض ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ برائیاں بہت زیادہ ہوگئیں، شر عام

---

[1] الجامع لأحكام القرآن ٤/ ١٨٢.

[2] فيض القدير للمناوي (٥/ ٥٢٢).

ہو گیا حتی کہ بے حیائی کی عادت بھی عام ہو گئی۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ نبی ﷺ نے برائیوں کے ظہور کے وقت ہی برائیوں سے منع کرنے کی ذمہ داری ادا کرنے کا حکم دے دیا تھا، اور اگر ہم ایسا نہ کریں گے تو پھر برائیوں کے پھیل جانے کے بعد جب ہم اللہ سے اس کے خاتمے کی دعا کریں گے اور مدد کا سوال کریں گے تو ہماری دعائیں بھی قبول نہ کی جائیں گے؟ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مروا بالمعروف وانهوا عن المنكر قبل أن تدعو فلا يستجاب لكم .)) [1]

''نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو قبل اس کے کہ تم دعائیں کرو اور تمہاری دعائیں قبول نہ کی جائیں۔''

امام ذہبی رحمہ اللہ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کو ترک کرنے جیسے عمل کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے کیونکہ اس عمل کا حق اور اس کا فائدہ بہت عظیم ہے۔ تو کیا آپ نے کسی دن بھی کسی کو نصیحت کا تحفہ دیا ہے یا کسی کو نیکی کا حکم کیا ہے؟ کیا آپ نے اللہ عزوجل کو غصہ دلانے والی کسی برائی سے کسی کو منع کیا ہے؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم جس معاشرہ میں زندگی گزار رہے ہیں وہ اسی طرح ہے جس طرح سمندر میں کشتی ہوتی ہے، پھر جب کشتی کے بعض سوار اس کشتی کا نقصان کریں تو باقی لوگ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں کہ وہ اپنی مرضی سے اس کشتی میں جو چاہیں کریں، اور باقی لوگ انھیں دیکھتے رہیں اور ان کی پرواہ نہ کریں، یا ان سے غافل رہیں، جس کے نتیجے میں وہ کشتی اور اس کشتی کے تمام سوار غرق ہو جائیں گے، لیکن اگر ان میں سے عقلمند لوگ اپنے بیوقوف لوگوں کے ہاتھوں کو پکڑ لیں گے تو وہ کشتی اور اس کے تمام سواروں کی حفاظت کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے؟ اللہ عزوجل نے منافقین کی بعض صفات کے مقابلے میں مؤمنین کی بعض صفات کو ذکر فرمایا ہے اور ان میں سب سے پہلے اس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بیان فرمایا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ

[1] رواه ابن ماجه واللفظ له (٤٠٠٤)، والبيهقي، وحسنه الألباني في صحيح ابن ماجه (٣٢٣٥).

أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ (التوبة : ٧١)

''مؤمن مرد اور مؤمنہ عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، وہ بھلائیوں کا حکم دیتے اور برائیوں سے منع کرتے ہیں، نمازوں کی پابندی کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کی بات مانتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا۔ بے شک اللہ غلبے والا حکمت والا ہے۔''

غور کیجیے کہ رب جل وعلا نے کیسے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو اقامت صلوٰۃ اور ادائیگی زکوٰۃ پر مقدم فرمایا حالانکہ یہ دونوں (نماز و زکوٰۃ) اسلام کے ارکان میں سے دو رکن ہیں، یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ عزوجل کے ہاں اس عمل کی شان بہت بڑی اور اس کا مرتبہ بہت بلند ہے۔

اسی طرح اللہ عزوجل نے سابقہ تمام امتوں پر اس اُمت کی بہتری کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ساتھ معلق کر دیا ہے، تو جس نے اس فرض کو ترک کر دیا اس نے اپنے آپ کو اس بہتری سے محروم کر لیا۔ جناب قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ہمیں اس بات کا علم ہوا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے اپنے اس حج کے موقعہ پر جو انھوں نے کیا، بعض لوگوں کو اس فرض کا تارک پایا، تو انھوں نے یہ آیت پڑھی:

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ﴾ (آل عمران : ١١٠)

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ہی پیدا کی گئی ہے کہ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

پھر فرمایا: جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اس امت میں سے ہو تو اسے اس امت میں داخلہ سے متعلق اللہ کی شرط پوری کرنی چاہیے۔ [1] جب آپ کسی شخص کو نافرمانی کے کام میں گھرا ہوا دیکھیں تو اسے مکمل ادب کے ساتھ فوراً نصیحت کریں اور کوشش کریں کہ یہ آپ کی طبیعت اور عادت بن جائے تاکہ آپ عظیم ثواب اور جنت میں بلند مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں، اس کام سے کسی قسم کی جھجک آپ کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے، کیونکہ وہ شخص قیامت کے دن اللہ عزوجل کی عدالت میں آپ سے جھگڑا کرے گا اور اللہ سے کہے گا: کہ فلاں شخص نے مجھے نافرمانی کرتے ہوئے دیکھا لیکن مجھے اس سے منع نہ کیا، تو پھر اس کا نتیجہ یہ

---

[1] (تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر (١/ ٥٦٢).

ہو گا کہ آپ بھی اس کے ساتھ قابل ملامت بن جائیں گے۔

میں ایسے نوجوان کو جانتا ہوں جو ہمیشہ اپنی جیب میں عطر کی چھوٹی سی شیشی رکھتا ہے جسے وہ لوگوں کو برائی سے روکنے اور نصیحت کرنے کا ذریعہ بناتا ہے، وہ اس طرح کہ جب وہ کسی شخص کو برائی کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس کی طرف متوجہ ہو کر اسے سلام کہتا ہے اور مسکراتے ہوئے عطر کی شیشی نکال کر اسے خوشبو لگاتا اور پھر اسے ساتھ ہی نصیحت بھی کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت اس انداز سے اس کے دل میں اتر جائے۔

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ بھی اپنے معاشرے کو برائیوں سے پاک کرنے کے لیے پوری محنت اور کوشش کریں اور اپنے معاشرے میں نیکی کے کاموں کو عام کریں تاکہ آپ سابقون اوّلون رضی اللہ عنہم اجمعین کے ثواب اور درجات کو اور ان کے بلند مرتبہ کو حاصل کر سکیں، اسی طرح آپ اپنے ہاتھ سے برائی کو روک کر اپنے دل میں ایمان کے لیول کو بلند کر لیں، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان کے ساتھ (برائی سے لوگوں کو منع کریں) اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل کے ساتھ (برا جانیں) اور یاد رکھیں کہ یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

☆..................................☆
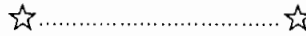
ستائیسواں عمل

سفید بالوں کو نہ اکھیڑنا

درجات کی بلندی کا باعث بننے والا ستائیسواں عمل سفید بالوں کو نہ اکھیڑنا ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لا تنتفوا الشيب فإنه نور يوم القيامة ، ومن شاب شيبة في الإسلام كتب له بها حسنة وحط عنه بها خطيئة ورفع له بها درجة .)) [1]

’’تم بڑھاپے کو ختم مت کرو کیونکہ یہ تو قیامت کے دن نور ہوگا، جس کا بال اسلام کی حالت میں سفید ہوگا اس کے لیے اس کے بدلے ایک نیکی لکھ دی جائے گی، ایک خطا مٹا دی جائے گی اور

---

[1] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني- (١٧/٣١٥)، وأبوداود (٤٢٠٢)، وابن حبان في صحيحه (٧/٢٥٣)، وابن أبي شيبة في مصنفه (٥/٢٥٧)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٧٤٦٣).

ایک درجہ بلند کر دیا جائے گا۔''

اکثر لوگوں کے سروں اور چہروں پر جب سفید بالوں کے ظہور کی ابتداء ہوتی ہے تو وہ بہت حیا اور شرم محسوس کرتے ہیں اور پھر ان میں سے بعض لوگ ان بالوں کے اکھیڑنے اور ختم کرنے کے عمل کا سہارا لیتے ہیں۔

پیارے مسلمان بھائی! آپ پوری کوشش کریں کہ جب آپ کی زندگی میں آپ پر بڑھاپے کی ابتدا ہو تو آپ اس کو ختم کر کے اس فرصت کو ختم نہ کر بیٹھیں اور اس کے نتیجہ میں سابقہ سطور میں مذکور حدیث میں ذکر کردہ ثواب سے محروم نہ ہوں۔

بعض صحابہ کی اس اجر کے حصول کی حرص، کہ یہ اجر کہیں ان سے ضائع نہ ہو جائے، یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ ان میں سے ایک صحابی نے جب اس حدیث کو سنا تو اپنے ایک ساتھی سے سوال کیا، جس کے بالوں میں وہ سفید بال دیکھ چکا تھا اور اس نے ان کو رنگا ہوا تھا، کیا یہ بال اسلام قبول کرنے سے پہلے سفید ہوئے یا بعد میں؟ ایسا سوال اس لیے کیا کہ اس کا اجر ضائع نہ ہو جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حدیث میں فرمایا: ''جس کے بال اسلام کی حالت میں سفید ہوئے۔'' تو اے میرے مسلمان بھائی! آپ اپنے اس نور کو ختم کرنے کی ہرگز کوشش نہ کریں اور نہ قیامت کے دن اپنے لیے ذخیرہ شدہ درجات کو تباہ کریں، جب آپ اپنے سر اور اپنی داڑھی پر سفید بالوں کے ظہور کے وقت ہی سے ان کو باقی رکھنے کا عزم کر لیں گے تو آپ خیر کثیر کو پالیں گے، البتہ ان سفید بالوں کو مہندی وغیرہ کے ساتھ رنگنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ تو مستحب عمل ہے۔ وللہ الحمد۔

☆.................................☆
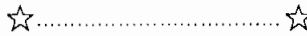
اٹھائیسواں عمل

رحمٰن کے بندوں کی صفات سے متصف ہونا

وہ نیک اعمال جن کے اختیار کرنے والے جنت کے بلند و بالا درجات پر فائز ہوتے ہیں ان میں سے چند اعمال یہ ہیں: زمین پر بغیر تکبر کے انتہائی نرمی کے ساتھ چلنا اور تواضع اختیار کرنا، جاہل آدمی کے ساتھ بردباری سے پیش آنا، رات کا قیام، جہنم کی آگ سے خوف کھانا، اس آگ سے نجات کے حصول کی خاطر اللہ عزوجل سے گڑگڑا کر دعا کرنا، خرچ اخراجات میں اعتدال کرنا اور فضول خرچی سے بچنا، شرک و اقسام شرک

سے دوری اختیار کرنا، پاک جان کو قتل نہ کرنا، بے حیائی کے کام سے اجتناب، جھوٹی گواہی سے پرہیز، جھوٹ سے پرہیز، فضول مجالس سے اعراض کرنا، گھروں کی اصلاح اور درستگی کی حرص کرنا، اللہ کے احکام کو اور نصیحت کو قبول کرنا۔ یہ تمام اعمال جنت میں بلند و بالا اور اعلیٰ بالا خانوں کی صورت میں بدلے اور جزاء کا باعث بنتے ہیں اس لیے کہ ان اعمال کو اختیار کرنے والے لوگ ان تکالیف کی مشقتوں پر صبر کرتے ہیں، اور اللہ نے بھی ان صفات سے متصف لوگوں کی سورۃ الفرقان کے آخر میں مدح و تعریف کی ہے، ان میں سے چھ صفات قولی ہیں اور چھ صفات فعلی ہیں اور ان لوگوں کو عباد الرحمٰن فرمایا ہے، پھر ان صفات کے بیان کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے:

﴿ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴾ (الفرقان: ٧٥، ٧٦)

''یہی وہ لوگ ہیں جنھیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلند بالا خانے دیے جائیں گے، جہاں انھیں دعا و سلام پہنچایا جائے گا، اس میں یہ ہمیشہ رہیں گے، وہ بہت ہی اچھی جگہ اور عمدہ مقام ہے۔''

تو آؤ ہم سب مل کر ان صفات کے زیور سے آراستہ ہو جائیں۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا: بالا خانے سے مراد بلند و بالا درجہ ہے، اور وہ جنت کی اعلیٰ اور افضل منازل پر ہے، جیسا کہ دنیا کے مساکن میں سے بھی اعلیٰ اور افضل مسکن و منزل بالا خانہ ہوا کرتا ہے۔ [1] ہم اللہ عزوجل سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان عمدہ صفات اور ان کے صلہ میں ملنے والے ان بلند و بالا درجات سے محروم نہ کرے۔ چنانچہ سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إن أهل الجنة ليتراء ون أهل الغرف من فوقهم كما تراء ون الكوكب الدري الغابر في الأفق من المشرق أو المغرب لتفاضل ما بينهم)) [2]

''بلاشبہ اہل جنت اپنے اوپر کے بالا خانوں والے جنتیوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم مشرقی یا مغربی افق میں اکیلے رہ جانے والے بہت چمکدار ستارے کو دیکھتے ہو، یہ اس لیے ہوگا

---

[1] الجامع لأحكام القرآن للقرطبي (١٣/ ٩٠).

[2] رواه الإمام احمد۔ الفتح الرباني۔ (٢٤/ ١٩٢)، والبخاري (٦٥٥٥)، ومسلم (٢٨٣١)، واللفظ له، والترمذي (٢٥٥٦)، وابن حبان، والطبراني في الكبير

کہ ان کو آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہوگی۔''

یعنی نیک اعمال میں ان کا آپس میں فرق ہوگا، اور انہیں ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہوگی۔ اب ان عمدہ صفات کا مختصر بیان حاضر خدمت ہے۔

پہلی صفت: اللہ عزوجل کی خاطر عاجزی وانکساری اختیار کرنا:

رحمٰن کے بندوں کی صفات میں سے ایک صفت ان کا زمین پر اعتدال سے چلنا ہے، نہ تو بالکل سستی اور کاہلی کی چال اور نہ ہی مردانگی سے عاری تیز تیز چال، اور یہ ان کی عاجزی وانکساری کی علامت ہے، کیونکہ وہ بغیر تکبر کے، بغیر خود پسندی کے اور مُردوں کی سی چال یا بیماروں کی سی چال چلے بغیر سکینت اور وقار کے ساتھ چلتے ہیں۔ بلکہ اللہ عزوجل نے تو کبر وغرور کو حرام کیا ہے اور اسے جنت میں داخل ہونے کی راہ میں بننے والی رکاوٹوں میں سے ایک رکاوٹ قرار دیا ہے کیونکہ یہ صفت اکیلے اللہ عزوجل کی صفات میں سے ایک صفت ہے، اور زمین پر سنجیدگی ومتانت سے چلنے والوں، عاجزی وانکساری اختیار کرنے والوں کی مدح وتعریف بیان فرمائی ہے، جو کہ زمین میں نہ تو مرتبہ و بلندی کے خواہشمند ہیں اور نہ ہی کسی قسم کے فساد کی چاہت رکھتے ہیں، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا ﴾ (الفرقان: ٦٣)

''رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر سنجیدگی ومتانت سے چلتے ہیں۔''

سو جس نے اللہ کے لیے عاجزی وانکساری کی تو اللہ نے اسے بلند کر دیا، اسی بات کو سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث بیان کرتی ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ما نقصت صدقة من مال وما زاد الله عبدا بعفو إلا عزا وما تواضع أحد لله إلا رفعه الله)) [1]

''صدقہ مال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرتا، جو بندہ درگزر سے کام لے تو اللہ اس کی عزت میں اضافہ فرما دیتا ہے اور جو شخص بھی اللہ کے لیے عاجزی وانکساری اختیار کرے تو اللہ اس کو بلندی عطا فرما دیتا ہے۔''

دوسری صفت: جاہل کے مقابلے میں بردباری کا مظاہرہ کرنا:

رحمٰن کے بندوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوں اور وہ

[1] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني۔ (١٩/ ٨٣)، ومسلم واللفظ له (٢٥٨٨)، والترمذي (٢٠٢٩)، والدارمي (١٦٧٦)

ان سے زیادتی کرنے کی کوشش کریں تو رحمٰن کے بندے اپنا وقت بچاتے ہوئے ان کے ساتھ بے بنیاد اور لڑائی جھگڑے پر مبنی مجالس سے پرہیز کرتے ہیں، اور وہ اپنے وقار وعزت کی حفاظت کرتے ہوئے برائی کا جواب برائی سے نہیں دیتے، بلکہ ان کے ساتھ بردباری سے پیش آتے ہیں، اپنے غصہ کو پی جاتے ہیں اور درگزر سے کام لیتے ہیں پھر ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتے ہوئے اللہ عزوجل کے فرمان:

﴿ وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلاَمًاo ﴾ (الفرقان : ٦٣)

''اور جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ انھیں سلام کہتے ہیں۔''

کا مصداق بنتے ہوئے ان کے ساتھ نرم بات کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے تو غصہ پی جانے والوں کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ ان کے دلوں کو قیامت کے دن رضا سے بھر دے گا اور انھیں حور عین میں سے اختیار دے گا کہ وہ جسے چاہیں پسند کر لیں۔ چنانچہ سیّدنا معاذ بن انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من كظم غيظاً وهو قادر على أن ينفذه دعاه الله على رؤوس الخلائق حتى يخيره من الحور العين يزوجه منها ما شاء)) [1]

''جو شخص اپنے غصے کو نافذ کرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود اپنا غصہ پی لے گا تو اللہ اسے تمام مخلوقات کے سامنے بلائے گا، حتی کہ پھر اسے اختیار دے گا کہ وہ حور عین میں سے جس سے چاہے نکاح کر لے۔''

تیسری صفت: رات کا قیام:

رحمٰن کے بندوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی (رضا کی) خاطر راتیں گذارتے ہیں، کبھی سجدے کی حالت میں اور کبھی قیام کی حالت میں اس طرح کہ وہ اپنے رب کی بارگاہ میں خوف اور طمع سے دعائیں کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًاo ﴾ (الفرقان : ٦٤)

''اور جو لوگ اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام کرتے ہوئے راتیں گزار دیتے ہیں۔''

اسی طرح سیّدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] رواه الإمام أحمد- الفتح الرباني- (٧٩/١٩)، والترمذي (٢٠٢١)، وأبو داود (٤٧٧٧)، وابن ماجه (٤١٨٦)، وحسنه الألباني في صحيح الجامع (٦٥٢٢)

((یا أیها الناس! أفشوا السلام وأطعموا الطعام وصلوا الأرحام وصلوا باللیل والناس نیام تدخلوا الجنة بسلام .)) ❶

''اے لوگو! سلام کو عام کرو، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور رات کو نماز پڑھا کرو جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

اسی طرح سابقہ سطور میں سترہ (۱۷) نمبر عمل کے تحت رات کے قیام اور اس ضمن میں بعض لوگوں کے احوال سے متعلق حدیث گزر چکی ہے۔

چوتھی صفت: جہنم کے عذاب سے خوف کھانا:

رحمٰن کے بندوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ جہنم کی آگ سے خوف کھاتے ہیں حالانکہ انہوں نے اسے دیکھا بھی نہیں اور وہ اپنے رب سے مکمل صدق ویقین سے دعا کرتے ہیں کہ وہ انھیں اس کی تپش سے بھی محفوظ رکھے اور وہ اس طرح اس سے خوف کھاتے ہیں گویا کہ وہ آگ انہی کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ٥ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ٥ ﴾ (الفرقان : ٦٥، ٦٦)

''اور وہ لوگ جو یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم سے دوزخ کا عذاب دور کر دے کیونکہ اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے، بے شک وہ ٹھہرنے اور رہنے کے لحاظ سے بدترین جگہ ہے۔''

یہ عمل رحمٰن کے بندوں کی آسان ترین صفات میں سے ایک صفت ہے جس کے لیے آپ کو صرف اتنی تکلیف اٹھانی پڑے گی کہ آپ اس دعا کو یاد کر لیں اور پھر اللہ عزوجل کے لیے عاجزی وانکساری کرتے ہوئے اسے ہمیشہ پڑھیں۔ جو شخص جہنم کے بیان سے متعلق آیات اور احادیث کو مکمل تصدیق ویقین کے ساتھ پڑھے وہ بے اختیار اس دعا کو صدق دل، یقین، اللہ کے خوف اور ڈر کے ساتھ پڑھے گا، اور جو شخص ایسا کرے گا، پھر اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ یقینی طور پر اسے ان نیک اعمال کی توفیق عطا فرمادے گا جو اس کے

---

❶ رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني۔ (۱۷/ ۳۳۱)، والترمذي (۲٤۸۵) والبیهقي، والدارمي واللفظ له (۱/ ٤۰۵)، الحاكم (٤/ ۱۲۹)، وصححه الألباني في صحیح الجامع (۷۸٦۵)

لیے جنت کے وجوب کا باعث بن جائیں گے اور ان اعمال سے اسے بچائے گا جو اس کے لیے جہنم کی آگ میں تباہی و ہلاکت کے ساتھ داخلے کا باعث بن سکتے ہیں۔ جہنم کی آگ سے خوف کھانا، یہ اللہ عزوجل سے خوف کھانے کا ہی ایک حصہ ہے، چنانچہ سابقہ سطور میں عمل نمبر ۳ کے تحت اللہ عزوجل سے خوف کھانے والے لوگوں سے متعلق اور ان کے ثواب کے متعلق حدیث گزر چکی ہے۔

پانچویں صفت: خرچ اخراجات میں میانہ روی اختیار کرنا:

وہ صفات حمیدہ جن کے ساتھ رحمٰن کے بندوں کی مدح کی گئی ہے، ان صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ اپنے خرچ اخراجات میں میانہ روی کا مظاہرہ کرتے ہیں، وہ نہ تو اتنی بخیلی کرتے ہیں کہ اپنے اوپر واجب صدقات میں ہی کمی کر بیٹھیں اور نہ اتنی فضول خرچی کہ وہ اپنے بچائے ہوئے سرمائے کو ہی ضائع کر بیٹھیں اور شیطان کے بھائی بن جائیں۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت کے بلند بالا خانوں کے مالک لوگوں کے تذکرہ میں فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴾

(الفرقان : ٦٧)

''اور جو خرچ کرتے وقت بھی نہ تو اسراف کرتے ہیں اور نہ ہی بخیلی، بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل طریقے سے خرچ کرتے ہیں۔''

مسلمان کو اپنے مال میں تصرف کرنے کی مطلق آزادی حاصل نہیں بلکہ وہ اس مال کا جانشین ہے اور اس کے بعد بھی اس مال کے جانشین موجود ہیں اور اس سے اس مال کے متعلق سوال بھی کیا جائے گا، لہٰذا وہ اس مال میں تصرف کرنے کے متعلق ایک قیدی کی حیثیت رکھتا ہے کہ وہ اپنے اوپر واجب امور میں مال خرچ کرنے میں میانہ روی کا پابند ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جائز امور میں بھی بغیر فضول خرچی اور بخیلی کے اسے مال خرچ کرنے کی اجازت ہے، جبکہ نافرمانی کے کاموں میں مال خرچ کرنا فضول خرچی میں شمار ہوتا ہے اگرچہ تھوڑا مال ہی خرچ کیا جائے۔

چھٹی صفت: عبادت میں اللہ عزوجل کی توحید:

رحمٰن کے بندوں میں پائی جانے والی قابل تعریف اور بنیادی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ اپنی حاجات وضروریات پوری کروانے کے لیے اپنے رب کے علاوہ کسی سے سوال نہیں کرتے اور اپنے رب

کی عبادت میں کسی کو شریک بھی نہیں بناتے، مزید یہ کہ وہ اپنے اعمال کے ضائع ہونے کے خوف سے توحید میں ادنیٰ سے شرک کی ملاوٹ سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ جب بھی سوال کرتے ہیں تو صرف اللہ ہی سے سوال کرتے ہیں اور جب بھی مدد طلب کرتے ہیں تو صرف اللہ عزوجل ہی سے مدد طلب کرتے ہیں، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ ﴾ (الفرقان: ٦٨)

''اور وہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے۔''

اسی طرح سیّدنا ابوالدرداءؓ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا تشرك بالله شيئا وإن قطعت وحرقت ، ولا تترك صلاة مكتوبة متعمداً فمن تركها متعمدا فقد برئت منه الذمة ، ولا تشرب الخمر فإنها مفتاح كل شر .)) ❶

''اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر اگرچہ تیرے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا تجھے جلا دیا جائے، جان بوجھ کر فرض نماز کو نہ چھوڑ کیونکہ جس نے جان بوجھ کر فرض نماز کو چھوڑا تو اس سے (اللہ اور اس کا رسول) بریٔ الذمہ ہیں اور شراب نہ پی کیونکہ وہ ہر برائی اور شر کی چابی ہے۔''

ساتویں صفت: کسی جان کو قتل نہ کرنا:

رحمٰن کے بندوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ انسانی جان کا احترام کرتے ہیں اور ناحق کسی کا خون نہیں بہاتے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۝ ﴾ (الفرقان: ٦٨)

''اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو وہ ناحق قتل نہیں کرتے نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا۔''

بلکہ اسلام نے تو کسی جان کے ناحق قتل کو اللہ کے ساتھ شرک کے عظیم ترین گناہ کے بعد سب سے عظیم اور کبیرہ گناہ شمار کیا ہے جس کا مرتکب جہنم کی آگ کی صورت میں سزا پائے گا۔

❶ رواه البيهقي في شعب الإيمان ، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٧٣٢٩)

کسی جان کا ناحق قتل گناہ کے لحاظ سے بہت سے امور پر مشتمل ہے لیکن اکثر لوگوں کو اس کا بالکل علم نہیں ہے، ان امور میں سے ایک امر یہ ہے کہ دنیا کے اکثر ممالک میں مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے، خصوصاً ظلم و زیادتی سے ان کا قتل عام، تو اس پر ناراضگی کا اظہار کرنے کے بجائے اس کو حقیر سمجھنا بلکہ اس پر راضی ہونا، نتیجتاً کافروں کے مقابلے میں خود مسلمان حلقوں میں خون مسلم انتہائی ارزاں ہو جاتا ہے، جبکہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لزوال الدنيا أهون على الله من قتل رجل مسلم.)) ❶

''دنیا کو ختم کرنا اللہ کے ہاں ایک مسلمان شخص کے قتل سے زیادہ بے وقعت ہے۔''

دوسرا امر یہ ہے کہ اس کی وجہ سے مسلمان کو کافر کہنے اور اسے لعن طعن کرنے کی راہیں ہموار ہوتی ہیں، جبکہ مؤمن کو لعن طعن کرنا اور اسے ناحق کافر کہنا اس کے قتل کے مترادف ہے، چنانچہ سیّدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من حلف بملة غير الإسلام كاذبا فهو كما قال، ومن قتل نفسه بشيء عذب به في نار جهنم، ولعن المؤمن كقتله، ومن رمى مؤمنا بكفر فهو كقتله.)) ❷

''جس شخص نے اسلام کے علاوہ کسی دوسری ملت کے مطابق جھوٹی قسم اُٹھائی تو وہ اپنے قول کے مطابق ہی ہوگا، جس نے اپنے آپ کو کسی چیز کے ساتھ قتل کیا اسے جہنم کی آگ میں اسی چیز کے ساتھ عذاب دیا جائے گا، مؤمن کو لعن طعن کرنا اس کے قتل کے مترادف ہے اور جس شخص نے کسی مؤمن پر کفر کا الزام لگایا تو وہ بھی اس کے قتل کے مترادف ہے۔''

اسی طرح ایک مسلمان کو ایک سال تک چھوڑ دینے کا تعلق بھی اس کے قتل سے ہے اس لیے کہ جو شخص اپنے بھائی کو بغیر کسی شرعی عذر کے مکمل ایک سال تک چھوڑے رہے تو وہ اس طرح ہے جس طرح اس نے اس کا خون بہا دیا ہے، جیسا کہ سیّدنا ابو خراش سلمی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ رواه الترمذي واللفظ له (١٣٩٥)، والنسائي (٣٩٩٨)، وابن ماجه (٢٦١٩)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٥٠٧٧)

❷ رواه الإمام أحمد (بلفظ لعن المؤمن كقتله) ـ الفتح الرباني ـ (٣١٩/١٩)، والبخاري واللفظ له (٦١٠٥)، والترمذي (١٥٤٣)، وأبو داود (٣٢٥٧)

((من هجر أخاه سنة فهو كسفك دمه .)) ❶

”جس شخص نے ایک سال تک اپنے بھائی کو چھوڑے رکھا تو وہ اس طرح ہے جس طرح اس نے اس کا خون بہا دیا۔“

خوش قسمت انسان تو وہ ہے جو قیامت کے دن اس حال میں آئے کہ اس پر کوئی حرام خون نہ ہو، اس بات کی تصدیق سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کردہ حدیث کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لن يزال العبد في فسحة من دينه مالم يصب دما حراما .)) ❷

”بندہ اپنے دین کے لحاظ سے اس وقت تک آرام و راحت میں رہتا ہے جب تک وہ کسی حرام خون (کو بہانے) کا ارتکاب نہ کرلے۔“

ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل و کرم اور احسان کا واسطہ دیتے ہوئے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس سے متعلق آزمائش میں نہ ڈالے اور ہمیں اس سے محفوظ اور عافیت میں رکھتے ہوئے ہماری روحوں کو قبض کرلے۔

آٹھویں صفت: بے حیائی کے کاموں سے دُور رہنا:

رحمٰن کے بندوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ پاک رہتے ہیں، بے حیائی کے کاموں اور زنا کے اسباب تک سے مکمل دور رہتے ہیں جبکہ زنا جیسی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ قبیح بے حیائی اور برائی کے تو وہ قریب بھی نہیں جاتے، جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَلَا يَزْنُوْنَ ﴾ (الفرقان: ٦٨)

”اور وہ زنا نہیں کرتے۔“

کیونکہ زنا عزت و شرف کو زندہ درگور کر دیتا ہے، مقام و مرتبہ کو ذبح کر دیتا ہے، عزت و آبرو کو ختم کر دیتا ہے، جس گھر میں داخل ہو جائے اسے گرا دیتا ہے، اور جس شخص میں بھی یہ گناہ کبیرہ پیدا ہو جائے یہ گناہ اسے اس کے معاشرے اور اس کے ماحول سے کاٹ کے رکھ دیتا ہے، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے تو ہر ایسے معاشرے سے عذاب کا وعدہ کیا ہے جس میں زنا پھیل جائے چنانچہ سیّدنا (عبداللہ) بن عباس رضی اللہ عنہما کی نبی ﷺ سے

❶ رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني ۔ (٢٣٩/١٩)، وأبوداود (٤٩١٥)، والحاكم (١٦٣/٤) ووافقه الذهبي، والبخاري في الأدب المفرد (٤٠٤)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٦٥٨١)

❷ رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني ۔ (١٦/٤)، والبخاري واللفظ له (٦٨٦٢)، وأبوداود (٤٢٧٠)، والحاكم (٣٥١/٤)

روایت کردہ حدیث میں آپ کا فرمان ہے:

((إذا ظهر الزنا والربا في قرية فقد أحلوا بأنفسهم عذاب الله .)) ❶

''جب کسی بستی میں زنا اور سود عام ہو جائیں تو یقیناً ایسے لوگوں نے اللہ کے عذاب کو اپنے اوپر حلال کر لیا۔''

کسی بھی قوم میں زنا کے دخول کے کچھ اسباب و مقدمات ہیں، ان میں سے سب سے زیادہ اہمیت کے حامل اسباب و مقدمات یہ ہیں: عورتوں کا اپنے خاوندوں کے علاوہ غیر محرم مردوں کے سامنے مزین ہو کر نکلنا، عورتوں اور مردوں کا اختلاط، عورت مرد کا علیحدگی میں ملاقات کرنا اور عورت کا خوشبو لگا کر اپنے گھر سے نکلنا۔ اسی طرح مردوں کا پردے والے اعضاء و اشیاء اور ممنوع قرار دی گئی عورتوں کے سامنے نظر نیچی نہ کرنے کا عمل بھی زنا کے مقدمات میں شامل ہے۔ اسی لئے نظر نیچی کرنے اور رکھنے کے عمل کو اس کبیرہ گناہ سے بچاؤ اور رحمٰن کے بندوں کی صفات میں داخلے کی غرض سے بہت مفید ترین ذریعہ قرار دیا گیا ہے، اور غیر محرم مردوں کے سامنے زیب و زینت اختیار کر کے نکلنے والی ہر عورت حقیقت میں اعلیٰ جنتوں کے اندر اپنے اور مردوں کے درجات کو ختم کرنے کی راہ پر گامزن ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی لئے آپ کو نصیحت ہے کہ آپ مکمل طور پر ہر جگہ حتیٰ کہ مختلف قسم کے جدید ذرائع ابلاغ میں بھی عورتوں کو دیکھنے سے دور رہیں اس کے نتیجہ میں آپ اپنے دل میں راحت و آرام محسوس کریں گے اور اپنے درجات میں رفعت و بلندی کے حقدار بن جائیں گے۔

نویں صفت: جھوٹی گواہی سے دور رہنا:

رحمٰن کے بندوں کی صفات میں سے ایک صفت ''ان کا جھوٹی گواہی اور جان بوجھ کر جھوٹ بولنے سے دور رہنا'' ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ﴾ (الفرقان: ۷۲)

''اور وہ لوگ (بھی رحمٰن کے بندوں میں شامل ہیں) جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔''

کیونکہ مؤمن آدمی ایمان کے لحاظ سے سچا ہوتا ہے جس کہ وجہ سے وہ کبھی بھی جھوٹ بول ہی نہیں سکتا، تو وہ جھوٹی گواہی کیسے دے سکتا ہے کہ جس کی وجہ سے باطل کا ثبوت ملتا ہو، ظالم کی مدد ہوتی ہو اور کسی دوسرے

❶ رواه الطبراني، والحاكم (۲/ ٤٣)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٦٧٩)

مسلمان کی حق تلفی ہوتی ہو؟ یہ تو کبیرہ گناہوں میں سے بھی ایسا کبیرہ گناہ ہے کہ جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے بہت سخت غصہ کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ألا أنبئكم بأكبر الكبائر؟ قلنا بلى يا رسول الله. قال: "الإشراك بالله وعقوق الوالدين" وكان متكئا فجلس فقال: "ألا وقول الزور، وشهادة الزور، ألا وقول الزور، وشهادة الزور فما زال يقولها حتى قلت لا يسكت.)) ❶

''کیا میں تمہیں تمام کبیرہ گناہوں میں سے بھی کبیرہ گناہوں کے متعلق آگاہ نہ کروں؟'' ہم نے عرض کیا: ''کیوں نہیں اے اللہ کے رسول (ﷺ)!'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور والدین کی نافرمانی کرنا، (یہ فرماتے ہوئے) آپ ٹیک لگا (کر بیٹھے ہوئے تھے) پھر آپ (سیدھے ہوکر) بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: خبردار! جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی بھی (ان میں شامل ہے) خبردار جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی بھی، چنانچہ آپ ﷺ ان کلمات کو ارشاد فرمائے جا رہے تھے حتی کہ میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ آپ ﷺ خاموش نہیں ہوں گے۔''

جھوٹ اور باطل کے متعدد معانی ہیں جنہیں مفسرین نے اپنی تفاسیر میں ذکر فرمایا ہے، انہی میں سے بعض یہ بھی ہیں: شرک کا وجود، بتوں کی عبادت، مشرکین کے جشن اور تہوار، گانے، فحاشی، برائی اور شراب کی محفلیں وغیرہ۔ چنانچہ مؤمن لوگ جو اعلی درجات کے امیدوار ہوتے ہیں انہیں یہ زیب ہی نہیں دیتا کہ وہ اس قسم کی مجلسوں میں شریک ہوں یا کم از کم حاضری دینا بھی ان کے لئے جائز نہیں ہے، پھر جب کبھی انہیں اتفاقاً ایسی مجلسوں کے پاس سے گزرنا ہی پڑ جائے تو وہ وہاں سے اس طرح گزر جاتے ہیں کہ ان مجالس کی معمولی سی گندگی بھی ان پر نہیں پڑتی کیونکہ یہ مجالس فضول اور لغو افعال واقوال پر مشتمل ہوتی ہیں، اسی کے پیش نظر تو اللہ عزوجل نے گزشتہ آیت کے مذکورہ جملہ کے بعد ارشاد فرمایا: مَرُّوْا كِرَامًا (اور جب کسی لغو چیز پر سے ان کا گزر ہوتا ہے تو) وہ شرافت سے گزر جاتے ہیں۔ ❷

---

❶ رواه البخاري واللفظ له (٥٩٧٦)، ومسلم (٨٧)، والترمذي (٢٣٠١) ❷ تفسير ابن كثير بتصرف (٤/ ٣٠٠)

دسویں صفت: لغو مجالس سے دور رہنا:

رحمٰن کے بندوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ لغو، فضول و بے کار اور اللہ عزوجل کے ذکر سے روکنے کا باعث بننے والی مجالس سے دور رہتے ہیں کیونکہ مؤمن آدمی کے پاس اتنی فرصت اور فراغت ہی نہیں ہوتی کہ وہ اپنے اوقات کو نافرمانی کے کاموں میں ضائع کردے بلکہ وہ تو لغو اور بے ہودہ گوئی وغیرہ افعال کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا۔ چنانچہ اللہ جل وعلا نے سچے مؤمن لوگوں کا یہ وصف بیان فرمایا ہے کہ وہ لغو مجالس سے علیحدہ اور دور رہتے ہیں، چونکہ یہ کام بہت گراں اور بھاری ہے جس کے لئے بہت زیادہ محنت اور جدوجہد کی ضرورت ہے اور تمام لوگ اس کی طاقت نہیں رکھتے، اسی لئے تو اللہ تعالی نے اس عظیم کام کے کرنے پر نعمتوں والی جنتوں میں اعلی بالا خانوں کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالی نے اپنے بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ۝ ﴾ (الفرقان: ۷۲)

''اور جب کسی لغو چیز پر سے ان کا گزر ہوتا ہے تو وہ شرافت وعزت سے گزر جاتے ہیں۔''

لغو کے متعلق خبر دینے والی قرآنی آیات میں غور وفکر کرنے والا شخص اس بات کو اچھی طرح محسوس کرے گا کہ ان آیات میں مؤمنین کا یہ وصف بیان ہوا ہے کہ وہ لغو سے اعراض کرتے ہیں، جبکہ اسے ایک آیت بھی ایسی نہیں ملے گی جس میں زجر وتوبیخ سے کام لیا گیا ہو یا لغو سے بچنے کا حکم دیا گیا ہو، کیونکہ مؤمن آدمی کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ لغو کام کرنے والوں کے ساتھ مل کر نہ تو لغو کام کرتا ہے اور نہ ہی حقیقت میں اس کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ کسی بھی لغویات کو اختیار کرے۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَ قَالُوا لَنَآ أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ۝ ﴾ (القصص: ۵۵)

''اور جب بیہودہ اور لغویات ان کے کان میں پڑتی ہے تو وہ اس سے کنارہ کر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے عمل ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے، تم پر سلام ہو، ہم جاہلوں کو پسند ہی نہیں کرتے (ان سے الجھنا ہی نہیں چاہتے)۔''

اسی طرح مؤمنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمنون: ۳)

''(ایمان والے وہ ہیں) جو لغو بات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔''

علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لغو کے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا: اس ضمن میں میرے نزدیک تمام اقوال میں سے صحیح قول کے قریب ترین یہ بات لگتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن مؤمنوں کی صفات بیان کی ہیں ان کے متعلق آگاہ فرمایا ہے کہ وہ جب کسی لغو چیز پر سے گزرتے ہیں تو شرافت سے گزر جاتے ہیں، اور کلام عرب میں لغو سے مراد: ہر وہ بات یا کام ہے جو باطل ہو، اس کی کوئی حقیقت یا بنیاد نہ ہو یا وہ بات اور کام ہے جسے برا سمجھا جائے۔ چنانچہ کسی انسان کا کسی انسان کو بے حقیقت، باطل بات کے ساتھ برا اور غلط کہنا لغو میں شامل ہے، بعض اوقات نکاح اور اس کے متعلقات کا ذکر اس صراحت سے کرنا کہ اسے برا سمجھا جائے یہ بھی لغو میں شامل ہے، اسی طرح مشرک لوگ اپنے الہوں اور معبودوں کی جس انداز سے تعظیم کرتے ہیں کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ان کی یہ باطل تعظیم اور اسی طرح گانوں وغیرہ کا سننا جو کہ دیندار لوگوں کی نگاہ میں برا عمل ہے، یہ تمام افعال لغو کے معنی میں داخل ہیں۔ [1]

جناب ابرہیم بن میسرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ بلاشبہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک لہو ولعب کی مجلس کے پاس سے گزرے تو وہاں ٹھہرے بغیر ہی گزر گئے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) صبح اور شام (مکمل دن ہی) بہت معزز ومحترم قرار پایا'' پھر جناب ابرہیم بن میسرہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے (یہ آیت مبارکہ) تلاوت فرمائی:

﴿ وَاِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ﴾ (الفرقان: ۷۲)

''اور جب کسی لغو چیز پر سے ان کا گزر ہوتا ہے تو وہ عزت واحترام سے گزر جاتے ہیں۔'' [2]

اللہ عزوجل نے بعض عبادات کو بندے کے لئے لغو اور باطل وجھوٹی باتوں سے روکنے کی تربیت کرنے کا ایک ذریعہ بنا دیا ہے اور ان عبادات میں سے ایک عبادت روزہ بھی ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ليس الصيام من الأكل والشرب، إنما الصيام من اللغو (أي من قول الباطل) والرفث ، فإن سابك أحد أو جهل عليك فقل إني صائم

[1] تفسير الطبري (۱۹/ ۵۰)

[2] رواه ابن أبي حاتم، وصححه محمد نسيب الرفاعي محقق كتاب تيسير العلي القدير لاختصار تفسير ابن كثير (۳/ ۳۲۳)

إني صائم .))

''روزہ صرف کھانے اور پینے سے (رکنے کا ہی) نہیں ہوتا بلکہ روزہ تو لغو (یعنی باطل بات) سے اور شہوانی باتوں سے (رکنے کا) ہوتا ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص آپ کو گالی بھی دے دے یا آپ کے خلاف جہالت کا مظاہرہ کرے تو آپ کہہ دیں کہ میں تو روزہ دار ہوں، میں تو روزہ دار ہوں۔''

البتہ جس آدمی پر شیطان غالب آجائے اور اس کا روزہ بھی اسے لغویات سے نہ روک سکے تو پھر صدقہ فطر ہوتا ہی اس لئے ہے تاکہ روزہ دار سے اس قسم کی لغویات کے گناہ کو مٹادے جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ بلاشبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((زكاة الفطر طهرة للصائم من اللغو والرفث ......الحديث)) [2]

''صدقہ فطر روزہ دار کے لئے لغو اور شہوانی گفتگو وغیرہ سے پاکیزگی کا باعث بنتا ہے۔''

جو شخص لغویات پر مبنی مجالس سے بچنے کی طاقت نہ رکھتا ہو یا اس پر شیطان غالب ہو جائے اور وہ لغویات کا شکار ہو جائے تو اس پر اللہ عزوجل کی رحمت میں سے ایک رحمت یہ بھی ہے کہ اللہ نے اس قسم کے افعال کے گناہوں کے کفارے کی اس طرح رہنمائی فرمائی ہے کہ ایسا شخص اپنی مجلس کو کفارہ مجلس کی دعا کے ساتھ ختم کرے، جیسا کہ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من قال: سبحان الله وبحمده، سبحانك اللهم وبحمدك أشهد أن لا إله إلا أنت أستغفرك وأتوب إليك فإن قالها في مجلس ذكر كانت كالطابع يطبع عليه، ومن قالها في مجلس لغو كانت كفارة له .)) [3]

''جو شخص (یہ دعا) پڑھے:"سبحان الله وبحمده، سبحانك اللهم وبحمدك أشهد أن لا إله إلا أنت أستغفرك وأتوب إليك"پاک ہے اللہ اپنی تعریف کے ساتھ، اے اللہ تو اپنی تعریف کے سات پاک ہے، میں گواہی دیتاہوں کہ تیرے علاوہ کوئی

---

[1] رواه الحاكم (١/٥٩٥)، والبيهقي، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٥٣٧٦)

[2] رواه أبوداود (١٦٠٩)، وابن ماجه (١٨٢٧)، والدار قطني (٢/١٣٨)، والبيهقي وصححه الألباني في صحيح الجامع (٣٥٧٠)

[3] رواه النسائي في السنن الكبرى (١٠٢٥٧)، والحاكم (١/٥٣٧)، وصححه الألباني في صحيح الجامع(٦٤٣٠)

الٰہ نہیں ہے، میں تجھ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور میں تجھ ہی سے توبہ مانگتا ہوں۔ جو شخص یہ کلمات ذکر کی مجلس کے موقعہ پر کہے گا تو یہ کلمات اس مجلس پر مہر کی صورت میں چسپاں ہو جائیں گے اور جو شخص لغو مجلس کے موقعہ پر یہ کلمات کہے گا تو یہ کلمات اس مجلس کا کفارہ بن جائیں گے۔''

انہی (سیدنا جبیر رضی اللہ عنہ) سے روایت کردہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من جلس في مجلس فكثر فيه لغطه فقال قبل أن يقوم من مجلسه ذلك: سبحانك اللّٰهم ربنا وبحمدك أشهد أن لا إله إلا أنت أسْتغفرك وأتوب إليك ، إلا غفر له ما كان في مجلسه ذلك .)) [1]

''جو شخص کسی ایسی مجلس میں شریک ہو کہ جس میں کثرت سے شور وغل اور ہنگامہ بپا ہوا ہو پھر وہ اس مجلس سے (فراغت کے بعد) کھڑا ہونے سے پہلے پہلے یہ دعا پڑھ لے: سبحانك اللّهم ربنا و بحمدك أشهد أن لا إله إلا انت أ ستغفرك وأتوب اليك، تو یہ کلمات اس کے لئے اس کی مجلس کے تمام گناہوں کی بخشش کا باعث بن جائیں گے۔''

چنانچہ جو شخص لغو مجالس کو ترک کر کے ان کی مخالفت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ بھی اس قسم کی تمام مجالس کے اختتام پر کہ جن میں وہ شریک ہوتا ہے، ان دعاؤں کا اہتمام کر کے کم از کم اپنے نامۂ عمل کو ان لغویات کے گناہ سے پاک کرنے کے عمل سے اپنے آپ کو محروم نہ کرے کیونکہ مسلمان کی اکثر وبیشتر خطائیں اس کی زبان کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ چنانچہ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ قیامت کے دن لوگوں کے اکثر گناہ اس وجہ سے ہوں گے کہ وہ باطل اور جھوٹ کے معاملات میں بہت زیادہ غور وخوض کیا کرتے تھے۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ترغیب دی ہے کہ ہم اپنے اوقات کو فرمانبرداری کے ایسے کاموں میں گزاریں کہ جن میں لغو کا عمل دخل نہ ہو اور جو شخص یہ عمل کرے گا اس کا نامۂ عمل علیین (آسمانوں میں یا جنت میں یا سدرۃ المنتہی یا عرش کے پاس جگہ ہے جہاں نیک لوگوں کی روحیں اور ان کے اعمال نامے محفوظ ہوتے

---

[1] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني۔ (١٩/ ١٧٠)، الترمذي (٣٤٣٣)، و ابن حبان (٢/ ٣٥٤)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٦١٩٢).

[2] رواه البيهقي في شعب الإيمان (٧/ ٤١٦).

ہیں، جس کے پاس مقرب فرشتے حاضر ہوتے ہیں) میں ہو گا۔ جیسا کہ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: کہ بلاشبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من خرج من بيته متطهرا إلى صلاة مكتوبة فأجره كأجر الحاج المحرم ، ومن خرج إلى تسبيح الضحى لا ينصبه إلا إياه فأجره كأجر المعتمر ، وصلاة على أثر صلاة لا لغو بينهما كتاب في عليين .)) ❶

"جو شخص اپنے گھر سے باوضو ہو کر فرض نماز (کی ادائیگی) کی خاطر نکلا تو اس کا اجر احرام پہن کر حج کرنے والے شخص کے اجر کی مانند ہے، اور جو شخص چاشت کی تسبیح کی خاطر نکلا اور صرف اسی کی خاطر تھکاوٹ برداشت کی تو اس کا اجر عمرہ کرنے والے شخص کے اجر کی مانند ہے، اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز ادا کرنا اور ان دونوں نمازوں کے درمیانی وقفہ میں لغو سے بچنا علیین میں نامۂ عمل رکھوانے کا باعث ہے۔"

جناب مناوی (رحمہ اللہ تعالی) نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا: یعنی: فرض عمل کی ادائیگی کے نتیجہ میں مقرب فرشتے مؤمن آدمی کی عزت و تکریم اور اس کے نیک عمل کی خاطر علیین کی طرف چڑھتے ہیں، اور علیون سے مراد محافظ فرشتوں کا وہ دیوان ہے جس کی طرف نیک لوگوں کے اعمال رفعت و بلندی حاصل کرتے ہیں۔ ❷

جیسا کہ ہمیں اس بات کا بھی علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاجر حضرات کو کثرت سے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا ہے کیونکہ ان کی مجلسوں میں لغویات اور حق و ناحق قسموں کا بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا قیس رضی اللہ عنہ بن ابی غرزہ نے بیان فرمایا ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يا معشر التجار! إن هذا البيع يحضره اللغو والحلف فشُوبوه بالصدقة .)) ❸

---

❶ رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني۔ (٢/٢١٣) وأبو داود(٥٥٨) ، وحسن إسناده الأرناؤوط في تخريجه جامع الأصول لابن الأثير (٩/٤١٦) ، والألباني في صحيح الجامع (٦٢٢٨)

❷ فيض القدير شرح الجامع الصغير (٤/٢٢٦)

❸ رواه الإمام أحمد واللفظ له۔ الفتح الرباني۔ (١٥/٢١) وأبو داود(٣٣٢٦) والنسائي (٣٨٠٦) وابن ماجه (٢١٤٥) ، والبيهقي ، والحاكم (٢/٦) ، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٧٩٧٤)

''اے تاجروں کی جماعت! یقیناً اس تجارت میں لغویات اور قسموں کا بہت عمل دخل ہے لہٰذا تم صدقہ کے ذریعے اس کا دفاع کرو۔ (اور ان کا اثر زائل کردو)۔''

اچھی اور قابل تعریف زبان کے اعمال میں سے ایک عظیم عمل لغویات کو ترک کرنا اللہ عزوجل کے ذکر میں مشغول رہنا اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنا ہے کیونکہ لغو باتوں کی وجہ سے گفتگو میں خوبصورتی باقی نہیں رہتی۔

سو میرے معزز ومحترم بھائی! آپ لغو مجالس کو چھوڑنے اور ان سے دور رہنے کی پوری کوشش کریں اور اگر آپ ان کو چھوڑنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں تو پھر آپ کو علم ہونا چاہیے کہ آپ جنت میں ملنے والے اعلیٰ درجات پر فائز ہونے کے لمحات کو ضائع کر رہے ہیں۔

گیارہویں صفت: اللہ عزوجل کے حکموں کو قبول کرنا:

رحمٰن کے بندوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ نصیحت کو قبول کرتے ہیں، جب انہیں ان کے رب کی آیات کے ذریعے نصیحت کی جائے تو وہ نہ تو بہرے پن کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ ان آیات کو سن ہی نہ سکیں اور نہ ہی اندھے پن کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ ان کا اثر قبول نہ کریں یا ان کہ علاوہ کسی اور چیز پر مطمئن ہو جائیں، بلکہ آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ اللہ عزوجل کے حکم کو قبول کرنے کی خاطر فوراً اٹھ کھڑے ہوں گے اور وہ آیات ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ إِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝ ﴾(الفرقان: ۷۳)

''اور جب انہیں ان کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ بہرے اور اندھے ہو کر ان آیات کے سامنے گر نہیں پڑتے۔''

بعض لوگ صرف عقلی اور مادی وسائل پر ہی مطمئن ہوتے ہیں اللہ کی آیات پر اکتفا نہیں کرتے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے آنے والے (نور ہدایت پر مطمئن ہوتے ہیں)۔ چنانچہ قرآن کریم نے ایسے لوگوں کو بہت شدید تنبیہ کی ہے کہ جنہیں ان کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی جائے تو وہ ان سے اس طرح رخ پھیر کے چل دیں گویا کہ انہوں نے ان آیات کو سنا ہی نہیں، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۝ ﴾

(السجدہ: ۲۲)

''اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی گئی پھر بھی اس نے اس سے رخ پھیر لیا یقیناً ہم بھی مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔''

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَأَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِيْٓ أُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ ○ ﴾ (لقمان : ٧)

''جب اس کے سامنے ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ تکبر کرتے ہوئے اس طرح رخ پھیر لیتا ہے گویا کہ اس نے سنا ہی نہیں اور گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے سو آپ اسے دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔''

اسی طرح سیدنا ابوسعید مقبری رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إذا ذكرتم بالله فانتهوا .)) ❶

''جب تمہیں اللہ (کی آیات) کے ساتھ نصیحت کی جائے تو تم باز آ جایا کرو۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر کا احترام اور تعظیم کرتے ہوئے اس کی مخالفت سے رک جایا کرو۔ جب بندہ اللہ کے احکامات کو قبول کرے اور اپنے کانوں کو ان کے سننے سے نہ روکے تو اس کے حال احوال کی اصلاح ہو جاتی ہے، اس کا نفس پاک ہو جاتا ہے، اس کا رب راضی ہوتا ہے اور جنتوں میں اس کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

بارہویں صفت: گھر کی درستگی پر حریص ہونا:

رحمٰن کے بندوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ اس بات کی امید رکھتے ہیں کہ ان کے بعد ان کی اولاد انہی کے نقش قدم پر چل کر اللہ کے دین کو پھیلائے گی اور اللہ عزوجل کے ذکر کی دلدادہ ہوگی۔ سو وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ انہیں اس قسم کی بیویاں اور اولادیں عطا فرمائے کہ جن کے ذریعہ زمین میں رحمٰن کے بندوں کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہو جس کے نتیجہ میں نیک لوگوں کی تعداد زیادہ ہو اور کافروں کے دلوں پر لرزہ طاری ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا○ ﴾ (الفرقان : ٧٤)

❶ رواه البزار ، والهيثمي في مجمع الزوائد (١٠/ ٢٢٦) ، وحسنه الألباني في صحيح الجامع(٥٤٦)

''اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہماری بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقی لوگوں کا پیشوا بنا۔''

گویا کہ اللہ عزوجل ہم سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ہم اپنی بیویوں اور اولادوں کی جہاں پرورش کرتے ہیں وہاں ان کی اصلاح بھی کیا کریں ایسا نہ ہو کہ ہم ان سے لاپرواہی اور بے توجہی کریں جس کے نتیجہ میں معاشرہ یا ذرائع ابلاغ ان کے کفیل بن کر ان میں اپنا زہر اور اپنے افکار کی روح پھونک دیں۔ جو شخص اللہ سے سوال کرتا ہے کہ وہ اسے صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ متقیوں کے لئے اسوہ اور پیشوا بنا دے تو اسے چاہیے کہ وہ عمل کرنے، اپنے نفس کی تربیت اور اس کا تزکیہ کرنے اور اپنے گھر والوں کی تربیت اور ان کی اصلاح کرنے کی خاطر بلند ہمت ہو اور پوری تندہی سے اپنی اس عظیم ذمہ داری کو ادا کرے۔ بعض داعی حضرات اپنے معاشرے میں دعوت و اصلاح کے میدان میں بہت واضح کردار ادا کرتے ہیں جس پر وہ شکریہ کے مستحق ہیں لیکن اس کے برعکس وہ اپنے قریب ترین لوگوں کو بھول جاتے ہیں اور قریب ترین ان کی اولاد اور ان کی بیویاں ہیں جنہیں نہ تو وہ نصیحت کرتے ہیں اور نہ ہی ان کی اچھی تربیت کرتے ہیں کیونکہ وہ اس بات پر مطمئن ہیں کہ ان کی اولاد اور ان کی بیویاں ظاہری نافرمانیوں اور گناہوں سے بچے ہوئے ہیں۔

تیسری فصل

آپ جنت میں اپنے درجات کی کیسے حفاظت کر سکتے ہیں؟

وہ اعمال جن کی وجہ سے جنت میں درجات اور انعامات میں کمی واقع ہوتی ہے:

بعض اعمال تو ایسے ہیں کہ ان کے اختیار کرنے سے ان اعمال کو اختیار کرنے والا جنت کے اعلیٰ درجات پر فائز ہو جاتا ہے لہٰذا ایسے اعمال کا ہمیں علم ہونا چاہیے اسی طرح بعض اعمال ایسے بھی ہیں کہ ان کو اختیار کرنے والا شخص جنت کے اعلی درجات سے دور ہو کر ادنیٰ درجات پر گر جاتا ہے اور اس کو ملنے والی نعمتیں بھی کم رہ جاتی ہیں کیونکہ جب بھی جنت میں مؤمن آدمی کا درجہ کم ہوگا تو ساتھ ہی اس کو ملنے والی نعمتیں اور سلطنت بھی اس شخص سے کم ہو جائیں گے جو اس سے ایمان میں افضل اور اعمال میں بہت آگے تھا۔

کاش کہ آپ ان اعمال پر بھی غور کریں جو جنت میں مؤمن آدمی کے درجات اور انعامات میں کمی کا باعث بن جائیں گے؟ لوگوں کو ان اعمال سے علی الاعلان آگاہ کرنا چاہئے تا کہ ہم خود بھی ان اعمال سے پرہیز کریں اور ہمارے علاوہ دوسرے لوگ بھی ان سے بچ جائیں، اور وہ یا تو ایسے اعمال ہیں جن سے منع کیا گیا ہے لیکن ہم انہیں اختیار کئے ہوئے ہیں اور پھر بعض ایسے اعمال ہیں کہ ان کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن ہم انہیں چھوڑے بیٹھے ہیں۔

☆..................................☆
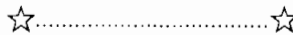
پہلا عمل:

کہانت، تیروں کے ذریعہ قسمت آزمائی اور بدشگونی لینا

اس سلسلہ کا پہلا عمل کہانت اور شگون لینے جیسا عمل ہے۔ چنانچہ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایات ہے

کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لن يلج الدرجات العلى من تكهن ، أو استقسم ، أو رجع من سفر تطيرا .)) [1]

''جو شخص کہانت کے فعل کا مرتکب ہو، یا تیروں کے ذریعہ قسمت معلوم کرے یا براشگون لیتے ہوئے سفر سے واپس پلٹ آئے تو وہ کبھی بھی اعلیٰ درجات کو نہ پاسکے گا۔''

یہ شرک کی بعض ایسی صورتیں ہیں کہ ان میں بعض جاہل لوگ ملوث ہیں اور یہ ایسے اعمال ہیں جو اللہ کے اسماء وصفات پر ایمان کے منافی ہیں جیسے اللہ پر توکل کرنا، اللہ کے علاوہ کوئی نفع اور نقصان نہیں کرسکتا اور اللہ جل وعلا کے علاوہ کوئی غیب بھی نہیں جانتا۔ کہانت کا مقصد مستقبل میں واقع ہونے والی غیب کی چیزوں کے متعلق خبردار کرنا، راز بتانے کا دعویٰ کرنا اور پوشیدہ چیزوں سے آگاہ کرنا ہے۔ تیروں کے ذریعہ قسمت معلوم کرنے کا طریقہ ایسا ہے کہ اسے مشرکین استعمال کیا کرتے تھے اور وہ اسطرح جب ان میں سے کوئی شخص سفر وغیرہ یا کسی کام کا ارادہ کرتا تو تیر پھینکتا، اگر حکم ہوتا تو جو کام کرنا ہوتا اس کو کرگزرتا بصورت دیگر اسے ترک کردیتا باقی رہی شگون لینے کی بات تو وہ اس طرح کہ جب ان میں سے کوئی شخص سفر کا اردہ کر لیتا تو وہ پرندے کو اڑاتا اگر پرندہ دائیں جانب جاتا تو سفر پر روانہ ہوجاتا، بصورت دیگر بدشگونی لیتے ہوئے واپس پلٹ آتا۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم توحید کی عزت وآبرو کی حفاظت کی حرص رکھیں تاکہ ہمارا رب ہمارے لئے اعلیٰ جنتوں میں درجات کی حفاظت فرمائے۔ اور جس شخص نے توحید کی حفاظت نہ کی تو وہ جلد ہی جہنم کے گہرے گڑھوں میں جا گرے گا۔ العیاذ باللہ

☆..............................☆

دوسرا عمل :

خطبہ جمعہ سے پیچھے رہنا

دوسرا عمل خطبہ جمعہ سے پیچھے رہنے کا ہے۔ چنانچہ سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ بن جندب سے روایت ہے کہ بلاشبہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((احضروا الجمعة وادنوا من الإمام فان الرجل لا يزال يتباعد حتى

[1] رواه الطبراني ، وحسنه الألباني في صحيح الجامع (٥٢٢٦)

يؤخر في الجنة وإن دخلها .)) ❶

''جمعہ (کے اجتماع) میں حاضر ہوا کرو اور امام کے قریب (ہو کر بیٹھا) کرو کیونکہ جب کوئی شخص ہمیشہ دور رہتا ہے تو پھر اگر وہ جنت میں داخل ہوا بھی تو وہاں بھی دیر سے ہی داخل ہوگا۔''

اہل علم نے اس حدیث کا یہ معنی بیان فرمایا ہے کہ جو شخص خطبہ سننے سے اور پہلی صف سے، جو کہ مقربین کی جگہ ہے، ہمیشہ دور رہتا ہے (تو اس کی یہ عادت بن جاتی ہے) حتی کہ پھر وہ جنت میں یا اس کے درجات میں داخلے کے وقت بھی کم درجوں والے لوگوں کی آخری صفوں میں شامل ہو کر تاخیر سے جنت میں داخل ہوگا۔

جناب احمد البنا رحمہ اللہ تعالی نے بیان فرمایا: اس (مذکورہ حدیث) کا معنی یہ ہے کہ جمعہ سے پیچھے رہنا اس بات کا ایک سبب ہے کہ کوئی شخص اگر چہ جنت میں داخل ہونے والوں میں سے ہی ہو لیکن وہ جنت میں پہلے داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل نہ ہوگا ان سے پیچھے رہ کر تاخیر سے داخل ہوگا، اور مزید اس کے ساتھ یہ کہ جمعہ سے پیچھے رہنے کی وجہ سے ممکن ہے کہ جنت میں اس کے درجات دوسرے لوگوں کے درجات سے بہت کم ہوں لہٰذا جس شخص کا یہ ارادہ ہو کہ وہ جنت میں اعلی درجات والے اور سبقت لے جانے والے جنتیوں میں سے ہو تو اسے چاہئے کہ وہ جمعہ سے پیچھے نہ رہے بلکہ جمعہ کی ادائیگی کے لئے بہت جلد جایا کرے اور جس قدر ممکن ہو امام کے قریب ہو کر بیٹھا کرے۔ ❷

اکثر مساجد میں جمعہ میں تاخیر سے پہنچنا بہت واضح سا معمول اور عادت بن چکی ہے، آپ غور کریں کہ بعض اوقات امام صاحب خطبہ کے لئے تشریف لے آتے ہیں تو ان کے سامنے صرف بیس فیصد نمازی ہوتے ہیں جبکہ اسی فیصد نمازی خطبہ کے شروع میں غائب ہوتے ہیں اور یہ لوگوں کی خیر و بھلائی سے غفلت کی واضح دلیل ہے، پھر امام کے تشریف لانے کے بعد لوگ لگاتار آنا شروع ہو جاتے ہیں اور دوسرے خطبہ کے اختتام تک مسجد نمازیوں سے مکمل بھر جاتی ہے۔ تو یہ تمام لوگ خطبہ کے وقت کہاں ہوتے ہیں حالانکہ اس دن تو کام سے بھی چھٹی ہوتی ہے (لیکن پاکستان میں غیروں کی تہذیب وثقافت کو رواج دیتے ہوئے جمعہ کی بجائے اتوار کو چھٹی کا اعلان کیا گیا ہے اور تمام لوگ إلا من شاء اللہ اتوار کو ہی چھٹی کرتے ہیں)؟ ہائے کاش کہ

❶ رواه الإمام أحمد واللفظ له۔ الفتح الرباني ۔ (٦/٢٣)، وأبو داود (١١٠٨)، وصححه الألباني في صحيح أبي داود (٩٨٠)

❷ الفتح الرباني لترتيب مسند الإمام أحمد للساعاتي (٦/٢٣)

آپ غور کریں کہ خطبہ جمعہ کیوں مشروع قرار دیا گیا ہے؟ کیا یہ مسجد کی دیواروں اور اس کے ستونوں کے لئے مشروع قرار دیا گیا ہے؟ کیا یہ اس لئے مشروع نہیں کہ لوگ اس سے مستفید ہوں؟ بسا اوقات خطیب مکمل ہفتہ پوری کوشش کے ساتھ اپنا خطبہ تیار کرتا ہے لیکن بالآخر اچانک نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگ اس کی گفتگو سے صرف اس لیے بے خبر اور غافل ہوتے ہیں کہ خطیب کسی وادی میں ہے اور لوگ دوسری وادیوں میں بھٹکتے پھر رہے ہیں، خطیب لوگوں کے غم میں شریک ہو کر اس کا مداوا کرنا چاہتا ہے لیکن لوگ تو دوسرے بہت سے غموں میں اس طرح الجھے رہتے ہیں کہ نہ تو جمعہ کی ادائیگی کا کوئی اہتمام ہے، نہ خاموشی اختیار کرنے کا حق ادا کیا جاتا ہے اور نہ ہی خطبہ جمعہ کی حاضری میں بروقت پہنچنے کو اہمیت دی جاتی ہے۔ لا حول و لا قوّة إلا بالله.

اسلام نے تو جمعہ کی ادائیگی کے لئے جلدی آنے کے عمل پر بہت ابھارا ہے اور ابتدائی گھڑیوں میں جلدی آنے والوں کو بالترتیب اونٹ پھر گائے پھر بکری وغیرہ کی قربانی کرنے والے شخص کے اجر وثواب کے مطابق اجر وثواب کی خوشخبری دی ہے، بلکہ اللہ جل وعلا نے تو جمعہ کے دن مسجدوں کے دروازوں پر فرشتوں کی ڈیوٹیاں لگا رکھی ہیں کہ ترتیب وار آنے والوں کے نام لکھ لیں، پھر جب امام (خطبہ کی غرض سے منبر پر) بیٹھ جائے تو وہ بھی خطبہ سننے کے لئے اپنے رجسٹروں کو بند کر دیں اور امام کے داخل ہونے کے بعد جو لوگ داخل ہوں ان کے نام ان رجسٹروں میں درج نہ کریں۔ اب آپ غور کریں کیا گذشتہ جمعہ کے موقعہ پر فرشتوں کے رجسٹروں میں آپ کے نام کا بھی اندراج ہوا ہے؟

جو شخص (جمعہ کے دن) غسل کرے، جلدی اول وقت میں چل کر (مسجد میں) آئے اور خاموشی سے پوری توجہ کے ساتھ خطبہ سنے، اللہ نے اس کے لئے اس کے گھر سے لے کر مسجد تک اس کے اٹھنے والے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزوں اور (ایک سال کی راتوں کے) قیام کا اجر وثواب مقرر فرمایا ہے۔ سو اگر کوئی نمازی اپنے گھر سے لے کر نماز جمعہ کی ادائیگی (کی غرض سے جامع مسجد) تک اول وقت میں نکل کر سو قدم چلا ہو تو اللہ تعالی نے اس کے لئے سو سال کا اجر وثواب اس طرح لکھ دیا ہے گویا کہ اس نے پورے سو سالوں کے دنوں کے روزے رکھے اور سو سالوں کی راتوں کا قیام کیا اور ایسا ہر جمعہ کے دن ہوتا ہے۔ یہ سب اس لئے ہے کہ لوگوں کو خطبہ کے شروع میں حاضر ہونے کی ترغیب دی جائے چنانچہ سیدنا اوس رضی اللہ عنہ بن اوس نے بیان فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من غسل يوم الجمعة واغتسل ، ثم بكر وابتكر ، ومشى ولم يركب، ودنا من الإمام ، فاستمع ولم يلغ ، كان له بكل خطوة عمل

سنة ، أجر صيامها وقيامها .)) ❶

''جو شخص جمعہ کے دن اچھی طرح میل دور کر کے غسل کرے، پھر سویرے اول وقت آئے، چل کر آئے نہ کہ سوار ہو کر، امام کے قریب ہو کر بیٹھے، بات کو مکمل توجہ سے سنے کوئی لغو اور بے ہودہ حرکت نہ کرے، تو اس کے لئے ہر قدم کے بدلے ایک سال کا عمل لکھ دیا جاتا ہے جو ایک سال کے روزوں اور ایک سال راتوں کے) قیام کے اجر وثواب کی صورت میں ہوتا ہے۔''

اس سب کے باوجود بھی اکثر لوگ اللہ کے فضل ورحمت سے اور اللہ عزوجل کی تنبیہ سے غافل ہیں ۔ صورتحال تو یہ ہے کہ اگر کسی ملازم سے کہا جائے : اگر آپ اپنے کام سے پانچ منٹ بھی لیٹ آئے تو آپ کی تنخواہ میں سے کٹوتی ہوگی ، چنانچہ آپ اسے کبھی ایک منٹ کے لئے بھی لیٹ ہوتا ہوا نہ دیکھیں گے بلکہ ممکن ہے صبح سویرے سب سے پہلے کام پر آنے والا وہی شخص ہو۔ اس قسم کے لوگوں کا حال تو دیکھو، کہ کٹوتی کے ڈر سے یا ترقی کے لالچ میں صبح سویرے اپنے کام پر بروقت پہنچتے ہیں ۔

کیا ہم لوگ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ جنت میں ہمارے درجات کی کٹوتی ہوسکتی ہے؟ کیا ہمیں اس بات کا خوف نہیں کہ جنت میں ہمیں ملنے والی نعمتوں میں کمی ہوسکتی ہے؟ اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر جا، اپنی آخرت کے فائدے اور نفع کی حرص وطمع رکھ اور دنیا کو اپنا سب سے بڑا غم اور فکر نہ بنا۔

☆..............................☆

تیسرا عمل :

(ضرورت سے) زائد نعمتیں

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

((لا يصيب عبد من الدنيا شيئا إلا نقص من درجته عند الله وإن كان عليه كريما .)) ❷

❶ رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني (٦/٥١) ، وأبوداود واللفظ له (٣٤٥) ، والترمذي (٤٩٦) ، والنسائي (١٣٨٠)، وابن ماجه (١٠٨٧) ، وان خزيمة (١٢٨/٣) ، والحاكم (٢٨٢/١) ، والطبراني ، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٦٤٠٥)

❷ رواه ابن أبي الدنيا ، والبيهقي في كتاب الزهد ، وابن أبي شيبة في مصنفه ، وأبو نعيم في الحلية (٣٠٦/١) و حسن إسناده الحافظ ابن رجب في جامع العلوم والحكم (١٨٨/٢) و صححه الألباني في صحيح الترغيب والترهيب (٣٢٢٠)

''جب کوئی بندہ دنیا میں سے کسی چیز کو حاصل کرتا ہے تو اللہ کے ہاں اس کے درجہ میں کمی واقع ہو جاتی ہے اگر چہ وہ بندہ اس چیز پر کشادہ دلی کا مظاہرہ ہی کیوں نہ کرے۔''

جناب مصطفیٰ عمارہ (رحمہ اللہ تعالی) نے اس حدیث پر اپنی تعلیق کے ضمن میں فرمایا: جب بندہ دنیا کی بھلائیوں میں سے کسی بھی چیز کو حاصل کرے گا ایک تو اللہ اس چیز پر اس بندے کا محاسبہ کرے گا اور دوسرا اسے آخرت میں ملنے والے بلند و بالا درجات بھی اس سے لے لیتا ہے۔ [1]

رسول اللہ ﷺ اپنے غریب اور مفلس صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو ان کی غربت اور مفلسی پر صبر کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے، ان کی معنوی ضروریات سے ان کا مورال بلند کرتے اور انہیں اس بات کی خوشخبری دیتے کہ ان کی اس (دنیوی اور وقتی) حالت کے بدلے میں ان کے لئے جو اللہ کے پاس (اجر و ثواب) ہے وہ بہت بہتر ہے جیسا کہ سیدنا عرباض رضی اللہ عنہ بن ساریہ نے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لو تعلمون ما ادخرلكم ما حزنتم على ما زُوِيَ عنكم ، وليفتحن عليكم فارس والروم .)) [2]

''کاش کہ تمہیں اس بات کا علم ہو جائے کہ تمہارے لئے تمہارے حزن و ملال کے نتیجہ میں کیا کچھ تم سے چھپا کر ذخیرہ کیا گیا ہے، اور یقین رکھو فارس و روم ضرور تمہارے ہاتھوں فتح ہوں گے۔''

اور فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لو تعلمون مالكم عند الله لأحببتم أن تزدادوا فاقة وحاجة .)) [3]

''تم اگر تمہیں علم ہو جائے کہ اللہ کے پاس تمہارے لیے کیا کچھ ہے تو تم اس بات کو پسند کرنے لگو کہ تمہارے فاقہ اور محتاجگی میں اضافہ ہی ہوتا جائے۔''

علامہ ابن کثیر (رحمہ اللہ تعالی) نے اپنی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کھانے اور

---

[1] الترغيب والترهيب للمنذري (١٦٣/٤)

[2] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني ۔ (١٩٣/٢٢)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٥٢٦١)

[3] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني ۔ (١١٥/١٩)، والترمذي (٢٤٧٣)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (٥٢٦٥)

پینے کی بہت سی اشیاء سے صرف اس خوف سے بچتے اور پرہیز کرتے تھے کہ کہیں ان کا شمار بھی ان لوگوں میں نہ ہو جائے جنہیں اللہ تعالیٰ ڈانٹتے اور ملامت کرتے ہوئے فرمائے گا:

﴿ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُم بِهَا ﴾ (الأحقاف: ٢٠)

''تم نے تو اپنی نیکیاں اپنی دنیا کی زندگی میں ہی برباد کردیں اور تم ان سے فائدے اٹھا چکے۔''

جناب ابومجلز (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے فرمایا: بہت سے لوگ دنیا میں کی ہوئی اپنی نیکیوں سے محروم ہو جائیں گے، پھر ان سے کہا جائے گا:

﴿ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُم بِهَا ﴾ [1] (الأحقاف: ٢٠)

''تم نے اپنی نیکیاں اپنی دنیا کی زندگی میں ہی برباد کردیں اور تم ان سے فائدے اٹھا چکے ہو۔''

علامہ رازی (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے ذکر فرمایا: ''جناب واحدی (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے بیان فرمایا: نیک لوگ اس دنیوی زندگی میں سادگی والی معمولی اور زاہدانہ زندگی کو اس امید کے ساتھ ترجیح دیا کرتے تھے کہ آخرت میں انہیں ان کا اجر وثواب مکمل طور پر حاصل ہو جائے۔'' [2]

جناب فضیل (رحمہ اللہ تعالیٰ) بن عیاض نے فرمایا: ''اگر تو چاہے تو اس دنیا میں سے قلیل مقدار میں (حصہ) لے لے اور اگر چاہے تو اس میں سے زیادہ مقدار میں لے لے لیکن یاد رکھ تو جو کچھ بھی لے گا وہ اپنی تھیلی میں سے ہی لے گا۔'' [3]

ایک روز سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف کی خدمت میں کھانے کا دستر خوان پیش کیا گیا تو وہ سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کو یاد کر کے رونے لگے کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے وہ کس قدر نعمتوں میں زندگی گزار رہے تھے اور جب اسلام قبول کر لیا تو آزمائش اس طرح ہوئی کہ جب وہ فوت ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس ان کو کفن دینے تک کا کپڑا بھی نہ تھا، اور اب ان کے سامنے قسم قسم کے کھانے ہیں سو وہ اس بات کے خوف سے رو دیئے کہ کہیں ان کی نیکیوں کا بدلہ انہیں دنیا میں اتنی جلدی ہی نہ دے دیا جائے پھر آپ نے دستر خوان اٹھانے کا حکم فرما دیا۔ لہٰذا آپ ضرورت سے زائد نعمتوں کے استعمال سے پرہیز کریں

---

[1] تفسير ابن كثير (٥/٣٠٨)

[2] التفسير الكبير أو مفاتيح الغيب للإمام فخر الدين الرازي (٢٨/٢٢)

[3] جامع العلوم والحكم لابن رجب (٢/١٨٩)

کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ان کی وجہ سے کوئی ایسا کام کر بیٹھیں جو آپ کو زیب نہ دیتا ہو پھر اس کی وجہ سے آپ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جائیں۔

☆..............................☆

چوتھا عمل:

شراب پینے پر اصرار کرنا

جو شخص اس دنیا میں شراب سے توبہ تائب نہ ہوا وہ اگر جنت میں داخل ہو بھی گیا تو جنت کی شراب سے محروم رہے گا بلکہ جہنم کی آگ کے عذاب سے اسے سزا ملے گی۔ العیاذ باللہ۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من شرب الخمر في الدنيا ثم لم يتب منها حُرِمَها في الآخرة)) [1]

"جس شخص نے دنیا میں شراب پی لی پھر اس سے توبہ نہ کر سکا تو وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔"

امام نووی (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے اپنی شرح میں اس حدیث کے تحت فرمایا: اس کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص جنت میں شراب پینے سے محروم رہے گا اگرچہ وہ جنت میں داخل بھی ہو جائے، کیونکہ جنت کی شراب بہت عمدہ اور نفس ہے لہٰذا اس نافرمان کو اس دنیا میں شراب پینے سے روکا گیا، اور یہ بات بھی کہی گئی کہ وہ جنت میں جا کر اس کی چاہت اور طلب کو ہی بھول جائے گا کیونکہ جنت میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی جنتی طلب کرے گا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ اس کی طلب ہی نہیں کرے گا اگرچہ اسے یاد بھی کروادی جائے اور یہ اس کے حق میں بہت عمدہ نعمت کا ایک نقص ہوگا جو شراب نہ پینے والے کو اس سے مقدم کر دے گا۔ [2]

علامہ ابن حجر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے قاضی عیاض (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: "جنت میں شراب سے محرومی کا مطلب یہ ہے کہ اسے جنت میں داخل ہونے سے ایک مدت تک کے لئے روک لیا جائے گا اور یہ اس وقت تک ہوگا جب تک اللہ اسے سزا دینا چاہے گا۔"

اسی طرح کی ایک اور حدیث ہے کہ:

---

[1] رواه البخاري (٥٥٧٥)، ومسلم (٢٠٠٣)

[2] شرح صحيح مسلم للنووي (١٨٤/١٣)

((لم يرح رائحة الجنة .))

''وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔''

مزید فرمایا: اور جس نے یہ قول اختیار کیا ہے کہ وہ جنت میں شراب نہیں پیئے گا کیونکہ وہ اسے بھول جائے گا یا اسے اس کی خواہش نہ ہو گی، اس کا مؤقف یہ ہے کہ اس کو اس معاملے میں نہ تو کوئی حسرت ہو گی اور نہ ہی وہ اس کی طلب نہ کرنے کو اپنے حق میں سزا تصور کرے گا بلکہ یہ تو ایک بہت عمدہ نعمت کی کمی ہو گی جبکہ اس کی نسبت دوسرا شخص جو مکمل انعامات سے سرفراز ہو گا، ان دونوں کے درمیان اسی طرح فرق ہو گا جیسا کہ ان کے درجات میں فرق ہو گا، جو شخص درجہ کے لحاظ سے کم تر ہو گا وہ اپنے آپ کو ملنے والی خوشی اور عنایات کو کافی سمجھتے ہوئے اپنے سے اعلیٰ درجہ کے جنتی سے مل تو نہ سکے گا لیکن رشک ضرور کرے گا۔ [1]

☆..............................☆
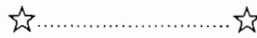
پانچواں عمل :

مَردوں کا ریشم کو زیب تن کرنا

جنت میں مؤمن کے درجہ کو کم کرنے والے یا اس کی نعمتوں میں کمی کا باعث بننے والے اعمال میں سے ایک عمل مَردوں کا ریشم کو زیب تن کرنا ہے۔ چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من لبس الحرير في الدنيا فلن يلبسه في الآخرة .)) [2]

''جو شخص دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں ہرگز اس کو نہ پہن سکے گا۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں اس حدیث پر ابن عربی کی شرح کے ضمن میں ان کے قول کو نقل فرمایا ہے، چنانچہ انہوں نے کہا: ان دونوں حدیثوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ شراب پینے والا جنت میں شراب نہ پی سکے گا اور ریشم پہننے والا جنت میں ریشم نہ پہن سکے گا اور یہ اس لئے ہے کہ اس سے تو وعدہ بھی کیا گیا تھا کہ تجھے آخرت میں یہ نعمتیں ملیں گی لیکن اس نے جلد بازی کا مظاہرہ کیا اور عین وقت پر اس سے محروم

---

[1] فتح الباري بشرح صحيح البخاري لابن حجر العسقلاني (۱۰/۳۵) (ح ۵۵۷۵)

[2] رواه البخاري واللفظ له (۵۸۳۲)، ومسلم (۲۰۶۹)

ہو گیا اس کی مثال تو اس وارث کی مثال جیسی ہے جو اپنے مورث (جس کا وہ وارث بن رہا ہے) کو قتل کر دے اور اسی جلد بازی کی وجہ سے وہ اس کی میراث سے محروم ہو جاتا ہے۔ [1] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من لبس الحرير في الدنيا لم يلبسه في الآخرة وإن دخل الجنة لبسه أهل الجنة ولم يلبسه.)) [2]

''جو شخص دنیا میں ریشم پہنے گا، اگر وہ جنت میں داخل ہو بھی گیا تو آخرت میں اسے نہ پہن سکے گا، تمام اہل جنت ریشم پہنیں گے لیکن وہ نہیں پہنے گا۔''

امام حاکم (رحمہ اللہ تعالی) نے اس حدیث پر تعلیق کے ضمن میں اپنی مستدرک (حاکم) میں فرمایا: یہ الفاظ مختصر حدیث کی علت کو بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اس دنیا میں ریشم پہنے گا وہ جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔ [3]

لہٰذا اے میرے مسلمان بھائی! مکمل کوشش کر کے ریشمی کپڑوں سے مکمل طور پر پرہیز کر، ہمارے سننے میں یہ بات آئی ہے کہ بعض دولتمند نوجوان ایسے شوخ ریشمی کپڑے خریدتے ہیں کہ وہ اکیلا لباس دوسرے بیس لباسوں کی قیمت کا ہوتا ہے۔ چنانچہ سیدنا عقبہ رضی اللہ عنہ بن عامر نے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إن كنتم تحبون حلية الجنة وحريرها فلا تلبسوها في الدنيا.)) [4]

''اگر تم جنت کے زیورات اور اس کے ریشم کو پسند کرتے ہو تو ان چیزوں کو دنیا میں زیب تن نہ کرنا۔''
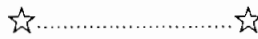
☆..............................☆

---

[1] فتح الباري بشرح صحيح البخاري لابن حجر العسقلاني (٣٥/١٠) (ح ٥٥٧٥)

[2] رواه الحاكم في مستدركه (١٤١/٤)، وصححه الذهبي في التلخيص

[3] المستدرك على الصحيحين للحاكم (١٩٢/٤)

[4] رواه الإمام أحمد ـ الفتح الرباني ـ (٢٦٧/١٧)، والنسائي (٥١٥١)، والحاكم (١٩١/٤)، وصححه الألباني في صحيح الجامع (١٤٣٨)

چھٹا عمل :

مَردوں کا سونے کو زیب تن کرنا

اس سلسلہ کا چھٹا عمل مَردوں کا سونا پہننا ہے۔ بلا شک وشبہ اللہ تعالی نے مردوں پر سونا پہننا حرام کیا ہے اور عورتوں پر اسے حلال کیا ہے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کی طرف سے بیان فرمایا کہ آپ کا ارشاد ہے:

((ومن مات من أمتي وهو يتحلى بالذهب حرم الله عليه لباسه في الجنة .)) ❶

''میری امت میں سے جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ وہ سونے کا زیور پہنتا تھا تو اللہ نے اس پر جنت میں سونے کا لباس حرام کر دیا ہے۔''

امام احمد (رحمہ اللہ تعالی) کی بیان کردہ روایت میں ہے کہ بلا شبہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من لبس الذهب من أمتي فمات وهو يلبسه حرم الله عليه ذهب الجنة .)) ❷

''میری امت میں سے جو شخص سونا زیب تن کرتا ہو پھر اسے اسی حالت میں موت آ جائے کہ وہ سونا پہنتا ہو تو اللہ تعالی اس پر جنت کے سونے کو حرام فرما دے گا۔''

مَردوں کے لئے سونا پہننے کی حرمت کے متعلق یہ واضح دلائل ہیں۔ جو لوگ سونا پہنتے ہیں ان میں سے کسی کو بھی جب آپ سونے کی پہنی ہوئی انگوٹھی اتارنے کی نصیحت کریں گے تو وہ آپ سے کہے گا: یہ تو (میں نے اس لئے پہنی ہوئی ہے کہ یہ) شادی یا منگنی کی انگوٹھی ہے، اس کا تو وزن بہت تھوڑا ہے اور یہ کوئی زیادہ قیمتی تو نہیں، چنانچہ وہ اس طرح کی باتیں اور عذر پیش کر کے دنیا میں اپنے اوپر حرام کی ہوئی چیز کو حلال کرنے کی کوشش کرے گا۔ کاش کہ وہ اس لحہ رک کر فیصلہ کرے کہ حدیث میں تو یہ بات مذکور ہے جو مرد دنیا میں سونا پہنے

---

❶ رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني ۔ (١٧/ ١٤٠) ، وقال الساعاتي : رواه أحمد والطبراني و رواته ثقات ، ورواه الهيثمي في مجمع الزوائد وقال: رواه أحمد والبزار والطبراني ورجاله ثقات (٧٤/٥) ، وقال ابن حجر في الفتح أخرجه أحمد بسند حسن (١٠/ ٣٥) (ح٥٥٧٥)

❷ ایضاً

گا اسے اس کے مثل ہی جہنم کی آگ میں عذاب دیا جائے گا ۔ جیسا کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: ایک دن ایک شخص نجران سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((إنك جئتني وفي يدك جمرة من نار .)) ❶

''بلاشبہ تو میرے پاس اس حال میں آیا ہے کہ تیرے ہاتھ میں آگ کا انگارہ ہے۔''

☆..............................☆
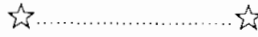
ساتواں عمل :

سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا اور پینا

اس سلسلہ کا ساتواں عمل سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا اور پینا ہے ۔ چنانچہ سیدنا براء رضی اللہ عنہ بن عازب نے بیان فرمایا:

((أمرنا رسول الله ﷺ بسبع ونهانا عن سبع فذكر : وعن الشرب في الفضة فانه من شرب فيها في الدنيا لم يشرب فيها في الآخرة .)) ❷

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم فرمایا اور سات چیزوں سے ہمیں منع فرمایا ہے ،چنانچہ انہوں نے (منع کردہ چیزوں میں اس بات کا بھی) ذکر فرمایا: (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں) چاندی کے برتنوں میں پینے سے (منع فرمایا) کیونکہ جو شخص دنیا میں ان برتنوں میں پیئے گا وہ آخرت میں ان برتنوں میں نہ پی سکے گا۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من لبس الحرير في الدنيا لم يلبسه في الآخرة ، ومن شرب الخمر في الدنيا لم يشربها في الآخرة ومن شرب في آنية الذهب والفضة في الدنيا لم يشرب بها في الآخرة)) ❸

---

❶ رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني ۔ (١٧/ ٢٥٤) ، والنسائي (٥٢٠٣) ، وصححه الأرناؤوط في تخريجه جامع الأصول لابن الأثير (٤/ ٧١٧) ، والألباني في صحيح النسائي (٤٧٩٣)

❷ رواه الإمام مسلم (٢٠٦٦)

❸ رواه الحاكم في مستدركه (٤/ ١٤١) وصححه الألباني في صحيح الترغيب والترهيب (٢٠٥٠)

’’جو شخص دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں ریشم نہ پہن سکے گا، جو شخص دنیا میں شراب پیئے گا وہ آخرت میں شراب نہ پی سکے گا اور جو دنیا میں سونے اور چاندی کے برتنوں میں پیئے گا وہ آخرت میں ان برتنوں میں نہ پی سکے گا۔‘‘

معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوتا، بلکہ حدیث میں یہ بات بھی مذکور ہے کہ جس نے ایسا عمل کیا اسے آگ کا عذاب بھی دیا جائے گا، چنانچہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِن الذي يأكل أو يشرب في آنية الفضة والذهب إنما يجر جر في بطنه نار جهنم .)) ❶

’’بلاشبہ جو شخص چاندی اور سونے کے برتن میں کھائے یا پیئے گا تو اس کے پیٹ میں جہنم کی آگ کی آواز ہوگی۔‘‘

شریعت (اسلامیہ) میں کھانے اور پینے کی غرض سے سونے اور چاندی کے برتنوں کے استعمال کو مردوں اور عورتوں پر حرام کیا گیا ہے کیونکہ اس میں عیش وعشرت اور اسراف کا اظہار پایا جاتا ہے اس کے علاوہ بھی کئی حکمتیں ہیں جنہیں ہم جانتے بھی نہیں ہیں۔ ہمارے سننے میں یہ بات آئی ہے کہ بعض عیش پسند لوگ گھریلو برتن اور غسل خانے سے متعلق اشیاء کے سیٹ سونے اور چاندی کے بنے ہوئے خریدتے ہیں۔ ان لوگوں کو اس بات کا بالکل احساس نہیں ہے کہ وہ آخرت میں ملنے والی نعمتوں کی نسبت اپنی دنیوی زندگی میں ہی اللہ کی حرام کردہ چیزوں کے ساتھ جلدی مچا رہے ہیں اور جنت میں اپنے درجات کم کر رہے ہیں۔ معاشروں کی تباہی کے اسباب میں سے ایک سبب معاشرے کے لوگوں کی عیش پسندی اور حرام کردہ چیزوں کا استعمال ہے، اندلس اور اس سے ملتے جلتے دوسرے ممالک میں مسلمانوں کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ کس طرح زوال پذیر ہوئے اور کیونکر اپنے دشمن کے ہاتھوں میں جا گرے، اب آپ ان کے باقی ماندہ محلات کو دیکھ کر فیصلہ کریں کہ یہ محلات کن چیزوں پر مشتمل ہیں اور کن چیزوں کے ساتھ ان کی زیبائش کی گئی ہے۔

☆..............................☆

❶ رواه الإمام مسلم (٢٠٦٥)، والبيهقي، والطبراني
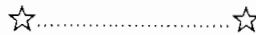
آٹھواں عمل :

بے فائدہ کاموں میں وقت ضائع کرنا

آپ کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ بندے کو جنت میں اعلیٰ درجات سے محروم کرنے والے اکثر امور میں سے ایک امر بندے کا بے فائدہ کاموں میں اپنے اوقات کو ضائع کرنا ہے۔ حقیقت میں وقت کو ان نیک اعمال میں استعمال ہونا چاہیے جن کی وجہ سے درجات بلند ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ ذرا غور کریں کہ جو لوگ اللہ کی نافرمانی میں اپنا وقت ضائع کرتے ہیں، اس کی کیا صورتیں ہیں؟ صرف یہی نا! کہ لوگوں کی عزت وآبرو کے متعلق باتیں کر کے لطف اندوز ہونا، یا فلموں اور سلسلہ وار پروگراموں کے سامنے بیٹھ رہنا، یا خلائی چینلز کے سامنے لمبا وقت بیٹھے رہنا، ایک چینل سے جی بھر جائے تو دوسرے چینل کی طرف رخ کر لینا اور یونہی اپنی خواہشات کو بھڑکاتے رہنا اور اپنی آنکھوں کو ان چیزوں سے راحت پہنچانا کہ جو قیامت کے دن ان کے خلاف ہی گواہی دیں گی، پھر اس سب کے بعد حسرت وندامت اور جہنم کی آگ میں عذاب کے علاوہ اور پھر جنت میں نعمتوں اور درجات کی کمی کے علاوہ اور کیا باقی رہ جاتا ہے؟ جب اس قسم کے لوگوں کو اعمال صالحہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی نصیحت کی جائے تاکہ جنت میں یہ اعلیٰ درجات پر فائز ہو جائیں، تو یہ کہتے ہیں ہماری تو تمنا یہ ہے کہ اللہ ہمیں جنت میں داخل کر دے بے شک اس کے دروازے کے پاس یعنی بہت ادنی درجات میں ہی جگہ دے دے۔ آپ جنت کے درجات کی خاطر ان لوگوں کی ہمت کو ملاحظہ کریں اور اس کے مقابلے میں فانی دنیا کے مال ومتاع کی خاطر ان لوگوں کی بلند ہمتی پر بھی غور کریں، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جنت میں اعلیٰ درجات کے حصول کی خاطر ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی ترغیب دی ہے نہ کہ اس فانی دنیا کے مناصب کے حصول کی خاطر۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وإذا سألتم الله فاسألوه الفردوس فإنه أوسط الجنة وأعلى الجنة وفوقه عرش الرحمن ومنه تفجر أنهار الجنة.)) [1]

''جب بھی تم اللہ سے سوال کرو تو اس سے فردوس کا ہی سوال کرو کیونکہ وہ جنت کا بالکل درمیانی

---

[1] رواه الإمام أحمد۔ الفتح الرباني - (٢٤/١٩٠)، والبخاري (٢٧٩٠)، والترمذي (٢٥٢٩)

اور سب سے اعلیٰ مقام ہے، اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کی تمام نہریں جاری ہوتی ہیں۔''

اعلیٰ درجات کے حصول کی خاطر عمل کرنے والا اور عمل نہ کرنے والا برابر نہیں ہیں اور اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں وقت گزارنے والا شخص، اللہ کی نافرمانی میں وقت گزارنے والے شخص کے برابر ہو، یہ تو بہت دور کی بات ہے وہ تو جائز امور میں وقت گزارنے والے شخص کے بھی برابر نہیں ہوسکتا (اس کا درجہ سب سے اونچا ہے) تو کیا آپ نیک اعمال کے بغیر درجات حاصل کر سکتے ہیں؟ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ أَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ (الجاثیہ: ۲۱)

''کیا جو لوگ برے کام کرتے ہیں ان کا یہ گمان ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے، کہ ان کا مرنا جینا یکساں ہو جائے، جو فیصلہ وہ کر رہے ہیں وہ برا ہے۔''

جناب محمد بن نضر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے فرمایا: اس دنیا میں کوئی عمل کرنے والا شخص جو عمل بھی کرتا ہے اس کے بدلے آخرت میں درجات کی غرض سے بھی (اللہ کی طرف سے مقرر کردہ فرشتے) اس کے لئے کام کرتے ہیں پھر جب یہ عمل کرنے والا رکتا ہے تو وہ بھی رک جاتے ہیں، تو ان سے کہا جاتا ہے: تم اپنا کام کیوں نہیں کر رہے؟ تو وہ کہتے ہیں: تمہارا تو ساتھی ہی بے پرواہ اور سُست ہے۔ [1]

ہم اس دنیا میں رہتے ہوئے اگر نیکی و بھلائی آگے بھیجیں گے تو اس کے بدلے میں اللہ کے ہاں ہمارے درجات بلند ہوں گے یا اگر ہم نیکی میں تاخیر کریں گے تو ہمارے درجات کم ہو جائیں گے۔ علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے (اپنی کتاب) مدارج السالکین میں فرمایا: ''اپنے وقت کی حفاظت کرنے والا اعلیٰ درجات پر چڑھتا چلا جاتا ہے، پھر اگر وہ اپنا وقت ضائع کرنے لگ جائے تو وہ اپنے درجہ پر رک نہیں جاتا بلکہ کم تر درجات کی طرف گرنا شروع ہو جاتا ہے، اب اگر وہ آگ کی طرف نہ بھی بڑھے تو لازمی بات ہے کہ وہ پیچھے تو رہ ہی جائے گا۔ لہٰذا تمام انسان ایک جگہ پر کھڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ کوئی اوپر کی طرف جا رہا ہے اور

[1] رواه البيهقي في شعب الإيمان (١/ ٥١٤)، والسيوطي في البدور السافرة في أمور الآخرة (ص: ٥١٠)

کوئی نیچے کی طرف آ رہا ہے اور کوئی (آگے کی طرف جا رہا ہے تو کوئی) پیچھے کی طرف آ رہا ہے، طبیعت میں اور شریعت میں ٹھہرنے اور رکنے کا تصور ہی نہیں ہے، ہر کوئی چل رہا ہے، کوئی تیز چل رہا ہے اور کوئی آہستہ، کوئی جنت کی طرف قدم بڑھا رہا ہے تو کوئی آگ کی طرف، کوئی تیز چلنے والا ہے کوئی آہستہ چلنے والا ہے، کوئی آگے ہے اور کوئی پیچھے ہے، راستے میں رکنے اور ٹھہرنے کا تصور ہی نہیں، البتہ لوگوں میں سفر کے رخ، رفتار کی تیزی اور سستی کے لحاظ سے اختلاف ضرور پایا جاتا ہے۔ (فرمان الٰہی ہے):

﴿ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ۝ نَذِيرًا لِلْبَشَرِ ۝ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۝ ﴾

(المدثر: ٣٥ تا ٣٧)

''یقین مانو وہ جہنم بڑی چیزوں میں سے ایک ہے، بنی آدم کو ڈرانے والی، یعنی اس شخص کو جو تم میں سے آگے بڑھنا چاہتا ہے یا پیچھے ہٹنا چاہتا ہے۔''

رکنے اور ٹھہرنے والے کا ذکر نہیں فرمایا، کیونکہ جنت اور جہنم کے درمیان نہ تو کوئی منزل ہے اور نہ ہی دارین کے علاوہ محو سفر آدمی کا کوئی راستہ ہے، سو جو شخص نیک اعمال کی طرف نہیں بڑھتا تو وہ برے اعمال کی طرف واپس آ رہا ہے۔ [1]

نیک اعمال کو چھوڑ دینا اور ان کی طرف جلدی نہ کرنا، خصوصاً اس کتاب میں مذکور اعمال (کو ترک کرنا)، اس بات کی ضمانت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بندے کا درجہ کم ہو رہا ہے اور جنت کے بالا خانوں، اعلیٰ محلات اور درجات سے محروم ہو کر نقصان اٹھا رہا ہے، تو کیا آپ اپنے لئے اس بات کو پسند کریں گے؟

[1] تهذيب مدارج السالكين لابن قيم الجوزية (ص: ١٥٤)

خاتمہ

شام کے وقت اپنے سر کو آسمان کی طرف اٹھا کر دیکھنے کی کوشش کریں کہ کونسا ستارہ آپ کی خاطر طلوع ہوا ہے (جس میں آپ غور کر سکیں) کہ آپ کے اور اس ستارے کے درمیان کتنی دوری اور مسافت ہے اب آپ خیال دوڑائیں کہ آپ جنت میں اپنے اوپر درجہ کو اسی طرح دیکھیں گے جس طرح اس ستارے کو دیکھ رہے ہیں۔ کیا آپ کا ارادہ نہیں ہے کہ اس طرح کا بلند و بالا درجہ آپ ہی کا ہو اور آپ اس سے سرفراز ہوں؟ کیا آپ جنت میں اعلی درجات کے مشتاق اور خواہش مند نہیں ہیں؟ کیا آپ اپنے دل کو حرکت دے کر اپنے رب سے اپنے دل کی گہرائیوں سے یہ سوال نہیں کر سکتے کہ وہ آپ کو جنت میں فردوس اعلی عطا فرما دے؟ کون ہے جو آپ کو ان اعلی درجات سے اور ان کے حصول سے روک سکے؟ کون ہے جو آپ کے اور ان کے درمیان حائل ہو سکے؟ آپ ان درجات تک پہنچنے کے لئے اپنے سامنے رکاوٹیں کیوں رکھے ہوئے ہیں؟ کیا آپ بلند و بالا درجات، کثیر تعداد میں بے انتہا خوبصورت بیویوں اور نہ ختم ہونے والی ابدی نعمتوں کی طرف تیزی سے نہیں چل سکتے؟ کیا آپ اس دنیا میں اپنی دنیا کے لئے نہیں بلکہ آخرت کے لئے کھیتی نہیں اگا سکتے؟ آپ کب تک اپنی توبہ سے ٹلتے رہیں گے اور کب تک ان بلند و بالا درجات، جن کے لئے عمل، سچائی اور اخلاص مطلوب ہے، کے حصول کے لئے اپنی عزیمت کو مردہ رکھیں گے؟

کسی دن علیحدگی میں بیٹھ کر جنت میں اعلی درجات اور بالا خانوں میں فائز ہونے کا ذریعہ بننے والے نیک اعمال کی راہ میں رکاوٹ بننے والے ہر سبب پر تھوڑا سا غور کریں، پھر اپنے آپ سے صراحت کے ساتھ یہ سوال کریں کیا یہ چیزیں اللہ کے ہاں آپ کو کچھ بھی فائدہ دے سکتی ہیں؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ آپ کو ان اعمال سے روکنے یا غافل کرنے والا آپ کے ساتھ خیر کا طالب نہیں بلکہ وہ آپ کا دشمن ہے؟ سوچئے پھر سوچئے، سکون و راحت اللہ تعالی کے بعد آپ کے اپنے ہاتھ میں ہے کسی غیر کے ہاتھ میں نہیں مزید سوچنے کا انتظار نہ کیجیے کیونکہ موت تو آپ کے تصور سے بھی زیادہ تیز ہے، ان درجات کی طرف سبقت لے جانے والے آپ سے سبقت لے گئے ہیں اور آپ ابھی تک غافل ہیں، معاشرے کی ترقی، خوشحالی اور اس کا ساز و سامان آپ کو

دھوکے میں مبتلا نہ کردے، یہ تمام چیزیں روح کے گلے میں اٹکتے ہی بھول جائیں گی اور اس وقت آپ صرف اتنا ہی کہہ سکیں گے: کاش! میں نے اپنی اس (آنے والی) زندگی کے لئے کچھ (نیک اعمال کی صورت میں) آگے بھیجا ہوتا۔ سو آج اپنی زندگی کے لئے کچھ آگے بھیج لیں قبل اس کے کہ آپ نادم و پشیمان ہوں، اس وقت آپ عمل اور مہلت کے گھر (دنیا) میں ہیں، اللہ سے مدد طلب کریں اور کسی نیکی کو بھی حقیر نہ جانیں، اس کتاب کو دوبارہ پڑھ کر غور وفکر کریں کہ آپ کس طرح جنت میں اعلیٰ درجات پر فائز ہو سکتے ہیں؟ یاد رکھیں آج عمل ہے حساب نہیں اور کل حساب ہوگا عمل نہیں۔

جناب میمون بن مہران (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے فرمایا: جو شخص کل (قیامت کے دن) اپنا مقام و مرتبہ معلوم کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ دنیا میں اپنا کیا ہوا عمل دیکھ لے، سو اس کے مطابق ہی اسے مرتبہ ملے گا۔ [1] اسی طرح ان کا فرمان ہے: دنیا میں دو آدمیوں کے علاوہ کسی کے لئے خیر و بھلائی نہیں ہے: ایک توبہ کرنے والا شخص اور دوسرا درجات کے حصول کے لئے عمل کرنے والا شخص۔ [2]

اللہ تعالیٰ سے میرا یہ سوال ہے کہ وہ خیر و بھلائی کے کاموں میں آپ کی بہترین رہنمائی فرمائے، اور نعمتوں والی جنتوں میں انبیاء، صدیقین، شھداء اور صالحین کے ساتھ آپ کے اعلیٰ درجہ کے حصول میں آپ کی مدد فرمائے اور یہ کس قدر اچھی رفاقت ہے، یہ کام اللہ پر بالکل مشکل نہیں ہے۔

---

[1] حلیة الأولیاء لأبي نعیم (۳/ ۹۱)

[2] حلیة الأولیاء لأبي نعیم (٤/ ۸۳)
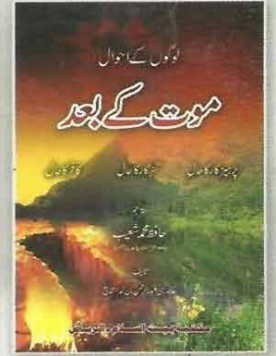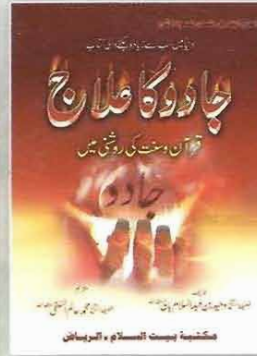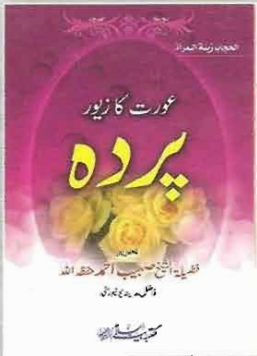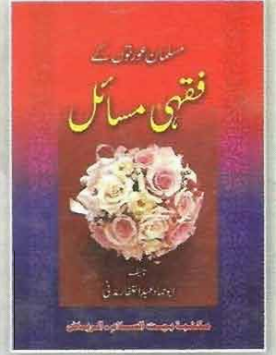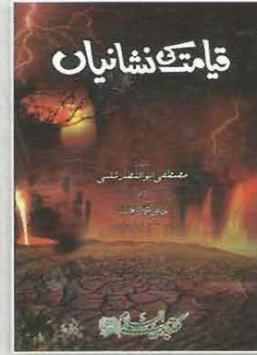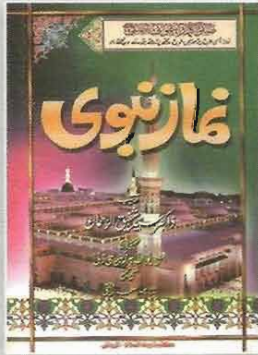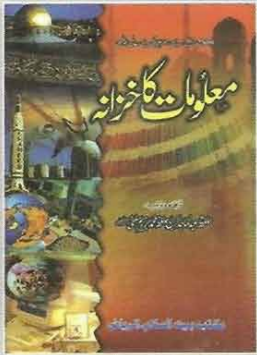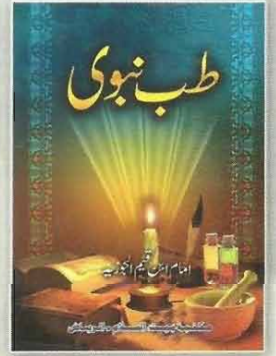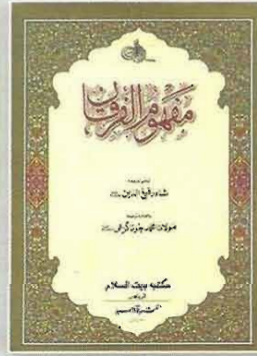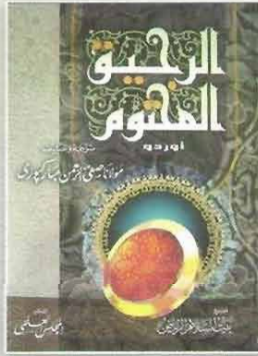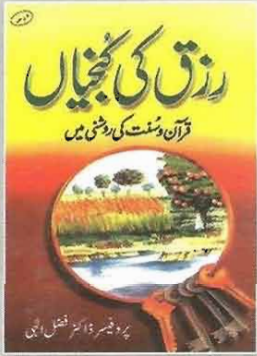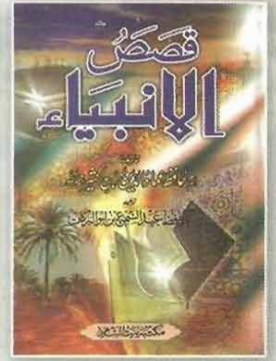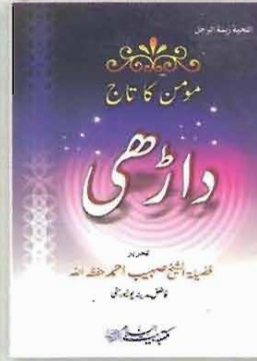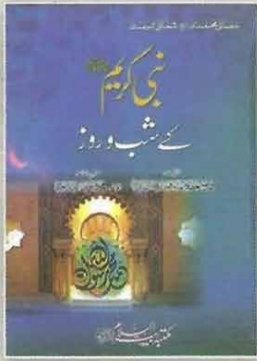
فون : 4460129 فاکس : 4462919 موبائل : 0505440147 - 0542666646